شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

اور اُن کے خلفاء

toobaa-elibrary.blogspot.com

حافظ قاری فیوض الرحمن ایم اے

صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد



پاکستان بک سینٹر

۴۰ - اُردو بازار ○ لاہور

۷۸۶

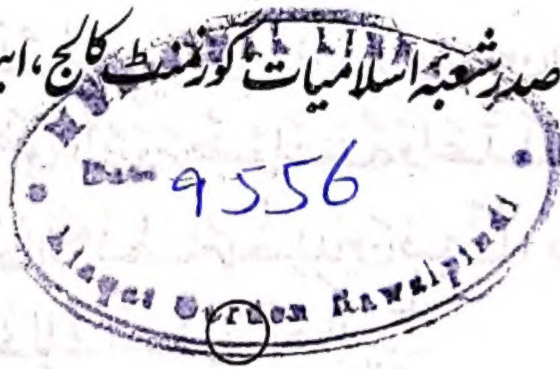
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ

قدس سرہ

اور اُن کے خُلفاء

حافظ قاری فیوض الرحمٰن، ایم۔اے

صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد



9556

پاکستان بک سینٹر

۴۰۔ اُردو بازار ○ لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

حلیات ولقادر
297-401
ACC NO: 9556

انتساب

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمّت کے اُن تمام عُلماء و اولیاء اللہ کے نام جنہوں نے محبّت وعقیدت اور اخلاص کے ساتھ حضرات صحابہ، مہاجرین و انصار، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی اتباع کی ہے۔ اور ایسے اُن تمام عُلماء و اولیاء اللہ کے نام جو اطراف عالم میں اب بھی موجود ہیں۔ اور اُن کے نام جو اس کتاب کی زینت بنے ہوتے ہیں۔

کروڑ ہا درود و سلام ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر اور تمام انبیاء کرام علیہم السّلام پر حق تعالےٰ راضی ہوں۔ تمام حضرات صحابہ سے اور اُن کے متبعین علماء و بزرگانِ دین سے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ[1]

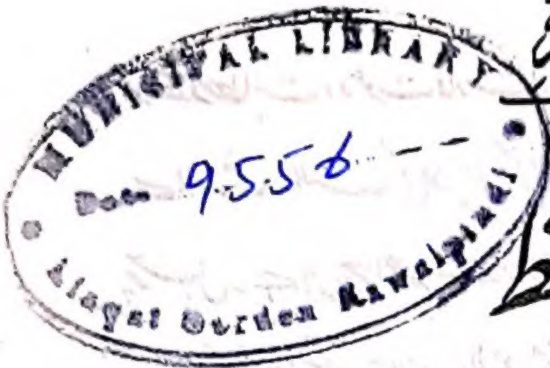
[1] :۔ اور جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُن سے اور وہ راضی اُس سے اور رکھے ہیں واسطے انکے باغ۔ نیچے بہتی نہریں۔ رہا کریں ان میں ہمیشہ۔ یہی ہے بڑی مراد ملنی۔ التوبہ ۱۰۰

(ترجمہ: حضرت شاہ عبدالقادرؒ)

مطبوعہ: فالکن پرنٹنگ پریس۔ ۴۰۔ اردو بازار۔ لاہور
قیمت: مجلد سفید کاغذ: ۱۲ روپے، ولایتی کاغذ کپڑے کی جلد ۱۸ روپے

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



پیش لفظ

الحمد للہ رب العٰلمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والاٰخرین ، رحمۃ للعٰلمین ، وعلیٰ آلہ واصحابہ الاذکیاء والمطہرین والذین اتبعوھم باحسانٍ الیٰ یوم الدین ۔

اما بعد ! زیر نظر کتاب "شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور اُن کے خلفاء" دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ برادر محترم پروفیسر قاری فیوض الرحمٰن صاحب اس کے مؤلف ہیں قاری صاحب نے چار مضامین میں امتیازی حیثیت سے ایم ۔ اے کیا ہوا ہے پنجاب یونیورسٹی سے ایم ۔ او ۔ ایل کی ڈگری بھی حاصل کی ہوئی ہے ۔ اور اب علماء کرام ہی کے موضوع پر پی ۔ ایچ ڈی کے لئے اپنا مقالہ مکمل کر چکے ہیں ۔

قاری صاحب مضبوط حافظ اور عمدہ مجوّد ہیں ۔ عالم باعمل ہیں ۔ صاحبِ نسبت ہیں ۔ اکابرین دیوبند سے بہت عقیدت رکھتے ہیں ۔ ان اکابر پر نہایت تحقیقی مضامین لکھتے رہتے ہیں ۔ حفاظ ۔ قراء علماء و صلحاء میں بہت مقبول ہیں ۔ اور ان حضرات کی عنایتوں ، دعاؤں اور برکتوں سے مستفیض ہو کر بہت سے فیوض جمع کرتے رہتے ہیں ۔ یہ کتاب بھی بفضل اللہ تعالیٰ اُن حضرات کی شفقت اور توجہ کا نتیجہ ہے ۔ حق تعالیٰ قاری صاحب کی مساعی جمیلہ قبول فرمائیں اور جزاءِ خیر دیں ۔

کتاب میں حضرت لاہوریؒ اور ان کے خلفاء کے حالات ہیں ۔ ان خلفاء میں حضرتؒ کے فرزندِ ارجمند ، مجاہد ، عالم باعمل اور صوفی کامل حضرت مولانا عبید اللہ انور بھی ہیں ۔ جو حضرتؒ کے جانشین ہیں ۔ آپ جامع مسجد شیرانوالہ میں درس و تدریس

toobaa-elibrary.blogspot.com

وعظ و خطابت، دعوت و ارشاد اور بیعت کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں۔ اور اللہ والوں سے اللہ۔ اللہ کی ضربیں لگواتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ! آپ حضرت لاہوریؒ کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جزاھم اللہ تعالےٰ خیر الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کے متعلق گنہگار راقم الحروف کیا لکھ سکتا ہے! آپؒ زمانہ کے غوث اور قطب تھے۔ آپؒ نے عوام کی، طلبہ کی، اور علماء و صلحاء کی جو تربیت فرمائی۔ وہ ان ہی کا حصّہ تھا۔ آپ اُس طائفہ کے ایک ولی کامل تھے جس کے بارے میں سرزمین دیوبند سے خطاب کرتے ہوئے بابائے صحافت جناب ظفر علی خان مرحوم نے بجا فرمایا تھا:۔

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

ناز کر اپنے مقدّر پر کہ تیری خاک کو کر لیا اُن عالمان دین قیم نے پسند

کفر نا چاجن کے آگے بارہا تگنی کا ناچ جس طرح جلتے توے پر رقص کرتا ہے سپند

اُس میں قاسمؒ ہوں کہ انور شاہؒ کہ محمود الحسنؒ سب کے دل تھے دردمند اور سب کی فطرت ارجمند

گرمئی ہنگامہ تیری ہے حسین احمد سے آج جن سے پرچم ہے روایات سلف کا سربلند

آپ نے برِّ صغیر کے بے شمار مسلمانوں کو رسم و رواج اور بدعات سے نکال کر راہِ سنّت پر ڈال دیا۔ علماء کی ایک ایسی جماعت تیار کر دی جو قیامت تک آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ آپؒ نے آخر دم تک قرآنِ مجید کی خدمت کی اور اسی خدمت میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اللہ تعالےٰ کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائیں آپؒ پر اور آپ کے اُن خلفاء پر جو انتقال فرما چکے ہیں۔ اور جو خلفاء بقید حیات ہیں حق تعالےٰ انہیں تادیر سلامت رکھیں اُنہیں استقامت بخشیں اور ہمیں اُن سے مستفید فرمائیں۔

راقم الحروف نے یہ چند کلمات طباعت کے قریب، آخری مرحلہ میں مخدومنا المکرم،

toobaa-elibrary.blogspot.com

استاذنا المحترم خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل صاحب دامت برکاتہم کے حکم کی تعمیل میں لکھے ہیں۔

حق تعالےٰ قاری صاحب کو ایمان کی پاکیزہ زندگی نصیب فرمائیں اور حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازیں۔ اور ہمارے دینی بھائی حافظ قاری خالد اقبال صاحب دمالک پاکستان بک سنٹر ۴۰۔ اُردو بازار لاہور) کو بھی جزائے خیر دیں جو علماء حق سے اور اولیاء اللہ سے وابستہ ہیں۔ اور دینی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء ؛؛

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ان بزرگانِ دین کی محبت و عقیدت نصیب فرمائیں استقامت بخشیں اور ایمان کا خاتمہ نصیب فرمائیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؛؛

محمد عارف ایم اے خطیب مسجد ہوسٹل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور

۲۸ شوال ۱۳۹۶ ھ بمطابق ۲۲ راکتوبر ۱۹۷۶ء

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

مؤلف کی بعض دوسری کتابیں

۱ - فضائل درود شریف ۔ ۱-۰۰
۲ - فضائل درود شریف (انگریزی) ۱-۰۰
۳ - حقیقت توبہ ۔ ۱-۰۰
۴ - سیرۃ المصطفیٰ ۱-۰۰
۵ - جواہر الحدیث حصہ اول ۱-۰۰
۶ - جواہر الحدیث حصہ دوم ۱-۵۰
۷ - آداب ملاقات ۱-۵۰
۸ - آداب طعام --۲۵
۹ - آداب طہارت --۲۵
۱۰ - آداب کلام --۵۰
۱۱ - مسواک کی اہمیت --۲۵
۱۲ - غازی عبدالقیوم شہیدؒ --۲۵
۱۳ - فلسفہ عید قربان --۲۵
۱۴ - ذکری انشاءین --۵۰
۱۵ - نعتیہ قصیدہ کا ترجمہ وتشریح) ۲-۰۰
۱۶ - تعارف قرآن ۱-۵۰
۱۷ - فلسفۂ اسلامی عقائد وعبادات ۲-۶۰
۱۸ - اسلام کا نظام حیات مجلد ۶-۹۵
۱۹ - سوانح قاری فضل کریمؒ ۱-۵۰
۲۰ - سوانح مولانا محمد رسول خان مجلد ۔ ۵-۰۰
۲۱ - حضرت مولانا بشیر احمد پسروری اور ان کے خلفاء ۲-۰۰
۲۲ - سورہ حجرات (ترجمہ وتشریح) --۶۲
۲۳ - سورہ لقمان --۷۵
۲۴ - اربعین نووی مجلد ۳-۰۰
۲۵ - قصائد حسانؓ شاعر رسولؐ (ترجمہ وتشریح) ۳-۵۰
۲۶ - اِسلامیات لازمی میٹرک پشاور بورڈ (۸۵ صفحات)
۲۷ - اِسلامی جہاد ۱-۰۰
۲۸ - حقوق والدین ۱-۰۰
۲۹ - حقوق اولاد ۱-۵۰
۳۰ - حقوق الجار --۶۴
۳۱ - سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ۱-۰۰
۳۲ - جدید قرآنی قاعدہ --۹۶
۳۳ - جدید قرآنی قاعدہ مساجد --۲۵
۳۴ - دعائیں --۸۰
۳۵ - علمائے ہزارہ (زیر طبع)
۳۶ - علمائے سرحد (زیر طبع)
۳۷ - مولانا غلام ربانی لودھی (زیر طبع)
۳۸ - مولانا عبدالغفور مدنی (زیر طبع)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مضامین

toobaa-elibrary.blogspot.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

کچھ اس کتاب کے بارے میں

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ نے بیسویں صدی میں اسلام کی بہت بڑی خدمت کی ہے، انہوں نے تفسیر قرآن کا درس بھی دیا اور تزکیہ قلوب کی طرف خاص توجہ بھی فرمائی، ان کے تلامذہ اور متعلقین پاکستان اور بیرون ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور اعلیٰ علمی و روحانی خدمات انجام دے رہے ہیں، علامہ علاء الدین صدیقی رئیس الجامعہ پنجاب (سابقًا) تحریر فرماتے ہیں کہ "خدام الدین اور مخدومان ملت کا ایک روحانی قافلہ ہماری آنکھوں کے سامنے گزشتہ چند برسوں میں جہان فانی سے نکل کر راہی ملک بقا ہو گیا، عظمت کا ایک دور تھا جسے آنکھیں پھر نہ دیکھ سکیں گی۔ اس مقدس کارواں میں مفسر، محدث، فقیہہ، اولیاء، اصفیاء سب شامل ہیں، ان میں شیخ التفسیر احمد علیؒ اس لئے خصوصًا قابل ذکر ہیں کہ ماضی قریب میں اس سرچشمۂ فیض سے سیراب ہونے والوں کی وسیع تعداد اطراف و اکناف عالم میں پھیلی ہے، خدمت قرآن حکیم کے اعتبار سے اس زمانے میں شاید ہی کسی بزرگ نے اتنی شہرت پائی ہو۔ پاکستان و ہندوستان سے باہر افریقہ، مشرقِ وسطیٰ، انڈونیشیا اور ملائیشیا میں خود اس احقر کو ان افراد سے ملاقات

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا شرف حاصل ہوا جنہیں اس چشمۂ فیضِ قرآن سے فیض یاب ہونے کی عزت ملی بلکہ بعض اوقات اس ذرّے (راقم الحروف) کو جو اس آفتاب سے تعلق رکھتا ہے وہ باہر کے ممالک میں بھی باعثِ صد عزّت و احترام بنا۔ اُستادی کی شہرتِ علم و عمل اقصائے عالم میں پھیلی ہے۔

مولانا مرحوم نے نصف صدی سے زیادہ کتاب و سنت کی شاندار علمی خدمت انجام دی، درسِ "قرآن حکیم"، درسِ "مشکوٰۃ شریف" و درسِ "حجۃ اللہ البالغہ" ان کی تدریسی خصوصیات میں مشمول تھے، علماء و صلحاء، ماہرین و متخصصین، طالبان شریعت و مشتاقانِ طریقت غرض ہر ذوق کے تشنگانِ علم و دین کو حسب مدارج فہم قرآن حکیم کے معارف سے آشنا کرنا ان کا خاص کمال تھا۔ مغربی علوم کے دلدادگان کو علومِ قرآنی کا عاشق بنا دینا ان کی کرامت تھی عوام کے دلوں میں قرآن کے ساتھ ایک والہانہ دل بستگی پیدا کر دینا ان کی دلنواز شفقت و محبت کا اعجاز تھا۔ ان کی پاکیزہ زندگی میں جذبہ خدمتِ دین و شوقِ حریت کا ایک حسین امتزاج تھا جس نے ایک بے پناہ قوت عمل کی حیثیت سے ہزاروں مردہ دلوں کو شگفتگی عطا کی۔ اس چراغِ روحانیت نے لاکھوں چراغ روشن کر دیئے"[۵]

اس چراغ روحانیت اور اس کے روشن کئے ہوئے لاکھوں چراغ نہیں بلکہ چند چراغوں کا یہ تذکرہ "شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ اور ان کے خلفاء" کے نام سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ یہ میری تقریباً پانچ سالہ محنت کا نتیجہ ہے، یہ تذکرہ بہت پہلے منصۂ شہود پر آ جاتا مگر ہمارے یہ بزرگ چونکہ چھپنے سے چھُپتے ہیں اس لئے میرا بہت سا وقت انہیں منانے میں صرف ہوا۔ ذوبین حضرات کو منانے میں اب بھی کامیاب نہ ہو سکا۔

کتاب کے آغاز میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کی زندگی کا مختصر مگر جامع تذکرہ دیا گیا ہے جو ۸۰ صفحات سے بھی متجاوز ہے۔ اس میں کا مواد، مجھے امید ہے کہ قارئین کرام

---

[۵] محمد یوسف چودھری ایم۔اے: ایک مفسر قرآن: لاہور، ۱۹۷۱ء، مکتبہ یوسفی کراچی محلہ، لاہور چھاونی: پیش لفظ: و فیوض الرحمٰن قاری، ایم۔اے: مولانا مفتی بشیر احمد پسروری اور ان کے خلفاء، لاہور ۱۹۷۴ء صفحہ ۳، ۴ (پیش لفظ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو کہیں کسی کتاب میں یکجا نہیں ملے گا ۔ حضرتؒ پر لکھتے ہوئے قابلِ اعتماد مواد کے سلسلہ میں عبدالحمید خاں صاحب کے مرتبہ "مردِ مومن" سے مدد لی گئی ہے اس لئے کہ اس کے مسودہ کا ابتدائی حصہ خود حضرتؒ کا تصحیح کردہ تھا۔ حضرات خلفاء کے سوانحی تذکروں کا مواد براہِ راست ان سے رابطہ قائم کر کے حاصل کیا گیا، جہاں کوئی مشکل پیش آئی وہاں جانشین شیخ التفسیر ـــــ حضرت مولانا عبیداللہ انور امیر انجمن خدام الدین لاہور سے مدد لی گئی ۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں ان کے اندر "علوم نبیؐ کے ذرات ہوتے ہیں" ان کے ذکر سے اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اس لئے پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ جو کتاب اس نیت کے ساتھ لکھی گئی ہے اُسے اسی جذبہ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں، اگر اس انسانی کوشش میں کوئی کمی دیکھیں تو اس سے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اسے دور کیا جا سکے ۔

اس کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے جب میں نے اُستاذِ محترم حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب سے درخواست کی تو انہوں نے حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروری کی طرف متوجہ کیا کہ "وہ اس کے زیادہ اہل ہیں" چنانچہ میں نے ان کی خدمت میں درخواست کی جسے انہوں نے ازراہِ کرم قبول فرما لیا، میں ان کی اس شفقت و عنایت کا تہہ دل سے ممنون ہوں ۔

برادرم مکرم مولانا قاری محمد عارف صاحب ایم۔ اے (عربی، علوم اسلامیہ، اردو، فارسی)، خطیب مسجد ہاسٹل کے۔ ای میڈیکل کالج لاہور کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا مسودہ پڑھ کر کئی مفید مشوروں سے نوازا۔ بھائی حافظ قاری خالد اقبال صاحب کا بھی ممنون ہوں، جنہوں نے اس کتاب کو نہایت عمدگی کے ساتھ شائع کرنے کی سعی بلیغ کی، اللہ تعالےٰ ان سب بزرگوں کو جزائے خیر دے ۔ آمین ۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت سے پوری امید ہے کہ ان بزرگوں کے مبارک تذکروں کی وجہ سے یہ کتاب بہت پڑھی جائیگی اور قبولیتِ عام حاصل کرے گی رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

فیض الرحمن

۱۸/۴/۱۳۹۴ھ
[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقدیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ ولا نبوۃ بعدہ۔

انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں اجزاء کے لئے تربیت اور تغذیہ کا انتظام فرمایا ہے۔ جہاں تک جسم کی نشوونما کا تعلق ہے اس کے لئے طرح طرح کے اثمار اور مختلف النوع غذائیں پیدا فرمائیں۔

هوالذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناء وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم پ۱ رکوع ۳

وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنا دیا آسمان سے پانی اتارا جس کے ذریعہ پھل نکالے جو تمہارے لئے رزق ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ جسم کی دیگر راحتوں اور آسائشوں کے لئے اس کائنات کے پورے نظام کو انسان کے مفادات کے تابع کر دیا۔ چاند سورج کی گردش ہو یا بحر و بر کے تغیرات۔ فرمایا۔

وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الفلک والنهار لتركبوا فيها

تابع کر دیا تمہارے لئے شمس و قمر کو اور تابع کر دیا سمندر۔ وانہار کو تاکہ تم ان میں سفر کر سکو۔

تر و تازہ ہواؤں سے صحت جسمانی کو مزید تقویت بخشی۔ فرمایا

toobaa-elibrary.blogspot.com

هوالذی ارسل الریاح بشراً بین یدیہ رحمتہ — وہ ذات جس نے تروتازہ ہواؤں کو چلایا جو رحمت اور خوشخبری ہیں۔

غرضیکہ ابتداء آفرینش سے انتہاء زندگی تک بود و باش کا ایک جامع نکمل نظام قائم کر کے واضح الفاظ میں فرمایا۔

وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ پ۱۲ رکوع ۱ — کرہ ارض پر موجود ہر ذی روح کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

جس طرح جسمانی ضروریات کی بدرجہ اتم تکمیل کی گئی اس طرح اللہ رب العزت نے "روح" جو کہ انسان کا اصل اور اعلیٰ جزو ہے کی تربیت و اصلاح کے لئے بھی مربوط و مسلسل نظام قائم فرمایا کیونکہ روح کی اصلاح اور حسن تربیت ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہے اس لئے کہ جہاں تک اکل و شرب کا تعلق ہے اس سے کوئی حیوان مستثنیٰ نہیں۔ ہر حیوان اپنی ضرورت کے مطابق یومیہ خوراک حاصل کر لیتا ہے خواہ جنگل کا درندہ ہو یا ہوا کا پرندہ آبی جانور ہو یا بری ہر جیوان مقررہ روزی حاصل کرتا ہے اور اللہ اسے بہم پہنچاتا ہے۔

تخلیق انسان کا مقصد

انسان کو اگر کوئی چیز ممتاز کرتی ہے تو وہ صرف اس کی روحانی بلندی اور تفوق ہے۔ جس کا مدار معرفت الٰہی ہے۔ اور یہی انسان کی تخلیق کا مقصد اولین و آخرین ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ○ — جنوں اور انسانوں کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

تربیت کا روحانی انتظام

اس اہم ترین مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی اصلاح و تربیت روحانی کے لئے انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا سلسلہ شروع فرمایا جنہیں اولاً خود اخلاق عالیہ اور خلق عظیم سے سرفراز فرمایا۔ پھر دیگر بنی نوع انسان کے لئے ہادی و راہنما بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ سلسلہ اس قدر وسیع کہ کوئی قوم نبی اور رسول سے خالی نہ رہی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورِ اولیاءِ کرام

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی وساطت امتِ الٰہی اور اس کی ذمہ داریاں بعد میں آنے والے حضرات اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے سنبھالیں۔ اس سلسلہ میں مکہ کے حضرت عبدالعزیز کندیؒ ہوں یا مدینہ کے امام احمد و مالک۔ کوفہ کے امام ابو حنیفہ ہوں یا بغداد کے حضرت امام عبدالقادر جیلانی سلطان الاولیاء حضرت ابراہیم ادہم ہوں یا حضرت بایزید بسطامی۔ مفکرِ اسلام حضرت امام غزالی ہوں یا مجاہدِ ملت حضرت امام ابن تیمیہ سبھی حضرات نے اپنے اپنے زمانہ میں شمع نبوت کو نہایت تابناکی سے منور کرکے رکھا۔ امتِ مسلمہ ہمیشہ ان کی سیرتوں سے راہنمائی حاصل کرتی رہے گی۔

اسی طرح بلاد الہند میں امتِ مسلمہ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کو تا ابد ممنون احسان رہے گی جنہوں نے تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ ۹۰ لاکھ افراد کو مشرف باسلام کیا۔ انہی کی متابعت میں ہندوستان میں حضرت خواجہ بختیار کاکی اور آپ کے ہم عصر حضرت شاہ عبدالرحیمؒ نے کفرستان میں اسلام کی روح پھونکی۔ اور پھر آپ کے ہی صاحبزادے حضرت شاہ قطب الدین صاحبؒ جو اپنی ملکوتی سیرت کی بنا پر دنیا میں ولی اللہ کے نام سے مشہور ہوئے نے اس دعوت کو عام و تام کیا۔ آپ کی قوتِ ایمانی نے جہانگیر کے پایۂ تخت کو ہلا کر رکھ دیا۔ آپ کی دعوت اسلامی کی تحریک۔ تحریک ولی اللٰہی کے نام سے مشہور ہوئی۔ جس سے پورے ہندوستان میں اسلام کی شمع روشن ہوئی۔ ہندوستان میں اسلام کے فروغ کا سہرا انہی کے سر ہے۔ اسی سلسلۃ الذہب میں زبدۃ الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری کی ذات گرامی ہے۔ حضرت شیخ التفسیر سرتاج الاولیاء حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ کے خلیفہ اعظم اور امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے معتمد خصوصی تھے امام انقلاب حضرت مولانا سندھیؒ کی سرپرستی میں آپ نے آزادی وطن کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا آغاز الشباب سے انگریز کے خلاف مجاہدین آزادی کی قیادت کی۔ اسی پاداش میں آپ کو لاہور نظر بند کر دیا گیا۔

مگر اس قید تنہائی میں بھی آپ نے اپنے فن کو جاری رکھا۔ اور پچیس تیس سال سے زائد عرصہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر! کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں ہماری طرف سے ڈرانے والا (پیغمبر) نہ گزرا ہو۔

ان سب کا مقصد وحید صرف یہی تھا کہ منبع خیرات وحسنات عقیدہ توحید الٰہی کے ذریعہ مخلوق کو دارین کی سعادت اور خوشنودی سے بہرہ ور فرماتا ہیں۔

انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا اور جب روح کی اصلاح کی تمام تر تعلیمات اور تربیت روحانی کے تمام تر تقاضے مکمل ہو چکے تو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے ختم کر دیا گیا اور وہ چار فرائض یعنی تعلیم کتاب، تلاوت آیات تفہیم حکمت اور تزکیۂ قلوب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام پر لازم تھے۔ اب علماء و اولیاء امت کے سپرد کر دیئے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل! اور ہم دیکھتے ہیں کہ وارثان علوم نبوی اس ذمہ داری سے کما حقہ عہدہ برآ ہوئے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی وہ جماعت ہے جس نے مشکوٰۃ نبوت

دور صحابہؓ سے براہ راست روشنی حاصل کی اور علوم نبوت سے بلا واسطہ فیض یاب ہوئے۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس مقدس جماعت نے اپنے تمام تر وسائل ترویج وتبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیئے۔ یہ دور اس قدر روشن وخندہ ہے کہ ان کے بعد امت میں کہیں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پوری دنیا امن وسکون کا گہوارہ بن گئی ہم آہنگی کی ایسی فضا قائم ہوئی کہ قریشی وغیر قریشی تو کجا عربی وغیر عربی کا امتیاز بھی اٹھ گیا۔ تعلیمات الہیہ کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلایا۔ روحانی جلا اور بلندی کی ایسی نظیر ہمیں دنیا کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ یہ مقام اس کا متحمل نہیں کہ ہم صحابہ کرام کے زریں کارناموں کو ذکر کریں سیر وسوانح صحابہ آج بھی اس پر شاہد ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہمارا اسلام کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہونا انہی پاکیزہ نفوس کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ صحابہ اور تابعین ہوں یا تبع تابعین ہر جماعت نے ان چاروں مناصب نبوت کی ادائیگی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

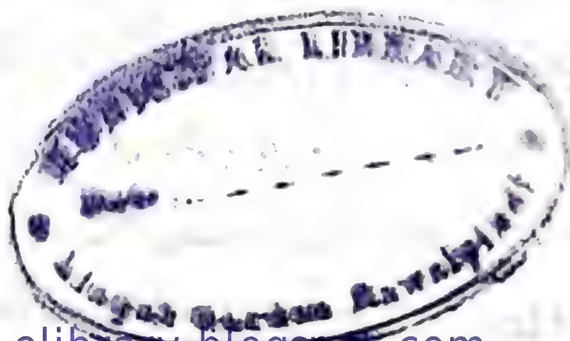
toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں ہزاروں فرزندان توحید کے سینوں کو دعوت قرآنی کے نور سے منور کیا۔ زیر نظر کتاب عصر حاضر کے اسی جلیل القدر ولی اور میدان کارزار کے عظیم مجاہد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی مکمل "حیات طیبہ" ہے جسے ملک کے نامور مصنف، ادیب سلطان القلم مولانا حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب قادری ایم۔ اے (عربی، فارسی اردو اسلامیات) صدر شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد نے انتہائی محنت و کاوش سے مرتب کیا ہے۔ کتاب میں آپ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کی ملکی و ملی خدمات، اظہار حق کی پاداش میں پیش آمدہ مصائب اور شب و روز کی ریاضت و عبادت کا خاکہ قرآنی دعوت کے وسیع ترین اثرات و ثمرات کو بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے کتاب کی افادیت اس سے اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ اس میں حضرت شیخ التفسیر کے بعض خلفاء کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

اس طرح اس سے ایک شخصیت کی ہی نہیں بلکہ ایک عہد اور ایک عصر کی تاریخ ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو عموماً اور حضرت کے متوسلین کو خصوصاً اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اللہ رب العزت عزیز محترم سلطان القلم حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب قادری سلمہ ربہ کو اس عظیم کارنامہ پر جزائے خیر مرحمت فرمائیں اور ان کی دیگر تصنیفات کی طرح اس کو بھی قبولیت عامہ سے نوازیں۔ آمین

:- مفتی بشیر احمد خطیب شاہی مسجد پسرور ضلع سیالکوٹ :-



toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا سراپا

"موزون قد و قامت پھرتیلا و رشی جسم کھلتی ہوئی گندمی رنگت فراخ پیشانی روشن مقناطیسی آنکھیں گول چہرے پر لامبی براق ڈاڑھی آواز میں نرمی و شیرینی اور تمکنت رفتار باوقار شفقت و ریاضت کے عادی پیرا کی و نشانہ بازی میں طاق زود نویس اور خوش خط اجلے سپید کھدر میں ملبوس تکلفات سے بے نیاز سادگی و قناعت تقویٰ و طہارت کی قرون اولی کی چلتی پھرتی تصویر سرتاپا زہد و عبادت اور مجسمہ علم و عمل ہمہ وقت ذاکر و شاغل حامل سنت قاطع بدعت قانون وقت اور وعدہ کے انتہائی پابند کالجوں اور دینی مدارس کے طلباء سے قلبی لگاؤ اور یکساں محبت و شفقت طبعاً گوشہ نشین اور خلوت پسند سفر و حضر میں عقیدت مندوں مریدوں اور شاگردوں کے جھرمٹ میں ہمیشہ گھرے رہتے ماں باپ کی طرح مشفق و مہربان ہر کسی سے خندہ روئی اور لطف و مروت سے پیش آتے کثرت امراض اور عدیم الفرصتی کے باوصف پاک و ہند افغانستان و قبائل کا کوئی قابل ذکر مقام ایسا نہیں جہاں جا کر تبلیغ اور ذکر و فکر کی تلقین نہ کی ہو۔ علی الخصوص سرحد و بلوچستان کراچی بہاولپور اندرون سندھ تو دم واپسین تک ان کی تبلیغی سرگرمیوں کا محور و مرکز رہے عربی و فارسی اردو پنجابی اور ٹھیٹھ سندھی زبان میں بے تکلف گھنٹوں تقریر کر کے مخالفوں کو گرویدہ بنا لیتے اور انگریزی تحریر و تقریر پر بھی قدرت رکھتے بری بحری اور فضائی راستوں سے چودہ بار مع اہل و عیال زیارت حرمین شریفین سے مستنیر و مشرف ہوئے متعدد زبانوں میں سینکڑوں کتابوں کے مترجم و مصنف و ناشر جن کی اشاعت لاکھوں تک پہنچی اور مشرق و مغرب میں لاکھوں کی اصلاح و ہدایت کا باعث بنی قرآن حکیم کا سندھی اردو ترجمہ و تفسیر اور احادیث نبوی کے تراجم و تشریح زیادہ مشہور و مقبول ہوئے انگریزی

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں وہاں "اسلام" انٹرنیشنل گزشتہ جنگ عظیم تک جاری رہا جس میں علامہ اقبالؒ سب سے زیادہ دلچسپی لیتے تھے برطانوی دور میں اس کی جبری بندش کے بعد ہفتگی "خدام الدین" اور "ترجمان اسلام" جاری کئے جنہوں نے تبلیغی و سیاسی معرکے سر کئے اور انشاء اللہ قیامت تک یہ سلسلے اسلام اور اس کی شوکت و عظمت کے ڈنکے بجاتے رہیں گے اور یہ ہیں ہمارے ملک کی عظیم دینی و سیاسی شخصیت اور ہمارے محبوب روحانی مرشد و قائد شیخ الاسلام امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علیؒ مفسر قرآن لاہوری جو اعلاءِ کلمۃ الحق اور اسلام کے لئے زندہ رہے اور خدائی آخری عظیم و مقدس کتاب قرآن پر سو جان سے نثار و قربان ہو گئے جنہوں نے امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ سے اکتساب علم کیا اور ایک جہان کو قرآنی علم و حکمت سے فیض یاب کیا جنہوں نے حضرت دین پوریؒ حضرت امروٹیؒ کے دست حق پرست پر بیعت جہاد کی اور منصب خلافت و امامت پر فائز ہوئے۔ جو الحب للہ والبغض فی اللہ کی اس دور میں زندہ مثال تھے جنہوں نے تحریک ہجرت و ریشمی رومال تحریک آزادی و استخلاص وطن کشمیر ایجی ٹیشن اور عقیدۂ تحفظ ختم نبوت کی خاطر جوانی کا بہترین حصہ جیل ریل اور نظر بندی کی نذر کر دیا اور جن کے شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی شاہ عبد القادر رائے پوری محدث اعظم بخاریٔ عصر علامہ انور شاہ کاشمیریؒ حضرت مولانا محمد صادق کراچی مفتی کفایت اللہ حکیم اجمل خان امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی سے جگری اور مثالی تعلقات تھے اور ناموس رسالت کی حفاظت و صیانت کی لگن سے باہم خواجہ تاش تھے اور ہم مشرب و ہم راز تھے حق تعالیٰ ان یاران حق حریت اور حاملین دین متین اور ان کے نام لیواؤں پر ہمیشہ اپنی رحمتوں کی بارشیں نچھاور فرمائیں۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔"

لہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ التفسیر حضرت احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

○ احمد علی، مولانا۔ ۱۸۸۶ھ - ۱۹۶۲ء

= جید عالم دین اور مفسر قرآن

قصبہ جلال آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالحق اور مولانا عبیداللہ سندھی سے دینی تعلیم حاصل کی، بعدازاں مولانا سندھیؒ آپ کو اپنے ہمراہ دہلی لے گئے اور اپنی جانشینی کی سند عطا کی۔

۱۹۱۷ء میں مولانا احمد علیؒ نے لاہور آکر بیرون شیرانوالہ سکونت اختیار کی اور مسجد لائن سبحان خاں میں درس قرآن شروع کیا، ۱۹۲۱ء میں ہجرت کرکے کابل چلے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آگئے اور دوبارہ درس و تدریس میں مصروف ہوگئے۔

۱۹۲۲ء میں انجمن خدام الدین اور ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم کی بنیاد رکھی۔

مفسرین قرآن میں مولانا کا پایہ بہت بلند ہے، پاکستان و بیرونی ممالک کے تقریباً چار پانچ ہزار علماء نے آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آپ کی تفسیرِ قرآن ان چند تفاسیر میں سے ہے جنہیں مستند اور جامع و مانع سمجھا جاتا ہے۔ درس و تدریس اور اشاعتِ اسلام کے ساتھ ساتھ مولانا نے جنگِ آزادی میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ اور اس سلسلہ میں سات

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرتبہ قید ہوئے۔ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو لاہور میں انتقال کیا[1]۔

○ "حضرت مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور جو تفسیر اور ترجمہ قرآن کے درس میں غیر فانی شہرت کے مالک تھے، ان کے تلامذہ اور مستفیضین کی تعداد جو تمام ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے ہزاروں سے بھی متجاوز رہے[2]۔"

○ "حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری جو اپنے شہرہ آفاق درس قرآن، اصلاح عقائد کے عظیم الشان کام، مؤثر و مقبول مواعظ اور مخلصانہ دینی خدمتوں کی بنا پر پاکستان میں مقبول عام و خاص تھے، اپنے زمانہ کے بہت بڑے شیوخ طریقت میں سے بھی تھے۔ قوت نسبت، باطنی ادراک اور روشن ضمیری میں اس زمانہ میں ان کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے[3]۔"

○ "مولانا کی زندگی مسلمانان عالم کے لئے ایک پیغام ہے، وہ ایک خود آگاہ و خدا مست عالم، صوفی اور درویش تھے اور انہوں نے اپنی مثال کا ایسا نمونہ چھوڑا ہے جس کی تقلید ہر مسلمان کے لئے باعث فخر قرار دی جا سکتی ہے[4]۔"

○ "زمانے میں بڑے بڑے لوگ آتے رہیں گے مگر احمد علی کم پیدا ہونگے۔" (ڈاکٹر سید عبداللہ)

○ دلیل اسوۂ پیغمبری کو دیکھا تھا
نہیں ہے کم یہ سعادت میری نظر کیلئے
زفرق تا بقدم زندگی کو دیکھا تھا
بہت قریب سے احمد علی کو دیکھا تھا
} (ملک احمد اعوان اختر)

سینوں میں سوز عشق و وفا عام کر گیا
تفویض جو ہوا تھا اسے کام کر گیا
} (احسان دانش)

ہر چند زندگی میں بڑے کام کر گئے
ماتھے پیمبروں کے پسینے میں تر کئے
اللہ اس پہ لطف و عطا و کرم کرے
اسکے سکون روح کا سامان بہم کرے

آپ کی زندگی اور کارناموں کی ایک جھلک آئندہ صفحات میں مطالعہ فرمایئے۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا فیروز سنز لاہور نیو ایڈیشن صفحہ ۷۲
[2] علمائے حق حصہ دوم صفحہ ۱۵۰
[3] مولانا ابو الحسن ندوی: سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائپوری: لکھنو صفحہ ۳۱۵
[4] قاضی محمد عادل سابق ایڈیٹر روزنامہ زمیندار، لاہور: الفرقان: ماہنامہ لکھنو ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ صفحہ ۵۶ مئی ۱۹۶۲ء/۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

خاندان اللہ تعالیٰ نے پنجاب کے دو ملحقہ اضلاع گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے ایک ہی خاندان کے دو غیر مسلم گھرانوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ قصبہ جلال گوجرانوالہ کے یہ نو مسلم بزرگ جناب شیخ حبیب اللہ صاحب اور قصبہ چیانوالی ضلع سیالکوٹ کے مولانا عبید اللہ سندھی تھے۔

شیخ حبیب اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے[1] جن میں سب سے زیادہ شہرت سب سے بڑے فرزند شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ نے پائی۔

ولادت آپ ۲ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ کو جناب شیخ حبیب اللہ صاحب کے گھر قصبہ "جلال" میں پیدا ہوئے۔ یہ قصبہ لاہور سے راولپنڈی آنے والی ریلوے لائن پر ضلع گوجرانوالہ میں گکھڑ ریلوے اسٹیشن سے شرقی جانب چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کے والد ماجد نہایت صالح اور سلسلہ چشتیہ میں منسلک تھے، والدہ ماجدہ پیدائشی مسلمان اور صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ آپ کے والدین نے آپ کی ولادت سے قبل ہی یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فرزند عطا فرمایا تو اسے خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیں گے۔ آپ کی ولادت کے بعد اس فیصلہ پر عمل کیا گیا۔

ابتدائی تعلیم قرآن مجید آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ پھر آپ کو سکول میں داخل کروا دیا گیا۔ سکول کی ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے آبائی گاؤں "جلال" سے ایک میل دور ایک دوسرے گاؤں "کوٹ سعد اللہ" میں حاصل کی آپ کے والد صاحب کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ انہوں نے اپنوں کی اسلام دشمنی کے باعث قصبہ جلال کی سکونت ترک کر کے موضع "باہو چک" میں رہائش اختیار کر لی، یہ گاؤں قصبہ جلال سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ تھا اس لئے آپ کو ایک قریبی قصبہ "تلونڈی کھجور والی" کے سکول میں داخل کروا دیا

---

[1] (۱) مولانا احمد علیؒ صاحب (۲) مولانا حافظ محمد علی صاحب، (۳) مولوی عزیز احمد صاحب۔ (۴) اور حکیم رشید احمد صاحب ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا جہاں آپ نے پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی۔

پھر آپ کے والد صاحب نے آپ کو مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ کے حلقۂ درس میں داخل کرادیا۔ جہاں نصاب فارسی سے آپ کی دینی تعلیم کا آغاز ہوا۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے آپ کو اپنے دونوں بیٹوں محمد ابراہیم اور محمد اسمٰعیل کی طرح اپنے گھر میں رکھا اور بکمالِ شفقت آپ کو پڑھاتے رہے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی خاص خیال کرتے تھے۔ اس دوران آپ کبھی کبھی اپنے والدین سے ملنے کے لئے اپنے گاؤں بھی تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت سندھیؒ کی خدمت میں

گوجرانوالہ آئے ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فراغت دارالعلوم دیوبند کے بعد، شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ارشاد کے مطابق دینی کتب کے مطالعہ و تدریس کے سلسلہ میں سندھ جاتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ سے ملنے کے لئے سیالکوٹ آئے، ان کی والدہ نے ان سے حضرتؒ کے والد ماجد جناب شیخ حبیب اللہ صاحب کے قبول اسلام اور دینی شغف کا تذکرہ کیا اور مولانا سندھیؒ کو ان سے ملانے کے لئے "باہو چک" ہمراہ لائیں۔ آپ کے والد ماجد نے آپ کو حضرت سندھیؒ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا "یہ بچہ میں نے دین کے لئے وقف کیا ہے، اسے قبول کیجئے"۔ مولانا سندھیؒ نے بخوشی آپ کو اپنی تربیت میں لے لیا اور جاتے ہوئے آپ کو اپنے ساتھ سندھ لے گئے۔

ابھی آپ نو سال کے تھے کہ حضرت والد صاحب انتقال فرما گئے، چونکہ آپ کے والد صاحب اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے درمیان قرابت داری کے تعلقات تھے اس لئے ان کی وفات کے بعد سندھ کے ولی کامل حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوریؒ نے آپ کی والدہ ماجدہ کا نکاح ثانی حضرت سندھی سے کردیا اور اس طرح حضرت سندھی آپ کے سوتیلے باپ بھی ہوگئے۔ آپ کے علاوہ آپ کے دوسرے بھائی بھی بچپن ہی سے حضرت سندھیؒ کی تربیت میں آگئے۔ مولانا سندھیؒ کی پہلی اہلیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

فوت ہو چکی تھیں یہ دوسرا نکاح محض تکمیل سنت اور تعمیل ارشاد مرشد تھا۔ اس عقد ثانی سے مولانا سندھیؒ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی اور اور نہ آپ کی والدہ ماجدہ نکاح کے بعد زیادہ عرصہ تک زندہ رہیں، چنانچہ کم سنی میں ہی والد صاحب کی طرح والدہ صاحبہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔

حضرت سندھیؒ سخت مزاج تھے، ہر وقت آپ کو مصروف رکھتے، گھر کی ہر ضرورت کیلئے آپ ہی کو کام کرنا پڑتا۔ جنگل سے لکڑیاں لانا، پانی بھرنا، اپنے چھوٹے بھائیوں اور مولانا سندھیؒ کے کپڑے دھونا یہ سب کام آپ کے فرائض میں داخل تھے۔ مولانا سندھیؒ کے گھر سے صرف دو روٹیاں آتیں ایک وہ خود کھا لیتے دوسری آپ کو دے دیتے، جب کبھی آپ کی طبیعت سیر نہ ہوتی اور تقاضا شدید صورت اختیار کر لیتا تو جنگل کی پھلیاں کھا کر آپ پیٹ بھر لیتے، حضرت سندھیؒ کی خدمت کا یہ سلسلہ قیام دہلی اور نظارۃ المعارف میں تدریس کے ابتدائی زمانے تک جاری رہا۔ آپ کی یہ پامشقت زندگی دراصل آنے والی زندگی کے لئے ایک مجاہدانہ ٹریننگ تھی جس کے نتیجہ میں آپ کو پیش آنے والی مشکلات کبھی مشکلات نظر نہ آئیں۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج ؎
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ سب آساں ہو گئیں۔

سلسلہ قادریہ میں بیعت

سندھ کے مشائخ میں سے حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوریؒ بہت بلند مقام کے مالک تھے، حضرت سندھی کے ہمراہ سفر امروٹ شریف کے دوران جب آپ دین پور شریف پہنچے تو حضرت دین پوریؒ نے ازراہ شفقت آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت کر کے اللہ کے نام کی تلقین کی، یہ غالباً ۱۸۹۵ء کی بات ہے۔ اس طرح تعلیم کتاب اللہ اور تزکیہ باطن دونوں ساتھ ساتھ شروع ہوئے۔ دین پور سے ہوتے ہوئے آپ امروٹ شریف پہنچے اور پھر امروٹ شریف سے گوٹھ پیر جھنڈا ضلع نواب شاہ میں منتقل ہو گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فراغت

۱۳۱۹ھ میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھیؒ نے گوٹھ پیر جھنڈا ضلع نواب شاہ میں سجادہ نشین گوٹھ پیر جھنڈا جناب مولانا پیر رشد اللہ صاحب کے تعاون سے "دار الارشاد" کی بنیاد رکھی، حضرت سندھیؒ پہلے تنہا یہاں تشریف لائے تھے بعد میں انہوں نے آپ کو بھی امروٹ[1] شریف سے اپنے پاس بلالیا۔

یہیں چھ سات سال کے عرصہ میں آپ نے حضرت سندھیؒ سے تمام علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ دار الارشاد سے فارغ ہونے والی ۵ اشخاص پر مشتمل اوّلین جماعت میں پہلا نام نامی آپ کا تھا۔ ۱۳۲۶ھ میں جلسہ دستار بندی کی صدارت کے لئے بھوپال سے شیخ حسین ابن محسن انصاری یمنی تشریف لائے، وہ اتنے کمزور تھے کہ انہیں اسٹیشن سے گوٹھ پیر جھنڈا پالکی میں بٹھا کر لایا گیا۔ اسی سال (۱۳۲۶ھ) میں آپ کو سند فراغت عطا کی گئی اور دستارِ فضیلت بھی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد حضرت سندھیؒ نے آپ کو اسی مدرسہ میں مدرس مقرر کر دیا، یہاں آپ نے تین سال تک درس نظامی کی کتابیں پڑھائیں۔

پہلی شادی

دار الارشاد میں تدریس کے دوران ہی حضرت سندھیؒ نے پہلی اہلیہ سے اپنی صاحبزادی مریم بی بی کا نکاح آپ سے کر دیا، شادی کے قریباً ایک سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا "حسن" نام رکھا گیا، ساتویں دن "حسن" نے اور آٹھویں دن اس کی والدہ نے انتقال کیا۔ دونوں کے مزار گوٹھ پیر جھنڈا میں ہیں جہاں آپ کی والدہ ماجدہ بھی آرام فرما ہیں،

دوسری شادی

پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد بے شمار رشتے آئے مگر حضرت سندھیؒ کو پسند نہ آئے۔ انہی دنوں چکوال کے مولانا ابو محمد احمد صاحبؒ نے مولانا سندھیؒ کو لکھا کہ وہ اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ مولانا ابو محمد احمد صاحب دار العلوم دیوبند کے فاضل، قطب الارشاد حضرت

---

[1] حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوری اور حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹی دونوں ایک چشمہ سے سیراب ہوئے یعنی دونوں حضرت حافظ محمد صدیق کے خلفاء میں سے تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے شاگرد حضرت سندھیؒ کے ہم درس اور جمعیۃ الانصار کے سرگرم رکن تھے۔ لاہور کشمیری بازار کی مسجد صوفی کے خطیب تھے، طبع ہونے والی کتابوں کی تصحیح سے گزر اوقات کیا کرتے۔ حضرت سندھی نے اس رشتہ کو پسند فرمایا اور محرم الحرام ۱۳۳۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے مبارک ہاتھوں رسم نکاح خوانی انجام پائی۔

نواب شاہ میں

حضرت سندھیؒ کو حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم دیوبند طلب فرمالیا، ان کی عدم موجودگی میں مدرسہ دارالارشاد کا انتظام آپ ہی کے ہاتھ میں رہا۔ مگر بعد میں بعض مصالح کی وجہ سے آپ نے دارالارشاد سے علیحدگی اختیار کر کے حضرت سندھیؒ کے حکم پر نواب شاہ میں ایک مدرسہ قائم کیا، حضرت سندھیؒ نے اپنے دو شاگردوں مولانا عبداللہ لغاری اور مولانا محمد صالح کو آپ کے ساتھ درس و تدریس کرنے پر مامور فرمادیا۔ نواب شاہ کا یہ مدرسہ ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا کہ حضرت سندھیؒ نے آپ کو "نظارۃ المعارف القرآنیہ" دہلی کے لئے طلب فرما لیا۔ دیوبند میں جمعیۃ الانصار[1] کے قیام کے چار سال بعد حضرت شیخ الہندؒ ہی کے ایماء پر حضرت سندھیؒ نے دہلی میں "نظارۃ المعارف القرآنیہ" کی بنیاد رکھی تھی، اس کا دفتر مسجد فتحپوری دہلی میں تھا۔ آپ بھی اس سے منسلک ہو گئے۔

"یہ مدرسہ نظارۃ المعارف انگریز کی نظر میں کھٹکتا ہوا کانٹا تھا اس لئے کہ رولٹ ایکٹ کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مدرسہ نظارۃ المعارف کے قیام سے مقصود ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی ولولہ اور جنگی جوش پیدا کرنا اور ان کو فریضۂ جہاد کی ادائیگی پر آمادہ

---

[1] مولانا سندھی لکھتے ہیں کہ "۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے دیوبند طلب فرمایا اور مفصل حالات سن کر دیوبند رہ کر کام کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قائم رہے گا۔ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس جمعیۃ کی تحریک و تاسیس میں مولانا ابو محمد احمد لاہوری اور عزیزی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے۔" (ذاتی ڈائری از مولانا عبید اللہ سندھی مطبوعہ ادبستان لاہور ۱۹۴۶ء صفحہ ۲۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرنا تھا، اس رپورٹ کے مطابق حضرت مولانا محمود حسن کا اصل پروگرام یہ تھا کہ اسلامی طاقتوں کا ہندوستان پر زبردست حملہ ہو اور ہندوستانی مسلمان اندرونی بغاوت سے اسے تقویت پہنچائیں۔" (مرد مومن ص۲۱)

آگرہ کا تبلیغی سفر

آریہ کی شدھی اور سنگھٹن تحریکات کا رد کرنے کے لئے حضرت سندھیؒ نے تین علماء کی جو جماعت منتخب فرمائی اس میں آپکے ساتھ مولانا علی اسد اللہ مرحوم اور حکیم مولانا فضل الرحمن صاحب بھی شامل تھے۔ مولانا سندھیؒ اس جماعت کے ساتھ آگرہ آئے اور ان کے علاقے متعین کر کے واپس چلے گئے۔ حضرتؒ نے سفر آگرہ میں پچیس ۲۵ دیہات کا دورہ کیا مگر سوائے ایک بستی کے کہیں مسجد نہ پائی۔ یہ لوگ اسلامی حکومت کے عہد میں مسلمان ہوئے تھے مگر اسلامی تعلیم و تربیت سے بالکل ناآشنا تھے، یہاں آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کی، لوگوں کے غیر اسلامی نام تبدیل کر کے اسلامی نام رکھے اور انہیں کلمہ پڑھاتے رہے۔

علیگڑھ میں

نظارہ کی ایک جماعت کے پانچ گریجویٹوں میں ایک انیس احمد بھی تھے جو آپ سے علم صرف پڑھا کرتے تھے ان کے والد مولوی .... ادریس احمد علی گڑھ کالج میں ایک ممتاز عہدہ پر فائز تھے انہیں ایک عربی کے عالم کی ضرورت تھی مولانا سندھیؒ نے ان کی التماس پر آپکو مع اہل و عیال ان دانیس احمد کے ساتھ علی گڑھ بھیج دیا مگر ایک ماہ کے قیام کے بعد نظارۃ المعارف دہلی کو ترجیح دیتے ہوئے واپس دہلی تشریف لے آئے۔

خلافت:۔ آپکے دو روحانی مربی تھے۔ حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوریؒ اور حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ۔ آپ گوناگون مصروفیات کے باوجود ان کے ہاں حاضر ہو کر ان سے روحانی اسباق کی تکمیل کرتے رہے۔ تکمیل کے بعد حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ نے آپکو اجازت بیعت وارشاد سے نوازا اور حضرت دین پوریؒ نے اس خلافت کی تصدیق فرمائی۔

کچھ عرصہ بعد حضرت دین پوریؒ نے بھی آپکو خرقہ خلافت سے نوازا۔ یہ خلافت اس لحاظ سے نہایت اونچا مقام رکھتی ہے کہ حضرت دین پوریؒ نے آپ کے علاوہ کسی کو خلافت نہیں دی۔[1]

---

[1] بحسب روایت مولانا عبدالہادی جانشین حضرت دین پوریؒ (بحوالہ مرد مومن ص۲۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شیخ التفسیر انگریزی سی آئی ڈی کی نظر میں

"احمد علی مولوی نائب ناظم نظارۃ المعارف، پسر شیخ حبیب اللہ آف بابو چک[1] ضلع گوجرانوالہ۔ سندھ میں مولوی عبید اللہ کی نگرانی میں تعلیم پائی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسہ گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدر آباد سندھ میں استاد مقرر کیا گیا۔ بعد میں اس کو اسی عہدہ پر نواب شاہ میں عبید اللہ کے قائم کردہ دوسرے اسکول میں منتقل کر دیا گیا۔ جب دلی میں نظارۃ المعارف القرآنیہ قائم ہوا تو کچھ دن احمد علی طالب علم رہا لیکن وہ جلد ہی پروفیسر بن گیا بالآخر اُسے نظارۃ المعارف کا ناظم بنا دیا گیا۔

۱۔ مولوی عبید اللہ سندھی کابل میں مولوی عبید اللہ سے جو فتاوی اور خطوط لایا تھا وہ ایم احمد علی کے لئے تھے جس نے تمام خطوط وغیرہ مکتوب الیہم میں ٹھیک تقسیم کر دیئے تھے۔ اس کا رابطہ محی الدین عرف برکت علی بی۔ اے آف قصور، خواجہ عبدالحی آف گورداسپور، ڈاکٹر صدرالدین، ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی وغیرہ وغیرہ سے تھا۔

راہوں ضلع گورداسپور سے اُسے آنے جانے کی ممانعت کر دی گئی تھی، بعد میں ضمانت پر اُسے مارچ ۱۹۱۷ء میں رہا کر دیا گیا تھا۔

۲۔ جنودِ ربانیہ کی فہرست میں وہ کرنل ہے۔

بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ ایم احمد علی اتحاد اسلامی کی سازشِ جہاد کا ایک سرگرم ممبر تھا۔ نظارۃ المعارف میں اس کی رہائش گاہ وقتاً فوقتاً سازشیوں کے لئے ملنے اور سازشیں گھڑنے کے لئے مرکز کا کام دیتی تھی اور آزاد علاقہ کو جانے اور وہاں سے آنے والے سازشی اس میں ٹھہرا کرتے تھے[2]۔"

---

[1] آپ کے آبائی گاؤں کا نام جلال ہے۔

[2] رپورٹ سی آئی ڈی ریشمی خطوط سازش کیس بحوالہ "تحریک شیخ الہند" انگریزی سرکار کی زبان میں۔ اور کون کیا تھا۔ انڈیا آفس لندن میں محفوظ ریکارڈ کا اردو ترجمہ۔ از مولانا سید محمد میاں دہلوی: ص ۳۹۱، بار اول، لاہور، نومبر ۱۹۷۵ء، مکتبہ رشیدیہ ۳۲۔ اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیاست کے میدان میں

ریشمی رومال کی تحریک

جمعیۃ الانصار دیوبند، نظارۃ المعارف دہلی اور ریشمی خطوط کی تحریکیں دراصل اس عظیم انقلابی پروگرام کی تین اہم کڑیاں تھیں جنہیں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ نے اتحاد عالم اسلام اور آزادئ ہند کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ حضرت شیخ الہند مولانا سندھی کو کابل میں، آپ کو دہلی میں چھوڑ کر خود حجاز تشریف لے گئے، مولانا محمد میاں انصاری تحریک کے رابطہ افسر ہونے کے علاوہ ہندوستان اور آزاد قبائل میں تحریک آزادی کے نقیب اور محرک قرار پائے۔

۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہندؒ اپنی تحریک کی تائید میں غازی انور پاشا اور حجاز کے گورنر غالب پاشا کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، ان اکابر نے افغانستان اور آزاد قبائل کے باشندگان سے برطانیہ کے خلاف جہاد کی اپیلیں جاری کیں جو ایک حد تک کامیاب رہیں۔

حضرت مولانا محمد میاں انصاری تحریک کے آخری مراحل میں ان اکابر کے پیغامات لے کر حجاز سے ہندوستان آئے اور انہوں نے ہندوستان، قبائلی علاقہ اور افغانستان

لے حسب روایت مولانا عبدالہادی جانشین حضرت دین پوریؒ (بحوالہ مرد مومن صہ ۲۴)

لے ۱۹۰۹ء میں مولانا سندھیؒ دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ سے جمعیۃ الانصارؒ کی بنیاد ڈالی، اس کا مقصد ملک اور بیرون ملک میں موجود فضلائے دیوبند کی تنظیم کرنا تھا، مولانا سندھیؒ اور ان کے رفقائے کار کی کوششوں سے جمعیۃ بے حد مقبول ہوئی۔ ۱۵، ۱۶، ۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء کو مراد آباد میں جمعیۃ کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے جن میں تقریباً تیس ہزار مسلمانوں نے شرکت کی، اتنا عظیم اجتماع پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں نہایت وسیع پیمانہ پر ان اپیلوں کی تشہیر کی یہ اپیلیں زرد ریشمی کپڑے پر لکھی ہوئی تھیں۔ تحریک کے تمام کارکن آپس میں زرد ریشمی کپڑے پر تحریر کر کے ارسال کیا کرتے تھے ۹ جولائی ۱۹۱۶ء کو مولانا محمد میاں نے تحریک سے متعلق ایک مفصل رپورٹ حیدر آباد سندھ کے شیخ عبدالرحیم کی معرفت حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حجاز روانہ کی، یہ رپورٹ بھی زرد ریشمی رومال پر تحریر تھی اور اس میں ترکی وفود کے ورود کابل، مجاہدین ہند کی نقل و حرکت اور اشاعت تحریک جہاد کی نسبت تفصیلات درج تھیں۔ رپورٹ میں آزاد حکومت ہند کے قیام کی تجویز اور خدائی فوج کی مجوزہ تشکیل کا پورا خاکہ بھی درج تھا، اس فوج کا ہیڈ کوارٹر کابل، اور مرکز مدینہ منورہ تھا (حزب اللہ) کمانڈر انچیف حضرت شیخ الہند تھے۔ کابل میں تمام کام مولانا سندھیؒ کی زیر سرکردگی ہونا طے پایا تھا ان کے علاوہ بارہ کمانڈروں اور بہت سے اعلیٰ فوجی افسروں کے نام بھی مذکور تھے۔

یہ اہم دستاویز بد قسمتی سے برطانوی حکومت کے ہاتھ لگ گئی اور اس طرح اگست ۱۹۱۶ء میں اس تحریکِ جہاد کا انکشاف ہو گیا جسے انگریزوں نے ریشمی خطوط کی سازش کا نام دیا۔

تحریک کے انکشاف کے بعد سرکردہ رہنماؤں اور چیدہ چیدہ کارکنوں کی گرفتاریوں اور نظر بندیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، حضرت شیخ الہندؒ کو حجاز میں گرفتار کر لیا گیا، اور آپ کو دہلی سے گرفتار کر کے مختلف مقامات (دہلی، جالندھر، وغیرہ) میں نظر بند رکھا گیا، اسی طرح آپ کے ہر دو شیوخ جو اپنے مراکز کے امیر تھے گرفتار کر لئے گئے، یہ سب گرفتاریاں بیک وقت اس طرح عمل میں لائی گئیں کہ کوئی بھی ایک دوسرے کو اطلاع نہ پہنچا سکا۔" آپ کی گرفتاری عین اس وقت عمل میں آئی جب کہ آپ بطور شیخ التفسیر جامع مسجد فتحپوری میں نظارۃ المعارف القرآنیہ کے تحت درس قرآن دے رہے تھے۔ وہاں سے آپ کو آپ کے مکان واقع کٹڑہ بڑیاں لے جایا گیا، آپ کے اہل و عیال کو چھت پر چڑھا دیا گیا اور خانہ تلاشی کر کے یہاں سے بھی آپ کی قلمی تحریریں متعلقہ قرآن مجید اور کتابیں جو اس عملے نے مخدوش سمجھیں ایک ٹرنک میں بھر دی گئیں،

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ کی سندیں جو مکان کی چھت میں ٹین کی ایک نلکی میں تھیں ایک شریک زمین مسلمان سی، آئی، ڈی کی نشاندہی پر اتروا کر ٹرنک میں رکھ لی گئیں اور ٹرنک کو مقفل کر کے مہر لگا دی گئی، یہ سامان پھر کبھی واپس نہ ہوا۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رح اور مولانا عبید اللہ سندھی صاحب نے آپ کو دوبارہ سندیں عطا فرمائیں۔

آپ کو دہلی سے ہتھکڑی لگا کر شملہ اور پھر لاہور، جالندھر وغیرہ مقامات کی مختلف حوالاتوں میں کئی ماہ تک کے لئے رکھنے کے بعد ضلع جالندھر کے جیل "راہوں" میں لے جایا گیا، وہاں حوالات کے بعد نظر بندی کا حکم سنایا گیا، راہوں تھانہ کے پاس ہی ایک قدیم مسجد تھی، دن وہاں اور رات تھانہ میں گزارتے رہے۔ راہوں کے تھانہ میں شب بسری کے لئے آپ کے پاس ایک عبا کے سوا اور کچھ نہ تھا، نومبر اور دسمبر کی راتیں اسی میں بسر کیں۔

وہیں ایک بزرگ جنہوں نے اپنا نام "سلطان الاذکار" بتایا آپ سے ملے اور ایک وظیفہ تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے سات دن تک مسلسل بعد از نماز عشاء باقاعدگی سے پڑھیئے، انشاء اللہ آپ رہا ہو جائیں گے چنانچہ جب آپ نے ساتویں روز وہ وظیفہ ختم کیا تو اسی رات آپ کو رہائی کی خبر مل گئی اور دوسرے دن آپ کو "راہوں" سے لاہور لایا گیا۔

لاہور میں

لاہور میں آپ کو سی آئی ڈی کے ایک انگریز افسر کے سامنے پیش کیا گیا جس نے کہا کہ گورنمنٹ آپ کو صوبہ سندھ یا دہلی بھیجنے پر تیار نہیں، اگر آپ ایک سال کے لئے دو ضامن ایک ایک ہزار روپے کے بطور ضمانت پیش کر دیں تو گورنمنٹ آپ کو لاہور رہنے کی اجازت دے دے گی۔ پولیس جانتی تھی کہ دہلی اور سندھ میں آپ کا کافی اثر ہے وہ آپ کو ایسے علاقہ میں رکھنا چاہتی تھی جہاں آپ کو کوئی جاننے والا نہ ہو اور آپ کی ذات سے انہیں کوئی خطرہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پنجاب میں مجھے کوئی جانتا نہیں مگر افسران وہاں (سندھ، دہلی) کے ضامن لینے پر رضامند نہ ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے غور کیا تو آپ کو مولانا قاضی حافظ ضیاء الدین صاحب ایم۔ اے فاضلِ دیوبند کا نام یاد آیا، موصوف آپ کی اہلیہ محترمہ کے چچازاد بھائی ہونے کے علاوہ نظارۃ المعارف دہلی میں انگریزی کے استاذ رہ چکے تھے۔ آپ ان کے ہاں تشریف لے گئے وہ بخوشی ضمانت دینے پہ تیار ہو گئے، دوسرے ضامن کے لئے قاضی صاحب نے خود ہی ملک لال خاں صاحب کا نام تجویز کیا، ملک صاحب نے بھی اسے سعادت سمجھا۔ قاضی صاحب اور ملک صاحب کی ضمانت پر پولیس نے ہزار کے بجائے پانچ پانچ سو کی ضمانت ایک سال کے لئے لے کر آپ کو رہا کر دیا۔

جب آپ کو لاہور میں پابند کیا گیا تو آپ نے اپنے اہل و عیال کو بھی لاہور بلا لیا جو ان دنوں نواب شاہ میں تھے۔

درسِ قرآن کا آغاز

زمانہ قیام دہلی کے دوران حضرت سندھیؒ نے آپ سے عمر بھر اشاعتِ قرآن کا عہد لیا تھا، اس وعدہ کو پورا کرنے کیلئے آپ نے مولوی عبدالعزیز دکاندار سریانوالہ بازار لاہور اور میاں عبدالرحمان صاحب امام مسجد سریانوالہ بازار کو ترجمۂ قرآن پڑھانا شروع کر دیا، نمازِ پنجگانہ کے لئے آپ مسجد لائن سبحان خان میں تشریف لے جاتے، پھر کچھ عرصہ کے بعد کشرہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں درس کا آغاز کیا، سامعین کی تعداد بڑھنے پر مسجد سے ملحقہ یک منزلہ دکانوں کی چھت پر درس شروع کر دیا۔ جب یہاں حلقہ میں وسعت ہوئی تو حفظِ ماتقدم کے تحت کہ سی آئی ڈی کا کوئی آدمی آپ کے خلاف رپورٹ کر کے آپ کے ضامنوں کی ضمانت ضبط کروا دے وہاں درس کا سلسلہ بند کر کے مولانا عبدالحق مرحوم کے مکان کی بیٹھک (واقع نواں محلہ شیرانوالہ) کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ کچھ عرصہ بعد مولوی عبدالحق صاحب کو جب اس کمرہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے بغیر کسی تحریک کے وہ کمرہ چھوڑ دیا اور مسجد لائن سبحان خاں میں درس کا آغاز کیا۔ یہ مسجد دراصل پولیس لائن کی مسجد تھی، اس میں پولیس والے نماز پڑھا کرتے تھے، پولیس لائن کے اٹھ جانے کے بعد یہ مسجد ویران تھی، حاجی فضل دین صاحب اس کی خدمت کیا کرتے، آپ کی آمد کے بعد اس کی رونق میں اضافہ ہوتا چلا گیا، اور حاجی فضل دین صاحب اس میں توسیع

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے چلے گئے۔

اسی دوران میں آپ مولوی امام الدین صاحب کے مکان میں منتقل ہو گئے۔ آپ خود تحریر فرماتے ہیں کہ "مولوی امام الدین پرائمری سکول کے مدرس تھے، اکبری منڈی کے پاس ان کے تین مکان تھے، ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ "مجھے خواب میں حکم ہوا ہے کہ ایک مکان آپ کو دے دوں" میں نے "بہت اچھا" کہا اور وہ چلے گئے، کچھ عرصہ بعد پھر آئے اور کہا کہ مجھے دوبارہ حکم ہوا ہے، میں نے پھر بہت اچھا کہہ دیا اور معاملہ ختم ہو گیا، کچھ مدت کے بعد پھر آئے کہ آج مجھے ڈانٹا گیا ہے کہ کیا تمہیں اپنی زندگی پر بھروسہ ہے جو حکم کی تعمیل نہیں کرتے، اب چلئے چل کر مکان پسند کر لیجئے۔

چنانچہ ان کے اصرار پر میں نے جا کر ایک مکان پسند کر لیا، مولوی صاحب نے اسکی رجسٹری کروا دی اور میں نے اس مکان میں رہائش اختیار کر لی، میں عام طور پر وقت دیکھ کر نماز کیلئے آیا کرتا تھا، جب گھر سے نکلتا تو راستہ میں کبھی کوئی مل جاتا اور کبھی کوئی۔ اس طرح میری کبھی ایک رکعت اور کبھی دو رکعتیں چھوٹ جاتیں میں نے مولوی صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے اشاعت دین کے لئے مکان دیا ہے مگر میرے دینی پروگرام میں خلل پیدا ہو رہا ہے، آپ یا تو مجھے مکان بیچ کر لائن سبحان خاں میں دوسرا مکان خریدنے کی اجازت دیں یا اپنا مکان واپس لے لیں، مولوی صاحب نے خوشی سے مجھے اجازت دے دی اور ان کے مکان کو بیچ کر میں نے اپنے موجودہ مکان کا ایک حصہ بنا لیا" (مرد مومن صفحہ ۴۶)

ذریعۂ معاش

لاہور میں آپ نے سکونت تو اختیار کر لی تھی مگر ذریعۂ معاش کوئی نہ تھا اور حکومت کے باغی ہونے کی وجہ سے لوگ بھی بہت کم التفات کرتے تھے۔ گھر میں کئی کئی روز فاقہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت دین پوری سے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ "گھر کے برتن مانجھ کر رکھ دیا کرو، اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر بکثرت اللہ اللہ کرتے رہو، اس کے بعد خدا مسبب الاسباب ہے"

آپ کا ابتدائی زمانہ بڑی عسرت میں گزرا، لیکن بعد میں کتب فروشوں نے مولانا ابو محمد احمد صاحب سے تعلق کی بنا پر کتابوں کی تصحیح کا کام دینا شروع کر دیا، اس کے علاوہ آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرے کام بھی کر لیا کرتے تھے۔

جناب قاضی محمد عدیل عباسی ایڈیٹر "زمیندار" ۱۹۲۲ء لاہور اپنے ایک مضمون "حضرت مولانا احمد علی" میں لکھتے ہیں کہ جمعرات کا پورا دن اور جمعہ کی نماز تک ان ۱½ دنوں میں مولانا اپنی معاش کا بند و بست کرتے تھے، کبھی صابن بناتے اور کبھی عربی کتابوں کی کتابت کی تصحیح فرماتے تھے، میں نے خود ان کو صابن بناتے تو نہیں دیکھا، اس کا اہتمام شاید گھر کے اندر رہتا ہو لیکن کتابت کی اصلاح میں مشغول دیکھا ہے۔ یہ کام مسجد کے حجرہ میں انجام پاتا تھا، چنانچہ جو کچھ ان ۱½ دنوں میں آمدنی ہو جاتی تھی اُسے ہفتہ بھر کھاتے تھے، یہ آمدنی کتنی ہوتی تھی اس کا میں کوئی اندازہ نہیں بتلا سکتا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ وہ بہت قلیل تھی، میں نے سُنا کہ بعض دن پورے گھر نے صرف چنے چبا کر گزر کیا، مگر بایں ہمہ یہ ممکن نہ تھا کہ ان کی شان خودداری اور فقر و استغنار کی آن میں کوئی بھی فرق ڈال سکے۔"

(ماہنامہ الفرقان لکھنو بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ صفحہ ۵۴)

قاضی صاحب موصوف اپنے اسی مضمون کے آخر میں ایک اور واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "مولانا کی زندگی کا ایک اور واقعہ مجھے قابل ذکر ملا ہے، لاہور سے کلکتہ جمعیۃ علماء کی مجلس عاملہ کی شرکت کے لئے تشریف لے جانا ہوا، واپسی میں گورکھپور کے سٹیشن پر کچھ لوگ آئے اور سخت اصرار کیا کہ مولانا انجمن اسلامیہ کے جلسہ میں شرکت فرمائیں۔ آپ نے منظور کر لیا اور ایک تقریر کی جس میں درسِ قرآن کو عام کرنے پر زور دیا، اس انوکھی بات سے لوگ حد درجہ متاثر ہوئے۔ یہ ایک تعمیری پروگرام تھا اور زمانہ کی روش سے ایک علیحدہ چیز تھی، جب آپ واپس اسٹیشن پہنچے تو منتظمین انجمن نے پچاس روپے پیش کئے، مولانا نے سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟

کسی کی یہ ہمت تو ہوئی نہیں کہ کہہ دے کہ نذر ہے لوگوں نے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ کرایہ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ "لاہور سے کلکتہ اور کلکتہ سے لاہور تک کا کرایہ جمعیت علماء نے مجھ کو دے دیا ہے، آپ اپنے تانگے پر لے گئے، اپنے ہاں کھانا کھلایا، میرا کچھ خرچ نہیں ہوا تو کرایہ کیسا؟ تب لوگ مجبور ہوئے اور کہنے لگے نذر سمجھ کر رکھ لیجئے۔ مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے فرمایا "میں نذر نہیں لیتا اور انکار کر دیا" مولانا کے اس بلند کردار اور اخلاق کا عرصہ تک گورکھپور میں چرچا رہا۔" (صفحہ ۵۶)

"انہیں ایام کا ذکر ہے کہ ایک تاجر کتب نے جو اپنا نام بتانا پسند نہیں کرتے تھے آپ کی تنگدستی کو دیکھ کر لفافہ میں ایک سو روپے کا نوٹ ڈال کر آپ کو ارسال کیا۔ آپ نے ڈاک کھولی تو لفافے میں سو روپے کا نوٹ دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے اور پھر فرمایا، نہ جانے اس شخص نے کس مقصد کے لئے یہ روپیہ بھیجا ہے؟ یہ کہا اور تمام رقم دینی کام کے لئے وقف کر دی۔ اس میں سے ایک پائی بھی اپنے مصرف میں نہ لائے۔" (مردِ مومن ص۴۸)

حج کی سعادت

۱۹۱۷ء میں آپ لاہور لائے گئے، اسی سال کے آخر میں آپ نے حج کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے غیب سے اسباب پیدا کر دیئے، پھر اللہ تعالیٰ نے بار بار یہ سعادت آپ کو عطا فرمائی حتیٰ کہ آپ اللہ کے اس انعام کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ "یہ اللہ کا فضل ہے کہ اُس نے مجھے چودہ مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین سے مشرف فرمایا۔"

ہجرت کابل اور واپسی

آپ حج سے واپس آئے تو تحریک خلافت زوروں پر تھی، کراچی اترنے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ترکی کے خلیفۃ المسلمین کی حمایت میں خلافت کمیٹیاں قائم ہو چکی ہیں اور مسلمان اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔

اسی دوران میں والیٔ کابل امیر امان اللہ خان نے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا، ہندوستانی مسلمان پہلے ہی اشتعال میں تھے، امیر امان اللہ نے انہیں ہجرت کر کے افغانستان آنے کی دعوت دی، اس دعوت پر ہندی مسلمانوں کے قافلے جانا شروع ہو گئے۔ پنجاب کے مسلمانوں کا جو قافلہ کابل کے لئے تیار ہوا اس کے امیر آپ تھے پنجاب کے مسلمانوں نے دس ہزار روپیہ کی پہلی قسط امیر امان اللہ کے لئے آپ کے ہاتھ بھیجی، آپ نے لاہور سے دس ہزار کا سونا خرید کیا اور کابل پہنچ کر عام اجلاس میں امیر امان اللہ خان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو وہ امانت پہنچادی، حضرت سندھیؒ کو آپ کی آمد کی اطلاع پہلے سے تھی اس لئے کرایہ کا ایک مکان پہلے ہی سے لے لیا گیا تھا، مکان چونکہ کافی کھلا تھا اس لئے آپ نے دو اور خاندانوں (شیخ پیراں بخش اور میاں عبداللہ) کو بھی اسی مکان میں ٹھہرا لیا۔ آپ بالائی منزل میں مقیم تھے اور نچلی منزل کے دونوں حصوں میں ان حضرات کے کنبے رہتے تھے۔

حکومتِ افغانستان نے شروع میں مہاجرین کی آبادکاری کا خاص خیال رکھا بعد میں کچھ بے اعتنائی برتنے لگی انہی دنوں انگریزوں نے حکومت افغانستان کے ساتھ صلح کر لی، شرائطِ صلح میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ تمام مہاجرین کو ہندوستان واپس کر دیا جائے۔ آپ واپس آنا نہیں چاہتے تھے لیکن مولانا سندھیؒ نے آپ کو اس پر راضی کر لیا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ اپنی "ذاتی ڈائری" کے صـ۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ "مولوی احمد علی کو ہم نے ہندوستان بھیجنا ہی مناسب خیال کیا، منت سے ہم اسے اس پر راضی کر سکے"۔ چنانچہ آپ پشاور سے ہوتے ہوئے لاہور واپس تشریف لے آئے اور مولانا سندھیؒ آپ کے دوسرے بھائی کو لے کر روس چلے گئے۔

انجمن خدام الدین کا قیام

۱۹۲۲ء کا واقعہ ہے کہ ہجرت کابل سے واپسی کے بعد آپ نے معمول کے مطابق درسِ قرآن مجید شروع کر دیا۔ ایک دن صبح کے درس سے فارغ ہونے کے بعد حکیم فیروز الدین صاحب اٹھے اور حاضرینِ مجلس کو مخاطب کر کے کہا آپ لوگ مولانا احمد علی سے اکثر سنتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کسی منظم طریق پر ہونی چاہیئے، اور یہ کام کسی ایسے ٹھوس طریقے پر کیا جائے جو مفید ہونے کے علاوہ دیرپا بھی ہو لہٰذا آپ کو چاہیئے کہ ایک انجمن کی بنیاد رکھنے میں حضرت کی مدد فرمائیں"۔

سامعین نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور آپ نے اس انجمن کا نام "خدام الدین" تجویز فرمایا۔ قرآن کریم اور سنت نبویؐ کی اشاعت کو انجمن کا نصب العین قرار دیا گیا، مولانا فضلِ حق تلمیذ مولانا نذیر احمد محدث دہلوی اور مولانا ابو محمد احمد تلمیذ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اسکے ممبر بنا دیئے گئے۔ مولانا فضلِ حق نہ صرف ممبر بلکہ انجمن کے ناظم بھی تھے۔ امارت باصرار آپ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے سپرد کی گئی۔

اب آپ نے قرآن مجید کے دو درس بعد از نماز فجر و مغرب دینے شروع کر دیئے، پہلا درس آپ ۱۹۱۷ء سے لے کر آخری وقت تک خود دیتے رہے اور دوسرا درس پچیس ۲۵ سال دینے کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب فاضل دیوبند دینے لگے۔ پہلا درس عام مسلمانوں کے لئے اور دوسرا درس تعلیم یافتہ طبقے کے لئے مخصوص تھا۔

قرآن کی تفسیر ۱۹۲۵ء میں آپ کے بعض مخلص احباب نے اسی درس قرآن کو تحریری شکل میں طبع کرانے کی خواہش ظاہر کی، اس کام کے لئے پُرسکون مقام کی ضرورت تھی، چنانچہ ضلع کیمبلپور کی بستی "واہ" کا انتخاب ہوا۔ آپ ایک ماہ کے لئے "واہ" تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ترجمۃ القرآن کا کام شروع کر دیا۔ اس طرح ۱۹۲۶ء میں یہ مترجم اور محشی قرآن حکیم انجمن خدام الدین کی طرف سے شائع ہوا۔ اس پر مختلف مکاتب فکر کے ممتاز علماء کی تقاریظ ہیں جن میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ حضرت مدنیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، اور مولانا سید سلیمان ندویؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اس ترجمہ کی خصوصیات میں سے عام فہم زبان میں اردو ترجمہ، ربط آیات اور آیات ورکوع کے خلاصے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں تفصیل کے لئے راقم کی کتاب "تعارف قرآن" میں اس ترجمہ کی خصوصیات مطالعہ کی جا سکتی ہیں۔

مدرسہ قاسم العلوم کی بنیاد ۱۹۲۴ء میں آپ نے انجمن کے زیر اہتمام ایک عربی مدرسہ کے قیام کی تجویز پیش کی جسے مجلس منتظمہ نے بالاتفاق پاس کیا، اور مدرسہ کا نام "قاسم العلوم" رکھا گیا۔ پہلے کرایہ کے مکان میں اس کا آغاز ہوا۔ پھر انجمن نے لاٹن سبحان خاں میں ایک قطعہ زمین خرید کر اس پر مدرسہ کی عمارت تعمیر کروائی، یہ عمارت ۱۵ کمروں پر مشتمل ہے، ہال ان کے علاوہ ہے۔ ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے رسم افتتاح ادا فرمائی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورۂ تفسیر کے لئے آنے والے طلبہ کی رہائش و خوراک کا انتظام اسی مدرسہ میں ہوتا ہے، مصارف کی کفیل انجمن خدام الدین ہوتی ہے۔

مدرسۃ البنات ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں انجمن خدام الدین نے طالبات کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا یہ مدرسہ بھی شیرانوالہ میں ہے، اس کے ۶ اکرے ہیں، اس کے دو طرف کارپوریشن کا باغ ہے۔ ایک طرف مسجد لائن سبحان خان ہے اور دوسری طرف سڑک ہے۔

مدرسہ میں طالبات کے لئے آٹھ سالہ نصاب رائج ہے جس میں اسلامی عقائد و ارکان، کلام پاک مع ترجمہ، درس حدیث، سیرۃ النبی و خلفائے راشدین شامل ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے ساتھ امور خانہ داری کی بھی مکمل تربیت دی جاتی ہے۔ مدرسہ میں پڑھنے والی طالبات دو قسم کی ہیں باقاعدہ اور جز وقتی۔ باقاعدہ طالبات صرف اسی مدرسہ میں تعلیم پاتی ہیں۔ جب کہ جز وقتی طالبات دوسرے سکولوں میں تعلیم پانے کے بعد اس مدرسہ میں دوسرے وقت دینی تعلیم پاتی ہیں مدرسہ میں طالبات سے کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ اس مدرسہ میں پانچ سو سے زائد طالبات زیر تعلیم رہتی ہیں ۱۳ استانیاں ہیں جن میں چند ایک آپ کی شاگرد باقی ان کی شاگرد ہیں۔

شعبہ نشر و اشاعت ۱۳۴۵ھ میں انجمن خدام الدین کے زیر اہتمام ایک شعبہ نشر و اشاعت قائم کیا گیا جس نے اردو میں چونتیس ۳۴ پمفلٹ مختلف اسلامی موضوعات پر شائع کئے ۱۹۶۴ء میں ان کی اشاعت ۱۱ لاکھ چھپن ہزار تھی، انگریزی زبان میں بھی ۱۱ مختلف موضوعات پر پمفلٹ شائع کئے گئے جن کی ۱۹۶۴ء میں اشاعت ۴۶ ہزار تھی۔ اکثر رسائل فری تقسیم کئے

لے تقسیم سے پہلے دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم اور دیگر مدارس کے فارغ التحصیل حضرات دورہ تفسیر کے لئے آیا کرتے تھے تقسیم ملک کے بعد پاکستان کے ممتاز دارالعلوموں کے منتہی یا فارغ التحصیل حضرات اس میں شریک ہوتے رہے اور اب بھی ہوتے ہیں :

toobaa-elibrary.blogspot.com

گئے اور اب بھی دفتر خدام الدین سے فری دستیاب ہوتے ہیں، چند ایک کی برائے نام قیمت درج ہے۔

یہ رسائل آپ کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہیں۔ رسائل کی فہرست ذیل میں پڑھیئے:۔

(۱) تذکرۃ الرسوم الاسلامیہ (۲) اسلام میں نکاح بیوگان (۳) ضرورۃ القرآن۔ (۴) خلق محمدی (۵) خلاصۂ اسلام (۶) توحید مقبول (۷) پیغام رسول (۸) فلسفۂ عیدقربان (۹) اسلام ہند خطرہ میں (۱۰) فلسفۂ روزہ (۱۱) اسلام کا فوجی نظام۔ (۱۲) خدا کی نیک بندیاں (۱۳) پیر و مرید کے فرائض (۱۴) فلسفۂ زکوٰۃ (۱۵) علمائے اسلام اور علامہ مشرقی (۱۶) خدا کی مرضی (۱۷) استحکام پاکستان۔ (۱۸) شہادۃ البخاریہ علی حرمۃ المزامیر (۱۹) احکام شبِ برات (۲۰) اصلی حنفیت (۲۱) وظیفے (۲۲) مالِ میراث میں حکم شریعت (۲۳) فوٹو کا شرعی فیصلہ (۲۴) تحفہ میلاد النبیؐ (۲۵) معراج النبیؐ۔ (۲۶) شرح اسماء اللہ الحسنیٰ (۲۷) فلسفہ نماز (۲۸) بہشتی اور دوزخی (۲۹) مسلمان عورت کے فرائض (۳۰) گلدستہ صد احادیث (۳۱) اسلام اور ہتھیار (۳۲) مقصدِ قرآن (۳۳) نجات دارین کا پروگرام (۳۴) مرزائیت سے نفرت کے اسباب۔

ان رسائل کے علاوہ درج ذیل کتابیں بھی شائع ہوئیں:۔ (یہ بھی آپ ہی کی لکھی ہوئی ہیں) (۱) خلاصہ مشکوٰۃ (۲) خطبات جمعہ (۸ جلدیں) (۳) مجلس ذکر کے مواعظ (۸ جلدیں) (۴) مجموعہ تفاسیر (۵) ترجمہ قرآن مجید (۶) قرآن مجید با حاشیہ۔

انگریزی رسائل

1) Islam and Ahmadism 2) Wisdom of the Quran I 3) Wisdom of the Quran II 4) Quran and Science 5) Quranic Conceptions of national Solidarity and international Peace 6) Preaching of Islam 7) Reform of Muslim

toobaa-elibrary.blogspot.com

Society 8) Spirit of Islamic culture. 9) The Quranic origin of the Islamic Polity 10) The secret of inviolable of the five prayers. 11) Islam's Solution of the basic Economic problems.

پندرہ روزہ اسلام

پندرہ روزہ انگریزی مجلہ جو ہر ماہ کی ۷ اور ۲۲ تاریخ کو شائع ہوتا تھا، اس کا رجسٹرڈ نمبر ۳۵۷۵ ، زیر نظر شمارہ ۴ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۳۶ء کا ہے۔ اس پر انگریزی زبان میں لکھا ہوتا تھا۔

Organ of the Anjaman-e-Khuddam-ud-Din, Lahore.

اس کے ایڈیٹر کے۔ اے وحید اور ناشر (M.R. Vine) تھے۔ اس کے پہلے ہی صفحہ پر آپ کا شملہ کی دستور ساز اسمبلی کے ممبروں کے نام کھلا خط[1] موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

An open letter to the Muslim Members of the Legislative Assembly, Simla.

Dear Sir,

As you are aware, the Sheriat bill is coming up for consideration before the Legislative Assembly on the 22nd instant. You have no

---

[1] جس میں مسلمان ممبروں کو شریعت بل کی مکمل حمایت کے لئے ابھارا گیا ہے اور انہیں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ دوسرے ممبروں کا تعاون بھی اس سلسلہ میں آپ کو حاصل کرنا چاہیئے۔ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

doubt carefully studied the provisions of the bill and I am sure you will agree with me that the bill fulfils a long felt want and dserves the support of every Mussalman. The demand to have the matters of Muslims relating to marriage, divorce inheritance etc. decided according to their personal law is such that it should meet with no opposition and I am writing this to request that you will not only give the bill your own support but will also induce your fellow members to do the same.

Yours truly,

19.9.1936. Ahmad Ali,

Amir, Anjaman-e-Khuddam-ud-Din, LHR.

آپ کی زبان اردو ہو گی یہ اس کا انگریزی ترجمہ ہے۔ بتانا یہ ہے کہ یہ پندرہ روزہ اسلام انگریزی پڑھے لکھے طبقہ کیلئے کتنی اہم خدمات انجام دیتا تھا، اسی شمارہ میں "اسلام" پر جو اداریہ ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے لفظ بلفظ نقل کیا جائے لیکن طوالت کے خوف سے چھوڑا جاتا ہے۔ اسی شمارہ کے صفحہ ۲ پر آپکے مترجم و محشی قرآن مجید کا اردو میں اشتہار بھی موجود ہے۔

آپ کی ملکی و ملی خدمات

آپ تقسیم سے پہلے جمعیت العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے تقسیم ملک کے بعد جمعیتہ علماء ہند نے فیصلہ کیا کہ جمعیتہ کے جو ارکان پاکستان میں رہتے ہیں وہ اپنی الگ جماعت

toobaa-elibrary.blogspot.com

بنالیں، ان کا اب جمعیۃ علمائے ہند سے کوئی تعلق نہیں۔ اس پر آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ جن حضرات کے دامن سے وابستہ ہو کر ہمیں قیامت کے دن نجات کا بھروسہ تھا انہوں نے ہی ہمیں الگ کر دیا۔ حضرت مدنی نے جواباً لکھا کہ "سیدنا المحترم زید مجدکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ مندرجہ ذیل مضامین سے سخت متاثر ہوا۔

محترم! کیا آپ سے علاقہ کسی انجمن کے وجود و عدم اور اس کی ممبری پر موقوف ہے جس پر آپ متاثر ہوتے ہیں۔

کلا واللہ! ہم اور آپ حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز کے دربار کے ریزہ گر اور اس بنا پر خواجہ تاش ہیں، یہ روحانی تعلق کسی طرح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر مادی اسباب حائل بھی ہو جائیں تو کیا ہے۔

ہماری ارواح ایک ہی دربارِ دُربار کی حاضر باش ہیں۔ گھر کے لوگوں اور صاحبزادوں اور دیگر احباب پرسانِ حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

دعواتِ صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

از دار العلوم دیوبند ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ

یہ مکتوب "مکتوبات شیخ الاسلام" میں شائع ہو چکا ہے۔

جمعیت علمائے اسلام پاکستان کی تنظیم

۸، ۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو سندھ، سرحد، بلوچستان، کراچی، پنجاب اور بہاولپور وغیرہ اطرافِ ملک سے ۷۷ اجلّہ علماء کی ملتان میں مجلسِ مشاورت منعقد ہوئی، جس میں بالاتفاق آپ کو جمعیۃ علمائے اسلام مغربی پاکستان کا امیر چن لیا گیا، آپ آخری وقت تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ کی رہنمائی میں صرف ایک سال کے قلیل عرصہ میں جمعیۃ علمائے اسلام کی (مغربی پاکستان میں) تین سو شاخیں قائم ہو گئیں، جون ۱۹۵۷ء میں جمعیۃ کا آرگن "ترجمانِ اسلام" لاہور سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپکی سرپرستی میں شائع ہونے لگا۔ (جو اب تک جاری ہے)

جمعیتہ علمائے اسلام نے آپ کی سرپرستی میں جو انتخابی منشور مرتب کیا تھا وہ اسلام کی صحیح ترجمانی کرتا تھا، جو حضرات اس کا خلاصہ پڑھنے کے متمنی ہوں وہ "مردِ مومن" کا ص۱۰۶ سے ص۱۱۱ تک مطالعہ فرمالیں۔

ناموسِ رسالت کا تحفظ

۱۹۳۱ء کے اوائل میں میکلیگن انجینیرنگ کالج کے انگریز پرنسپل نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرکے مسلمان طلبہ کے دلوں کو زخمی کیا، طلبہ نے احتجاج کیا لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی ہندو اور سکھ طلبہ نے اپنی تنگ نظری اور کوتاہ فہمی کا ثبوت دیتے ہوئے انگریز پرنسپل کی حمایت کی، یوں محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان طلبہ کا احتجاج نہ صرف بے اثر ہوگا بلکہ ان کا مستقبل بھی تاریک ہو جائے گا۔

آپ کو علم ہوا تو فوراً مسلمان طلبہ کی حمایت پر اتر آئے، کسی خطرہ کی پرواہ کئے بغیر ان کی بھرپور مدد کی، پھر علامہ اقبال بھی اس تحریک سے متاثر ہو کر میدانِ عمل میں آگئے، طلبہ کی حمایت و اعانت کے لئے ایک امدادی کمیٹی بنائی گئی، آپ نے اس میں سرگرم حصہ لیا، آپ نے جون، جولائی اور اگست میں متعدد تقریریں کیں، پنجاب کے مسلمانوں میں جوش و خروش پھیل گیا، آپ کی گوناگون قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے اس واقعہ نے تحریک کی صورت اختیار کرلی۔ حکومت نے آپ کو گرفتار کرلیا لیکن آپ کی گرفتاری سے اور آگ بھڑک اٹھی، مسلمانوں کے آہنی عزم کے آگے حکومت کو جھکنا پڑا، چنانچہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۱ء کو حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کردی مسلمان طلبہ کو باعزت واپس بلالیا گیا اور آپ کو اور دیگر قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

انجمن حمایت اسلام کی سرپرستی

آپ انجمن کے عام ممبروں میں عرصہ سے شامل تھے، ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو بحیثیت عالم دین انجمن کی جنرل کونسل کے رکن مقرر ہوئے، اس کے بعد انجمن کے معاملات میں گہری دلچسپی لینے کی بنا پر ۷ نومبر ۱۹۵۰ء کو انجمن کے وائس پریذیڈنٹ (نائب صدر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

منتخب ہوئے، اور تا زیست اس عہدہ پر فائز رہے۔ آپ نے انجمن کی ترقی کے سلسلہ میں بیشمار خدمات انجام دیں۔

آپ اور جماعت اسلامی جماعت اسلامی کے مخصوص نظریات جملہ اکابر علمائے حق کے ہاں قابل اعتراض ہیں جن پر علمائے ملت نے اپنے مواعظ اور تصانیف[1] میں کافی روشنی ڈالی ہے، آپ نے بھی اس تحریک کے ساتھ علمی اختلاف کیا اور کتاب و سنت کی روشنی میں تنقید کی۔ اس سلسلہ میں آپ کے مضامین اور پمفلٹ انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کی روایت ہے کہ "آپ جب بھی مولانا مودودی صاحب کے خلاف کوئی تحریر لکھتے تو اس کا آغاز دعا سے کرتے اور دعا پر ہی ختم کرتے اور جب کبھی مولانا مودودی سے ملتے تو انہیں "حضرت مولانا مودودی" کہہ کر مخاطب کرتے۔" (جہاں نما ۲۰ دسمبر ۱۹۶۷ء)

ہفت روزہ "جہاں نما" لاہور کے رپورٹر سعید اظہر خان سعید لکھتے ہیں کہ "اس بات سے مولانا عبید اللہ انور کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ مولانا (مودودی) کی نیت پر شبہ نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی بعض علمی باتوں پر صرف اس لئے گرفت کرتے تھے کہ وہ انہیں قرآن و حدیث کے خلاف تصور کرتے تھے۔"

(جہاں نما صد ۱۵۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۶۷ء)

آپ نے ہمیشہ جرأت کے ساتھ اعلان حق کیا، جس بات یا نظریہ کو قرآن و سنت کے خلاف سمجھا اس کی برملا دلائل کے ساتھ تردید کی لیکن شخصی حملوں سے ہمیشہ اجتناب فرمایا، آپ نے اپنی پوری زندگی میں جن باطل نظریوں کی مخالفت کی لوجہ اللہ

---

[1] ان میں سے پاکستان کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (کراچی) کی کتاب "مقام صحابہ" اور ان کے نامور فرزند مولانا محمد تقی عثمانی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی مدیر ماہنامہ البلاغ کراچی کی کتاب "امیر معاویہ اور تاریخی حقائق" قابل مطالعہ ہیں۔ یہ خالص علمی رنگ میں ہیں ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی، ذاتیات سے ہمیشہ ہٹ کر کی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے ہاں آپ قابلِ احترام تھے
حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کا ایک زریں
باب "فتنوں کی سرکوبی" ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے دین اسلام کی بہت
بڑی خدمت لی ہے۔ مرزائیت ہو یا پرویزیت، خاکساریت ہو یا مودودیت سب گروہوں
کا چٹان کی طرح مقابلہ کیا اور احقاق حق کی خاطر آرام وسکون کو چھوڑ کر میدان میں نکل آئے۔
مضامین ومقالات کے علاوہ تقریر کے ذریعہ بھی سٹیج پر اسلام میں رخنہ ڈالنے اور مسلمانوں میں
دینی انتشار پیدا کرنے والوں کا تعاقب کیا۔

آخری دور میں "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" ایک مستقل
رسالہ کی شکل میں شائع فرمائے۔ یہ رسالہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ فہرست مضامین پر ایک
نظر ڈالیے تو رسالہ کے مندرجات کی اہمیت کا اجمالی اندازہ ہو جائے گا۔

(۱) مودودی صاحب محمدی اسلام کا ایک ایک ستون گرا رہے ہیں۔
(۲) مودودی صاحب کا عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلط باتیں فرمایا کرتے تھے۔
(۳) مودودی صاحب کی عبارات میں اللہ تعالیٰ کی توہین۔
(۴) دربار نبویؐ سے خلافت حضرت عثمانؓ کی تعظیم اور مودودی صاحب کی طرف سے توہین۔
(۵) اسلام کے متعلق مودودی صاحب کے غلط تصورات، ایک جلیل القدر صحابی کی توہین۔
(۶،۷) مودودی صاحب کی طرف سے تمام محدثین اور تمام مفسرین کی توہین۔
(۸) مودودی صاحب کی طرف سے تمام مجددین کی توہین۔
(۹) مودودی صاحب کا اتباع سنت کا نظریہ قرآن مجید، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،
اور تمام مسلمانوں سے الگ ہے۔
(۱۰) مودودیت کا پول کھولنے کی ضرورت۔

افسوس ہے کہ طوالت کے خوف سے ہم یہاں مودودی صاحب کی وہ عبارات
پیش نہیں کر سکتے جن سے بقول سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور حضرت مولانا
محمد علی صاحب جالندھری رحمہم اللہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے کتب کے مندرجہ بالا حوالہ جات سے فی الواقع ایسے نتائج نکلتے ہیں جن سے اسلام کی بنیاد متزلزل ہو جاتی ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم"۔
(ناراضگی کے اسباب ص۱۰۱)

ہماری گذارش ہے کہ قارئین یہ رسالہ ضرور ملاحظہ فرمائیں کیونکہ اس میں آپ ان ۴۵ علمار کرام کے خیالات سے بھی آگاہ ہوں گے جو انہوں نے مودودی صاحب کے متعلق اس رسالہ کے تصدیق کے طور پر ظاہر فرمائے ہیں جن میں وقت کے بڑے بڑے علمار، مفتیان کرام، اور شیخ الحدیث شامل ہیں۔

حضرت سید عطار اللہ شاہ صاحب بخاری اور حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمہم اللہ کی تصدیق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ ذیل میں حضرت مولانا عبداللہ صاحب مفتی و مدرس خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان کے چند جملے ان کے اپنے تصدیقی الفاظ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان تینوں حضرات نے تحریر فرمایا ہے۔

"ہم ان مضامین کے متعلق اپنی یہ رائے اظہار کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے مودودی صاحب پر گرفتیں فرمائی ہیں وہ صحیح ہیں، واقعی مولانا مودودی صاحب نے ایسی پوزیشن اختیار کر لی ہے۔ وہ ایک جدید فرقہ کے بانی اور نئے اسلام کے داعی ظاہر ہوتے ہیں الخ

آگے چل کر تحریر فرمایا ہے۔

"اس تحریر سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس کا اسلام (ما انا علیہ واصحابی) کو چھوڑ کر وہ ایک جدید اسلام امت کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی نظر میں یہ صحیح اسلام ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ گمراہی ہے اس سے جتنا ممکن ہو سکے جلد سے جلد توبہ کر کے سواد اعظم میں شمولیت کر لینا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مخدوم العلمار حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرما دیں کہ انہوں نے مودودی صاحب اور ان کے متبعین کو بر وقت متنبہ فرمایا ہے اور ان کی اصلاح کی کوشش

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمائی ہے۔ فقط بندہ عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء والتدریس خیر المدارس ملتان

العبد عبدالحق عفی عنہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

العبد محمد شفیع غفرلہ مہتمم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان۔

(ناراضگی کے اسباب ص۱۲۷، ۱۲۸)

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے جس خلوص و دردمندی کے ساتھ "حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب" تحریر فرمائے ہیں وہ خلوص و دردمندی اس شخص کی تحریر میں نہیں ہوسکتی جسکا شیوہ مخالفت برائے مخالفت ہو چنانچہ ایک مشفق ناصح کے انداز میں مودودی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مودودی صاحب میں آپ کے حق میں صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں۔ اے اللہ مودودی صاحب کو اس گمراہی کے گڑھے سے نکال۔ انہیں اپنے اس من گھڑت اسلام سے توبہ کی توفیق عطا فرما۔ اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام والے اسلام کا عقیدتمند اور عامل ہونے کی توفیق عطا فرما آمین یا الہ العلمین۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو مسلمانوں کو اس گمراہی سے بچا۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین ثم آمین۔"

(ناراضگی کے اسباب ص۴۷)

واقعہ یہ ہے کہ مودودی لٹریچر میں اقامت دین، اسلامی نظام وغیرہ کے الفاظ دیکھ کر اور پھر مودودی صاحب کے خیالات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق پڑھ کر بے اختیار یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

صورت دین را کہ می سازند تحسین می کنم — معنیٔ دین را کہ می سوزند خلق آگاہ نیست

تحریک خاکسار

خاکسار تحریک کے عروج کے زمانہ میں بزمانہ جنگ ۱۹۳۹ء جب حکومتِ وقت نے بعض مصالح کی بناپر بعض علماء سے بانیٔ تحریک خاکسار جماعت کے خلاف تکفیر کا فتویٰ حاصل کر لیا تو اس کی تکمیل کے لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس وقت کے وزیر اعظم نے آپ کو چائے پر بلایا اور چائے پیش کرتے ہوئے یہ فتویٰ دستخط کے لئے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ اگرچہ بانی تحریک کے تحریر کردہ عقائد کے بارے میں جملہ علمائے اسلام سے متفق تھے مگر عام خاکساروں کی وجہ صرف عسکری افادیت کے پیش نظر شریکِ جماعت تھے) تکفیر کے لئے تیار نہ تھے، آپ نے چائے پینے سے انکار کر دیا اور یہ کہتے ہوئے واپس تشریف لے آئے "وزیر اعظم! ہوش میں آؤ! تم چائے کی ایک پیالی پر احمد علی کا ایمان خریدنا چاہتے ہو" چنانچہ اس کی پاداش میں آپ کے گھر پہنچنے سے پہلے ہی وارنٹ گرفتاری پہنچ چکے تھے، گھر پہنچتے ہی خاکسار تحریک کی حمایت کا الزام دے کر آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

فتنۂ انکارِ حدیث پر پہلی کاری ضرب

پاکستان میں فتنۂ انکارِ حدیث کی سرپرستی کرنے والے مسٹر غلام احمد پرویز تھے۔ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ زندگی کا ریکارڈ ہے، اس پر اعتماد نہ کرنا کفر ہے، اسلئے کہ اللہ کے رسول کو رسول ماننے کا یہی مطلب ہے کہ ان کی بات مانی جائے؛ انہی کی زبان مبارک سے یہ اعلان ہوا کہ یہ اللہ کا کلام قرآن ہے۔ اگر اس مبارک زبان پر اعتماد نہیں تو قرآن پر کلام اللہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے ۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء کو دیال سنگھ کالج لاہور کے ایک عظیم الشان اجلاس کی صدارت کی اور صدارتی خطبہ میں اس فتنہ انکارِ حدیث پر یہ کہتے ہوئے پہلی کاری ضرب لگائی:۔

"یہاں بہت سی تقریریں ہوئی ہیں لیکن کسی مقرر نے وہ بات نہیں کہی جو میں کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں منکرِ حدیث منکر قرآن ہے، منکر قرآن خارج از اسلام یعنی بے ایمان ہے"

اس تاریخی اجلاس پر روزنامہ کوہستان لاہور ۲۹ جنوری ۱۹۶۲ء میں جناب احسان بی۔ اے نے اپنے تاثرات تفصیل سے لکھے تھے۔

آپ کے اس اعلان کے بعد تمام علمی و دینی حلقوں کی طرف سے بالاتفاق "حدیث کے منکروں" پر فتویٰ کفر لگا دیا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحریک ختم نبوّت

ختم نبوتؐ[1] مسلمانوں کا اجتماعی اور بنیادی عقیدہ ہے، کوئی شخص اس وقت تک مومن و مسلم نہیں ہو سکتا جب تک وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کا اقرار نہ کرے۔

پنجاب کے ضلع گورداس پور "قادیان" کے رہنے والے ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی[2] نے نبوت کا دعویٰ کیا سرکار برطانیہ نے اس کی سرپرستی کی، "عیار انگریز اس بات سے آگاہ تھے کہ برصغیر کے مسلمان مذہب کے بارے میں بے حد حساس ہیں، اور یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے انہیں متحد کر کے ایک عظیم طاقت بنا دیا تھا۔ اسلئے انگریزوں نے سوچا کہ اگر کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کر کے ان کا شیرازہ بکھیر دیا جائے تو انہیں غلام بنانا زیادہ آسان ہو جائے گا، انگریزوں کو مرزا غلام احمد میں وہ تمام خصوصیات مل گئیں۔ جو

---

[1] ختم نبوت کا مسئلہ اسلامی تاریخ کے کسی دور میں مشکوک و مشتبہ نہیں رہا، اور نہ اس پر بحث کی ضرورت سمجھی گئی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد عطاء نبوت کا دروازہ بند ہے۔ قرآن کی ایک سو آیتیں اور ۲۰۰ حدیثیں اس پر شاہد ہیں۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "اس امت میں پہلا اجماع دعوئ نبوت کی وجہ سے مسیلمہ کذاب کے کفر پر ہوا۔ اور اس کی دیگر برائیاں صحابہؓ کو اس کے قتل کے بعد معلوم ہوئیں اور اسی طرح کا اجماع بلا فصل قرناً بعد قرن مدعی نبوت کے کفر و ارتداد اور قتل پر جاری رہا اور تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کی کوئی تفصیل نہیں پوچھی گئی۔ (رجوع الی خاتم النبیین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ ص۳۳) علامہ قاری شرح فقہ اکبر مجتبائی ص۲۰۲ میں لکھتے ہیں "دعوی النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا كُفْرٌ بالاجماع" ۔ ہمارے نبی کے بعد دعوئ نبوت بالاجماع کفر ہے۔

[2] مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء میں گورداسپور کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے، انہوں نے خود لکھا ہے کہ میں ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے وقت سولہ سترہ برس کا تھا (حاشیہ کتاب البریہ ص۱۴۶) تعلیم گھر پہ حاصل کی، پھر ۱۸۶۴ء میں ڈسٹرکٹ کورٹ سیالکوٹ میں کلرک کے حیثیت سے ملازم ہوئے ۱۸۶۸ء تک یہاں ملازمت کی، اسی زمانہ میں انہوں نے مختاری کا امتحان دیا لیکن اسمیں ناکام رہے (سیرت المہدی ص۱۵۶) ۱۸۶۸ء میں ملازمت سے استعفیٰ دیکر قادیان آگئے، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا (سیرت المہدی)، پھر ۱۹۰۱ء [illegible] ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

جو مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لئے ضروری تھیں۔ یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں کہ مرزا غلام احمد انتشار وافتراق پیدا کرنے کیلئے انگریزوں کے آلۂ کار تھے مسٹر جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس کیانی نے بھی ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے فسادات کے متعلق اپنی رپورٹ میں جو عام طور پر منیر رپورٹ کہلاتی ہے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے"

("احمدی مسلمان نہیں" ص۱۶ فیصلہ شیخ محمد رفیق صاحب سول جج جیمس آباد)

مرزا غلام احمد سے علماء کی ٹھن گئی" تردید و مخالفت کرنے والوں میں مشہور عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری مدیر "اہل حدیث" پیش پیش اور نمایاں تھے، مرزا صاحب نے ۵ر اپریل ۱۹۰۷ء میں ایک اشتہار جاری کیا جس میں مولانا کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا۔

" اگر میں ایسا ہی کذاب و مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی ہی میں ہلاک ہو جاؤنگا، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی، اور آخر وہ ذلت و حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔

اور اگر میں کذاب و مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے، پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے یعنی طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں"

(تبلیغ رسالت جلد دہم ص۱۲۰)

اس اشتہار کے ایک سال بعد ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا صاحب بمقام لاہور بعد عشاء اسہال میں مبتلا ہوئے اسہال کے ساتھ استفراغ بھی تھا، رات ہی کو علاج کی تدبیر کی گئی لیکن ضعف بڑھتا گیا اور حالت دگرگوں ہوگئی بالآخر ۲۶ مئی سہ شنبہ کو دن چڑھے مرزا صاحب نے انتقال کیا، مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب

۱؎ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے مرزا صاحب کی وفات کے پورے چالیس سال بعد ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء میں اسی برس، کی عمر میں انتقال فرمایا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا بیان ہے "حضرت مرزا صاحب جس رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا، جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا، جب میں حضرت صاحب کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے خطاب کر کے فرمایا:

"میر صاحب! مجھے وبائی ہیضہ ہوگیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی یہاں تک کہ دوسرے دن دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔" (حیات ناصر مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی)

نعش قادیان لے جائی گئی، ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تدفین عمل میں آئی۔

مرزا صاحب کے اشتہار کے مطابق وبائی امراض طاعون، ہیضہ سے مولانا ثناء اللہ صاحب کا سالم و محفوظ رہنا اور خود مرزا صاحب کا وبائی ہیضہ سے مر جانا ان کے خدا کی طرف سے نہ ہونے اور کذاب ہونے کی بہت مضبوط دلیل ہے۔ مگر مرزا صاحب کی جھوٹی نبوت انگریز سرکار کی سرپرستی میں کسی نہ کسی حد تک پروان چڑھتی رہی۔

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں نے پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا، ان کی ان سرگرمیوں سے فرزندانِ اسلام کو تشویش ہوئی چنانچہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے مل کر حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ یہ ملک جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے باغیوں کو پنپنے کی اجازت نہ دی جائے، حکومت نے لیت و لعل سے کام لیا تو یہی مسئلہ تحریک کی شکل اختیار کر گیا، اس تحریک کو منظم کر کے تحریک شروع کی گئی،

اس تحریک کے روحِ رواں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے، دیگر علماء بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت لاہوریؒ نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اپنی مجاہدانہ اور بیباکانہ تقاریر سے مسلمانوں کے سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کیا، آپ کی گرفتاری سے تحریک میں جان پڑ گئی، ازاں بعد ہزاروں مسلمانوں نے اپنی گرفتاریاں پیش کیں۔ مغربی پاکستان کی جیلیں ناموس رسولؐ کے تحفظ کرنے والے ان مجاہدوں سے بھر گئیں۔ آپ کو پیرانہ سالی کے باوجود جیل میں طرح طرح کی تکالیف دی گئیں، حتیٰ کہ زہر بھی دیا گیا۔ مگر اللہ نے بچا لیا، آپ کے پائے استقامت میں رائی بھر لغزش نہ آئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قطب العالم حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ "امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ کا تحریک میں شامل ہونا اور گرفتاری پیش کرنا ہی دراصل تحریک کی کامیابی تھی۔" بالآخر حکومت جھک گئی اور آپ کو رہا کر دیا۔ حکومت کا یہ جھکاؤ مطالبات تسلیم کرنے کے متعلق نہ تھا بلکہ رہائی کی حد تک تھا، ملک میں مارشل لاء لگا کر اس تحریک کو دبانے کی کوشش میں ہزاروں مجاہدوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

جہادِ کشمیر

جہادِ کشمیر میں افرادی قوت کی کمی نہ تھی بلکہ سامان جنگ اور دیگر ضروریات کی کمی تھی اس جہاد میں حصہ لینے کی خاطر ہزاروں روپے کی وہ رقم جو شیرانوالہ مرکز میں جمع ہوتی آپ خود لے کر روانہ ہوتے اور اسوقت کی ذمہ دار شخصیت کے سپرد کر دیتے اور واپس آ کر اس کا باقاعدہ اعلان کر دیتے۔ شب و روز اہمیت جہاد کے تذکرے ہوتے، فرماتے تھے "دل کی تمنا یہی ہے کہ ڈوگروں کے مقابلے میں فرنٹ پر پہنچ کر صفِ اول میں شریک ہو جاؤں، سینے میں گولی لگے اور شہادت نصیب ہو جائے۔"

مجاہدین کو ضروریات مہیا کرنا بھی تو جہاد ہے جس میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آزاد کشمیر میں میر واعظ محمد یوسف اور کرنل سید علی احمد شاہ کی کوششوں سے افتاد کا کام جاری ہوا کہ ہر تحصیل ضلع اور صوبہ میں ایک ایک مفتی ہو تاکہ موجودہ نظام کو اسلامی نظام کے قریب تر لایا جا سکے، آپ کو مظفر آباد دعوت دی گئی آپ حکومت آزاد کشمیر کے مہمان تھے، لیکن اپنے دیرینہ عقیدتمند جناب غازی خدا بخش صاحب کے ہیڈ کوارٹر پر بھی تشریف لے گئے،

آزاد کشمیر میں مفتیوں کے تقرر کے طریق کار کو حکومتِ کشمیر نے آپ پر چھوڑ دیا، آپ نے امیدواروں کا تحریری امتحان لے کر انتخاب فرمایا، ان کو گزیٹڈ آفیسر کی حیثیت دی، اس کام میں کرنل علی احمد شاہ بھی آپ کے ساتھ رہے۔

قرآن مجید کی عظیم خدمت

آپ نے عمر بھر قرآن مجید کی لفظاً و معناً جو خدمت کی وہ آپ کی زندگی کے تجدیدی کارناموں میں سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ ۱۳۵۴ھ میں آپ نے قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کا اہتمام فرمایا، اور اس کے لئے حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب کی روایت کے مطابق علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کو دارالعلوم دیوبند لکھا کہ ہمارے یہاں کوئی قاری بھجوا دیں جو علم قرادت کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دے سکیں، انہوں نے قاری عبدالکریم صاحب دیوبندی کو بھجوا دیا۔ لاہور میں وہ پہلے قاری تھے جنہوں نے تجوید و ترتیل کی ابتداء کی، موصوف سے مسلمان بچوں نے صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھنا سیکھا یہیں سے حضرت الحاج محمد یوسف صاحب سیٹھی چیرمین تدریس القرآن ٹرسٹ[۵] راہوالی ضلع گوجرانوالہ اور ان کے والد متاثر ہوئے اور انہوں نے اس شعبہ کی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لیا، سیٹھی صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ "۱۹۱۸ یا ۱۹۱۹ء میں جب کہ میں لاہور کے اسلامیہ ہائی سکول بالمقابل مسجد لائن سبحان خاں میں پڑھ رہا تھا تو حضرت لاہوریؒ کے مدرسے کا سالانہ جلسہ ہوا جس میں ایک بچے معظم نامی نے قرآن حکیم کی چند آیات با تجوید تلاوت فرمائیں جن کا مجھ پر اور میرے مرحوم والد شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ پر اتنا اثر ہوا کہ ہم نے قرآن حکیم کی یہ عظیم خدمت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا، انجمن حمایت اسلام کے اجلاس ۱۹۳۲ء میں ہم نے اپنے خرچ سے دارالقرآن تعمیر کیا اور ایک قاری مقرر کیا، جہاں آج بحمداللہ تعالیٰ درس جاری ہے"۔

جناب سیٹھی صاحب نے اس کے بعد ملک میں تجوید القرآن کے مدارس کا جال پھیلا دیا، اپنے اوقات قرآن مجید کی اس خدمت کے لئے وقف کر دیئے، اوقات کے ساتھ مال و دولت بھی نہایت فیاضی کے ساتھ خرچ کر رہے ہیں، پاکستان کے بعد سعودی عرب میں انہوں نے اس کام کا تعارف کرایا وہاں پر سینکڑوں کی تعداد میں "تحفظ القرآن" کے نام سے

---

۵ تعلیم القرآن یا تدریس ٹرسٹ راہوالی نے اس کے بعد ملک اور بیرونِ ملک قرآن مجید کی جو عظیم خدمت کی ہے علمائے حجاز نے اسے اس دور کا تجدیدی کارنامہ کہا ہے، سیٹھی صاحب نے ملک اور بیرون ملک تجوید القرآن کے مدارس کا جال پھیلا رکھا ہے، آجکل افریقہ کی طرف متوجہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے کہ وہ قرآن کی اور خدمت کر سکیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدارس چل رہے ہیں، موصوف کی مخلصانہ جد وجہد کی بنا پر انجمن تحفیظ القرآن الکریم مکہ مکرمہ کا انہیں مؤسس اور صدر منتخب کر لیا گیا، پانچ سال گزرنے کے بعد سیٹھی صاحب نے یہ کام انہی کے سپرد کر دیا لیکن بحیثیت بانی اب بھی آپ کا نام لکھا جاتا ہے۔ سعودی عرب میں اس کام کو چلانے کے بعد سیٹھی صاحب نے افریقہ کا رخ کیا ہے، نیز آپ نے ہی رابطہ عالم اسلامی سے ۱۳۹۳ھ میں تمام دنیا میں اس کام کو چلانے کی قرار داد بالاتفاق پاس کرائی۔

صوبہ سرحد اور پنجاب کے سکولوں میں حکومت سے قاریوں کا تقرر کرانے کی جد وجہد کا سہرا بھی انہی کے سر ہے حکومت آزاد کشمیر سے بھی آرڈر موصوف ہی نے کروایا ہے۔

آج ملک و بیرون ملک یہ کام جتنا پھیلا ہے اس کا سہرا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے سر ہے کہ لاہور میں آپ ہی اس کے بانی تھے، اور یہیں سے متاثر ہو کر جناب سیٹھی صاحب نے اس کام کو بڑھایا اور پھیلایا۔

قرآن مجید کی اس لفظی خدمت کے ساتھ آپ نے معنی و تفسیر کی جو خدمت کی وہ بھی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

درس عام آپ نے عام مسلمانوں کو قرآن مجید سمجھانے کے لئے روزانہ نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ درس قرآن کا رکھا ہوا تھا، اس میں مردوں کے علاوہ مستورات بھی شریک ہوتی تھیں، ان کے لئے بیٹھنے کی الگ باپردہ جگہ ہوتی تھی اس میں سبھی قسم کے مسلمان شریک ہوتے تھے۔

درس خاص درس خاص میں مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل یا منتہی طلبہ شریک ہوتے تھے، یکم رمضان سے یہ درس شروع ہوتا اور تین ماہ میں سارے قرآن کی انہیں تفسیر پڑھا دی جاتی تھی۔ (اب بھی پڑھائی جاتی ہے) طلبہ کے تمام مصارف انجمن خدام الدین برداشت کرتی ہے اور رہائش مدرسہ قاسم العلوم میں دی جاتی ہے۔ تفسیر کے اختتام پر باقاعدہ سندات دی جاتی تھیں اور اب بھی دی جاتی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

درس خاص الخاص درس خاص کی تکمیل کے بعد جو حضرات مزید تعلیم حاصل کرنے کے خواہشمند ہوتے انہیں آپ چار ماہ میں فلسفہ شریعت اور حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" پڑھاتے تھے ۱۹۴۰ء میں حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا جو آپ نے شروع کیا پھر زندگی کے آخری ایام تک اسے جاری رکھا۔ اس میں شریک ہونے والوں میں سے چند ایک حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب فاضل دیوبند خلفِ اکبر حضرت لاہوری۔

۲۔ علامہ علاء الدین صدیقی ایم۔ اے ایل ایل بی صدر شعبہ علوم اسلامی پنجاب یونیورسٹی ووائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی (سابقاً)

۳۔ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی۔ (مرحوم)

۴۔ جناب مولانا بشیر احمد صاحب بی۔ اے مرحوم۔

۵۔ چودھری عطاء اللہ خاں صاحب بی۔ اے۔

۶۔ حافظ فضل الٰہی صاحب۔ ایم۔ اے۔

۷۔ مولانا غازی خدابخش صاحب منشی فاضل۔

۸۔ مولانا عبدالعزیز مرحوم مالک الہلال بک ایجنسی۔

۹۔ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب ایم بی بی ایس، بی ڈی، ایس۔

۱۰۔ مولانا سیف الدین صاحب بہاری فارغ امروہہ۔

۱۱۔ جناب محمد مقبول عالم صاحب بی۔ اے۔

اس درس میں عوام کے مطلب کی کوئی بات نہیں ہوتی تھی اور نہ وہ اسے سمجھ سکتے تھے اسلیے اس میں ان کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔

درس قرآن برائے خواتین آپ نے خواتین کے لئے درس قرآن کا آغاز میاں غلام حسین صاحب ناظم خدام الدین کے مکان واقع قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں کیا، یہ درس دو برس سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہی درس بعد میں مدرسۃ البنات کی شکل اختیار کر گیا، آپ سے درس لینے والی خواتین میں سے بعض مدرسۃ البنات سے متعلق ہوگئیں اور بعض نے اپنے اپنے گھروں میں قرآن کے درس جاری کر دیئے۔ ان درسوں کے بارے میں دور جدید کے مشہور عالم دین اور مایہ ناز انشا پرداز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا بیان پڑھیئے۔

"مولانا نے تقریباً نصف صدی قرآن مجید کی خدمت واشاعت اور دینی دعوت واصلاح کا کام کیا، اس بارے میں ایسے انہماک، شغف ومحویت، ثبات واستقامت کا ثبوت دیا جو بغیر اعلیٰ درجہ کی عزیمت، یقین وللہیت اور روحانی قوت کے مشکل ہے۔ جب انگریزی حکومت نے ان کو دہلی سے جلاوطن کر کے (جہاں وہ مولانا عبیداللہ صاحب کے جانشین کی حیثیت سے قرآن مجید کے مضامین کی اشاعت اور جہاد حریت کی تلقین کر رہے تھے) لاہور پہنچایا تو آپ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درس قرآن کا آغاز کیا، رفتہ رفتہ آپ شیرانوالہ دروازہ میں اس مسجد میں منتقل ہوئے جو لائن والی مسجد یا سبحان خاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، اس مسجد کا مسقف حصہ نہایت مختصر تھا جو اب بھی موجود ہے۔ رفتہ رفتہ آپ کے درس نے شہر میں عام مقبولیت حاصل کرنی شروع کی اور پھر وہ پنجاب کا سب سے بڑا درس قرآن بن گیا، جہانتک ہم کو معلوم ہے آپ ہی کی وجہ سے پنجاب میں درس قرآن کا ذوق عام ہوا، اور جگہ جگہ اس کی بنیاد پڑی یہاں تک کہ کسی بڑی مسجد اور پڑھے لکھے مسلمان محلہ کیلئے درس قرآن ایسا ضروری کام ہوگیا جس کے بغیر مسجد آباد اور خطیب کامیاب اور مفید نہیں سمجھا جاتا، معمولاً آپ کے درس کے دو اوقات تھے ایک فجر کی نماز کے کچھ دیر بعد، یہ عام درس تھا اور ایک مغرب کے بعد۔ یہ انگریزی دان طبقے کالجوں کے طلبہ کے لئے مخصوص تھا، اس درس میں صرف جمعہ کے دن ناغہ ہوتا تھا یا جب مولانا سفر میں ہوں۔ اس کے علاوہ چھٹی یا ناغہ کا کوئی دستور نہ تھا بعض اوقات گھر میں میت رکھی ہوئی ہے اور مولانا اپنے درس کا معمول پورا فرما رہے ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ درس کے بعد حادثہ کی اطلاع دیتے ہیں اور لوگ میت کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں۔

آخر شعبان سے ایک نئے درس کا اضافہ ہوتا تھا، یہ "علمائے کرام کی کلاس" کہلاتی تھی، یہ آخر شعبان سے شروع ہو کر غالباً آخر شوال میں ختم ہوتا تھا، یہ درس تین تین چار چار گھنٹے جاری رہتا تھا، مولانا کا معمول تھا کہ پہلے امتحان لیتے پھر سبق پڑھاتے۔ اس درس میں صرف مدارس عربیہ کے فارغین اور آخری درجوں کے مستند طالب علم لئے جاتے تھے، ان کی تعداد معمولاً پچاس و سو کے درمیان ہوتی تھی، آخر میں آخری امتحان ہوتا تھا اور پھر کسی صاحب نسبت بزرگ کے ہاتھ سے سندیں دی جاتی تھیں۔ یہ سند مطبوعہ ہوتی تھی، اس کا مضمون جو عربی میں تھا حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کا لکھا ہوا تھا، اس پر حضرت شاہ صاحب، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور غالباً حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب[1] کے دستخط تھے۔

کبھی کبھی اثناء سال میں حجۃ اللہ البالغہ کا درس ہوتا تھا، مولانا کو اس کتاب کا بھی بڑا ذوق تھا۔ اور انہوں نے بڑی محنت سے اس کو اپنے استاذ و مربی مولانا عبید اللہ صاحب سندھی سے پڑھا تھا، اور بڑے جوش اور ولولے سے پڑھاتے تھے، یہ درس بھی طویل ہوتا تھا، اور کئی کئی گھنٹے مسلسل جاری رہتا تھا۔ آخر میں اس کا بھی لاہور کے کوئی ممتاز عالم امتحان لیتے تھے اور نمبر دیتے تھے، راقم سطور کو بھی اس درس میں شرکت کرنے اور امتحان دینے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ حجۃ اللہ کے علاوہ شاہ صاحب کی "الفوز الکبیر" اور مؤطا امام مالک کا درس بھی بڑے ذوق و شوق سے دیتے تھے۔

قرآن مجید کے درس میں مولانا اپنے استاد مولانا عبید اللہ سندھی کے پورے متبع اور پیرو تھے، اور ان کو ان کے طرز پر بڑا اعتماد تھا، اس طرز کی خصوصیت

---

[1] حضرت مفتی صاحب کے دستخط سند پر نہیں تھے۔ باقی حضرات کے اس وقت بھی تھے اور اب بھی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

الاعتبار والتاویل کے طرز پر (جس کی مثالیں صوفیائے کرام کی کتابوں اور ان ... کے متصوفانہ نکات اور استنباطات میں بہت نمایاں نظر آتی ہیں) سیاست اور واقعاتِ حاضرہ کے نقطۂ نظر سے قرآن مجید پر غور و فکر کرنا اور اس سے سیاسی اشارات اور رہنمائی حاصل کرنا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس طرز میں صاف وہ اثرات جھلکتے ہیں جو تحریک خلافت کے دور کی انگریز دشمنی اور اسلامی حکومت کے قیام اور آزادی کی والہانہ خواہش کا نتیجہ تھے، اور اُن سے وہ سیاسی استغراق ظاہر ہوتا تھا جو اس عہد کی خصوصیت ہے۔ ان استنباطات کی علمی و تفسیری قدر و قیمت کے متعلق خواہ کوئی کتنا ہی شبہ کرے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا احمد علی صاحبؒ کی گہری روحانیت، باطنی تاثیر اور ان کا جذبہ اس پر ایسا حاوی تھا کہ وہ درس روحانی و اخلاقی طور پر طلبہ کے لئے بڑے بڑے علمی درسوں سے کہیں زیادہ مفید اور مؤثر ثابت ہوتا تھا۔ خاص طور پر مولانا جب توحیدِ خالص کا مضمون بیان کرتے (جس کی تقریب مولانا اپنے ذوقی جذبے کی بنا پر اکثر پیدا فرمالیا کرتے اور قرآن مجید کے مضامین ان کی مدد کرتے) اہل اللہ خصوصاً اپنے سلسلہ کے مشائخ کے تعلق باللہ، توکل اور روحانیت کے واقعات بیان کرتے یا اَلْحُبُّ لِلّٰہِ، اَلْبُغْضُ لِلّٰہِ کا مضمون بیان فرماتے اور اس سلسلہ میں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کی تفسیر بیان فرماتے اور حکومت برطانیہ کی اسلام دشمنی کا تذکرہ کرتے تو قلب پر عجیب اثر ہوتا اور یہی اس درس کی اصل قدر و قیمت تھی، اہل اللہ کے واقعات میں ایسا سوز و گداز ہوتا کہ اس سلسلہ کے مضامین بجلی کا اثر رکھتے تھے۔ اور ان سے ذکر الٰہی و خدا طلبی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا، راقم سطور کو جو اس سے پہلے ایک خالص ادبی، علمی ماحول میں رہا تھا مردان خدا کی خدمت میں حاضر ہوتے، ان سے تعلق پیدا کرنے اور اپنے نفس کی اصلاح کا شوق اسی درس سے پیدا ہوا اور یہ اس درس کا احسانِ عظیم ہے۔ بعد میں جب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ترجمہ اور تفسیر قرآن کے اسباق سپرد ہوئے تو اس سے مجھے مدد ملی۔"

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ماہ شوال ۱۳۸۱ھ ص ۱۸-۲۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ "دورۂ حدیث کے اختتام پر جب فارغ التحصیل علماء کو دستارِ فضیلت بندھواتے تو فرمایا کرتے تھے ہر علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کی لیکن تکمیل آپ کی لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی کے دورۂ تفسیر میں ہوگی" "اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ شیرانوالہ میں بیٹھا ہوا اللہ اللہ کی ضربوں سے کائنات کا دل مسخر کرنے میں مصروف ہے، وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اس کے درسِ قرآن میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے۔"

جناب قاضی محمد عدیل عباسی ایڈووکیٹ ایڈیٹر روزنامہ زمیندار (سابقاً) جو آپ کے بہت قریب رہے اور ان درسوں میں بھی شریک رہے لکھتے ہیں کہ "دیوبند وغیرہ کے کثیر التعداد فارغ التحصیل طلبہ مولانا سے "ترتیب آیات" پڑھنے آیا کرتے تھے، اور مولانا ان کو صرف یہ سبق دیتے تھے کہ ایک آیت کا دوسری آیت سے کیا ربط ہے ..... اس درس میں چار پانچ سو آدمیوں سے کم کبھی نہیں ہوتے تھے اور انگریز کے سی، آئی، ڈی علانیہ تقریر نوٹ کرتے رہتے تھے، بایں ہمہ مولانا کی حق گوئی و بے باکی ہمیشہ عروج پر رہی، اور اس حد تک کہ بسا اوقات ہم لوگوں کو جو اُس وقت نوجوان تھے۔ اور تحریکِ خلافت میں حصہ لے رہے تھے سخت حیرت ہوتی تھی ... یہ لوگ (آپ سے پڑھنے والے) اس درجہ متاثر ہوتے تھے کہ کبھی کبھی ان لوگوں میں سے کوئی انگریزی اخبارات میں فضائل اسلام پر مضمون بھی لکھتا تھا جو شائع بھی ہوتے تھے، اس طرح پورا دن گزر جاتا تھا بجز کلام پاک کی تعلیم کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا صرف ایک ذوق تھا کہ مسلمان قرآن با مطلب پڑھیں اور اس کا پیغام سمجھیں اور اپنے آپ کو اس تعلیم کے سانچہ میں ڈھالیں گو یا ع

از تاک بادہ گیرم و در ساغر افگنم۔ کے مصداق بنیں، ان کے ہاں قرآن کی تعلیم کے سلسلہ میں کسی معاوضہ کا کوئی سوال نہ تھا بس خالصتاً لوجہ اللہ تعلیم دیتے تھے۔ ایک دن ایک نکاح کی تقریب میں بہت لوگ جمع تھے وہاں ایک بیرسٹر صاحب جو مسلمان تھے کہنے لگے کہ "دیکھئے قرآن نے شروع میں دعویٰ کیا ہے کہ "یہ ہے کتاب جس میں کوئی شک نہیں"۔ دعویٰ بلا دلیل۔ مولانا کچھ دور بیٹھے سن رہے تھے، سکوت اختیار فرمایا، پھر بیرسٹر صاحب کے قریب آئے اور ان سے کہا کہ "میں قانون پڑھنا چاہتا ہوں مگر انگریزی نہیں جانتا۔ آپ مجھے اردو کی کچھ کتابیں بتا دیں تاکہ میں قانون کا ماہر بن جاؤں"

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیرسٹر صاحب بھڑک اٹھے کہنے لگے "قانون سمجھنے کے لئے اس ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے، ملحقہ علوم کا مطالعہ ضروری ہے صرف ترجمہ سے آپ قانون کیسے سمجھ لیں گے"۔
مولانا اصرار فرماتے رہے اور وہ شدت سے مخالفت کرتے رہے جب نوبت یہاں تک پہنچی تو مولانا نے کہا کہ "انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے فہم و ادراک پر تو اس درجہ پابندیاں ہیں تو کیا خدا کے بنائے ہوئے قوانین یونہی ترجمہ سے آپ سمجھ لیں گے جو آپ ابھی اعتراض فرما رہے تھے"! بیرسٹر صاحب بہت خفیف ہوئے اور دیر تک معذرت کرتے رہے۔ اور مولانا سے قرآن پڑھنے کی بھی خواہش ظاہر کی، مولانا تو اس کے لئے تیار ہی تھے۔ مگر بیرسٹر صاحب کے پاس مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے کا وقت نہ تھا، تو مولانا نے خود پیشکش کی کہ وہ ان کے مکان پر جا کر تعلیم دیا کریں گے، مگر جب بیرسٹر صاحب نے کہا کہ وہ اپنا موٹر بھیج دیں گے تو مولانا نے انکار کیا اور کہا کہ کسی قسم کا معاوضہ تعلیم کے لئے میں قبول نہیں کر سکتا۔ میں اپنی سائیکل پر آپ کے گھر آکر آپ کو قرآن پڑھاؤں گا، ہر گھر میں درسِ قرآن کے پھیلانے کا ایسا ہمہ گیر جذبہ تھا کہ کوئی بڑی سے بڑی مشقت ان کے لئے گراں نہ تھی"۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنو بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ ص ۵۲-۵۴)

مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب نے فارغ التحصیل شرکاء درس کی تعداد پچاس اور سو کے درمیان لکھی ہے جب کہ قاضی محمد عدیل عباسی صاحب نے چار پانچ سو۔ یہ فرق زمانے کی وجہ سے ہے، جس وقت اور زمانہ کی تعداد مولانا ابوالحسن ندوی نے پچاس اور سو کے درمیان لکھی اُس وقت یقیناً اتنی ہی تعداد ہو گی قاضی صاحب موصوف کے وقت حلقۂ درس خاصا وسیع ہو جانے کی وجہ سے شرکاء درس کی تعداد چار پانچ سو ہو جانا کوئی مستبعد نہیں۔ آپ کی اتنی قرآنی خدمت سے متاثر ہو کر ماسٹر لال دین اخگر نے "خدام الدین" میں "شہید قرآن" کے عنوان کے تحت مضامین لکھے جو بعد میں "انوار ولایت" کی صورت میں شائع ہوئے اور جناب محمد یوسف صاحب ایم۔ اے پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور چھاؤنی نے "ایک مفسر قرآن" کتاب لکھی۔

چند ممتاز تلامذہ

آپ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، تلامذہ بھی دو قسم کے اور نہایت باکمال آپ سے تلمذ جید علماء کو بھی تھا اور جدید

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعلیم یافتہ حضرات کو بھی اس وقت ان میں سے صرف ممتاز ترین حضرات ہی کے نام لکھے جائیں گے۔

۱۔ علامہ سید ابو الحسن علی ندوی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو (صاحب تصانیف کثیرہ) و ممبر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔

۲۔ حضرت مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی (مرحوم) نائب مہتمم دار العلوم دیوبند (سابقاً)

۳۔ حضرت مولانا عبد الحنان صاحب ہزاروی فاضل دیوبند (مرحوم) خطیب و مہتمم دار العلوم عثمانیہ ورکشاپی محلہ راولپنڈی۔

۴۔ حضرت مولانا کفیل احمد صاحب بجنوری استاد مدرسہ انصاریہ کلکتہ

۵۔ حضرت مولانا ابو البیان حماد صاحب۔

۶۔ حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں سے

۱۔ علامہ علاء الدین صدیقی صاحب وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی (سابقاً)

۲۔ جناب خواجہ عبد الوحید صاحب ایڈیٹر "الاسلام" (انگلش) کراچی

۳۔ جناب ڈاکٹر سید عبد اللہ صاحب ہزاروی (ایم۔ اے پی ایچ ڈی) پرنسپل اورینٹل کالج لاہور (سابقاً) صدر دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور (حالاً)

۴۔ جناب ڈاکٹر محمد فاروق صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور۔

۵۔ جناب شیخ محمد عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ لاہور۔

۶۔ جناب پروفیسر سعادت علی خاں صاحب ایم۔ اے پرنسپل (ریٹائرڈ)

۷۔ جناب مولوی بشیر احمد صاحب لدھیانوی بی۔ اے (مرحوم)

۸۔ جناب محمد مقبول عالم صاحب بی۔ اے۔

۹۔ حافظ فضل الٰہی صاحب ایم۔ اے۔

۱۰۔ جناب ڈاکٹر عبد اللطیف ایم بی بی ایس بی ڈی ایس۔

۱۱۔ چودھری عبد الرحمان خان صاحب ایم۔ اے ایل ایل بی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ڈٹ کر مصائب کا مقابلہ کرنا آخری فتح تمہاری ہوگی

"میں نے دس سال حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے قرآن مجید پڑھا اور انہوں نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ کہ میں ساری عمر قرآن میں صرف کروں گا۔ اور اس کو اپنا نصب العین بناؤں گا۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس وعدہ کے نبھانے کی توفیق بخشی۔

جوانی سے اب بڑھاپے تک بس یہی مشغلہ رہا اور یہ امانت آپ کو سپرد کر رہا ہوں تاکہ میرے دنیا سے جانے کے بعد بھی یہ سلسلۂ خیر جاری رہے۔ یہ سندیں اس لئے دی جاتی ہیں کہ اب آپ میں صلاحیت پیدا ہو چکی ہے۔ اب آپ پر قرآن مجید کا گھر گھر پہنچانا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر آپ نے اس فریضہ کو ادا نہ کیا تو یاد رکھیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ گرفت فرمائے گا کہ جب تمہیں میں نے قرآن کی سمجھ دی تھی تو تم نے کوتاہی کیوں کی؟ اور لوگوں تک حق کیوں نہ پہنچایا؟

جب آپ دین حق کی آواز اٹھائیں گے تو لوگوں کی طرف سے مخالفتیں ہوں گی طعنے دیئے جائیں گے۔ تکالیف پہنچیں گی مگر یاد رکھو کہ ڈٹ کر مصائب کا مقابلہ کرنا آخری فتح تمہاری ہوگی۔ باطل دم دبا کر بھاگے گا۔ میری زندگی تمہارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح کامیاب بنایا میرے مقابلہ میں بڑے بڑے آئے مگر سب کو منہ کی کھانی پڑی۔"

(آخری دورہ تفسیر کے طلبہ سے حضرت شیخ التفسیر لاہوریؒ کا خطاب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تبلیغی واصلاحی خدمات

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ "مولانا سے اللہ تعالےٰ نے جو سب سے بڑا کام لیا وہ عقائد ورسوم کی اصلاح اور توحید وسنت کی اشاعت ہے۔ وہ حضرات دیوبند کے مسلک پر پورے طور پر عامل اور اس کے پرجوش مبلغ اور داعی تھے، توحید میں ان کا ذوق اور رجحان حضرت مولانا اسماعیل شہید اور ان کی جماعت سے زیادہ مناسبت رکھتا تھا اور اسی وجہ سے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ (واں بھچراں) سے بہت اچھے تعلقات تھے اور وہ بھی بہت محبت فرماتے تھے اور انجمن خدام الدین کے جلسوں میں آیا کرتے تھے، راقم سطور کے محدود علم میں پنجاب اور سندھ میں جتنا مولانا کے مواعظ اور ان کے تبلیغی رسائل اور درس قرآن اور بیعت وارشاد کے تعلق سے دینی نفع پہنچا کم لوگوں سے اتنا نفع پہنچا ہوگا .... توحید وسنت کی صاف وبے لاگ دعوت کے ساتھ ان میں تصوف کی چاشنی، سیاست اور حالات حاضرہ کی بصیرت، اخلاق کی وسعت اور عوام وخواص سے مناسبت بھی جمع تھی جس نے ان کے حلقہ اصلاح کو بہت وسیع اور متنوع بنا دیا تھا۔

افادہ واصلاح کا ایک بڑا موثر ذریعہ ان کے جمعہ کے خطبات تھے، میرے علم میں لاہور کی کسی مسجد میں اتنا کثیر مجمع اتنے ذوق وشوق کے ساتھ خطبہ سننے نہیں آتا تھا، مولانا عربی کے خطبہ جمعہ سے پہلے پورے ایک گھنٹہ تقریر کرتے تھے، تقریر زندگی اور واقعات سے قریبی تعلق رکھتی تھی۔ اس میں معاشرہ کی خرابیوں اور لوگوں کی اخلاقی ودینی بیماریوں کی نشان دہی ہوتی تھی اور غلط رجحانات حکومت وقت کی بے دینی اور اس کے انحراف پر اتنی صاف اور کھلی ہوئی تنقید ہوتی تھی جس کی نظیر اس زمانہ میں مشکل ہے۔ بولنے والے کا اخلاص، اس کی بے غرضی، اعتماد علی اللہ، نتائج وعواقب سے بے نیازی اور دین کے لئے دل سوزی اور دردمندی لوگوں کو مسحور کر لیتی تھی، بہت سی آنکھیں اشکبار نظر آتی تھیں اور بہت سے سر ندامت سے جھکے ہوئے۔ انگریزوں کے عہد اور قیام پاکستان کے زمانہ میں مولانا کی یہ حق گوئی اور بے باکی یکساں طور پر قائم رہی، اس میں نہ حکومت کی تمیز تھی نہ جمہور کی، اہل شہر کی اخلاقی پستی، تعیش کے رجحان اور اسلامی قانون کی مخالفت کو بڑی بے باکی اور صفائی سے بیان فرماتے تھے۔ بداخلاقی اور فسق وفجور کے مرکزوں کو شمار کر کے بتاتے اور مسلمانوں کو غیرت دلاتے، اکثر درس میں فرماتے "اے اٹھارہ لاکھ لاہوریو! تم میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھیالیس ۴۶ برس سے رہتا ہوں اور قرآن سناتا ہوں لیکن انسانوں کی صورت کو ترستا ہوں تم سب کچھ ہو لیکن انسان نہیں ہو" مولانا کی تقریر سن کر اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اس حق گوئی کی پاداش میں مولانا انگریزوں کے عہد میں بھی کئی مرتبہ جیل گئے اور پاکستان بننے کے بعد بھی (تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں) جیل تشریف لے گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہر وقت دار و رسن کے لئے تیار بیٹھے ہیں، آخر دور میں علمار کی تنظیم فرمائی اور اور پاکستان کے مختلف مقامات پر تقریر کر کے حکومتِ پاکستان کی دینی مداخلت کی پوری قوت کے ساتھ تردید فرمائی۔

مولانا کا شروع سے یہ عقیدہ تھا اور اس کا اظہار اکثر اپنے درس میں فرماتے تھے کہ "دین کے خادم اور مبلغ کی تاثیر اور مقبولیت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنے سامعین یا حلقۂ تبلیغ سے کسی قسم کا مالی فائدہ نہ اٹھائے، اور ان کے کسی احسان، خاطر مدارات، اور خدمت و ضیافت کا شرمندۂ احسان نہ ہو" مولانا اس اصول پر اس سختی سے کاربند تھے کہ نہ اپنے داعیوں سے کرایہ لیتے تھے نہ ان کی ضیافت قبول فرماتے تھے۔ ہم لوگوں کی تربیت کے لئے بعض مرتبہ فرمایا کہ "میں کہیں تبلیغ و وعظ کے لئے جاتا ہوں تو ایک گلاس شربت کا بھی روادار نہیں ہوتا" جہاں تک مجھے معلوم ہے ایک عرصہ تک مولانا کا یہ معمول رہا کہ کرایہ اپنے پاس سے صرف کرتے، اور اس کے لئے بعض اوقات آپ کو خاصی مدت انتظار کرنا پڑتا۔ پونہ یا اسکے اطراف کے ایک سفر کا واقعہ بیان فرماتے تھے (تقسیم ہند سے پہلے) کہ وہاں ایک مخلص دوست نے مجھے بلایا، مجھے جتنے دن قیام کرنا تھا اس کے حساب سے گھر سے آٹے کی میٹھی ٹکیاں پکوا کر لے گیا تھا، چنانچہ پورے زمانۂ قیام میں یہی میری خوراک رہی اور مجھے کسی کا مہمان بننے کی یا بازار میں کھانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ مولانا تبلیغی سفر میں کسی کا ہدیہ بھی قبول نہیں فرماتے تھے کہ "ایک مرتبہ ایک سفر میں کسی مخلص دوست نے چند لوگوں کی موجودگی میں مجھے ایک رقم دی، مجھے خیال ہوا کہ میں اگر برسر مجلس اس کو واپس کر دیتا ہوں تو ان کی سبکی اور دل شکنی ہوگی۔ میں نے اس کو قبول کر لیا اور لاہور آ کر ان کو کوپن پر یہ لکھ کر وہ رقم واپس کر دی کہ میں نے مصلحتاً یہ رقم اس وقت قبول کر لی تھی اب واپس کر رہا ہوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا مرحوم طلبہ کو کبھی کبھی اپنے بعض ایسے واقعات سناتے جن سے ہمارے اندر اپنے علمی و دینی منصب کا احترام اور اس کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوتا۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان واقعات کا بڑا اثر پڑتا ہے اور سیرت و کردار کی تعمیر میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔ ایک مرتبہ سنایا کہ حکومت پنجاب کے بڑے عہدیدار اور رئیس نواب مظفر خان نے اپنے کسی صاحبزادہ یا صاحبزادی کے نکاح کے لئے مجھے بلایا میں جب مجلس میں داخل ہوا تو بڑے بڑے عمائدِ شہر اور عہدیدارانِ حکومت موجود تھے، انہوں نے مجھے اسی بے پرواہی اور استخفاف کی نظر سے دیکھا جس نظر سے وہ مولویوں اور نکاح خواں قاضیوں کو دیکھنے کے عادی ہیں خطبۂ نکاح اور ایجاب و قبول کے بعد نواب صاحب نے ایک معقول رقم جو نوٹوں کی گڈی کی شکل میں تھی مجھے پیش کی میں نے مناسب طریقہ پر اس کے لینے سے معذرت ظاہر کر دی اور ضروری سمجھا کہ اہل مجلس پر بھی یہ بات واضح ہو جائے کہ علماء کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ اس کی اجرت قبول کریں۔ اس سلسلہ میں میں نے ایک مختصر سی تقریر بھی کی۔ اہل مجلس کے لئے یہ نیا تجربہ تھا۔ نواب صاحب پر اس کا بڑا اثر ہوا اور وہ بڑے احترام کے ساتھ مجھے پہنچانے آئے اور معذرت کی۔

مولانا جب کبھی کسی دینی دعوت پر تشریف لے جاتے تو کوشش کرتے تھے کہ وہ تمام رسوم و تکلفات سے بچے رہیں جن کو داعی حضرات اور انجمنیں، علماء اور مقررین کے لئے ضروری سمجھتی ہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوا کہ آپ کو کسی شہر میں مدعو کیا گیا، آپ گاڑی سے اترے، استقبال کرنے والے اسٹیشن پر موجود تھے، آپ نے منہ پر رومال ڈال لیا اور خاموشی سے کسی ایک طرف سے نکل کر قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ استقبال کرنے والے جب مایوس ہو کر واپس آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب تشریف لا چکے ہیں۔"

(ماخوذ از ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ماہ شوال ۱۳۸۱ھ)

مشہور محدث حضرت مولانا عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کے پوتے — مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم نے سب سے پہلے آپ کے خطبات جمعہ کو شائع کرانیکی سعادت حاصل کی، وہ پیش لفظ کے طور پر لکھتے ہیں کہ "حضرت مولانا احمد علی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ قرآن فہمی اور قرآن دانی میں جو ملکہ قدرت نے آپ کو ودیعت کر رکھا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس پر آپ کے اساتذہ اور دارالعلوم دیوبند کو بھی بجا طور پر ناز ہے کہ ان کی وساطت سے ایک ایسا مردِ مجاہد پیدا ہوا جس کے درس قرآن نے ان کے ناموں کو بھی زندہ کر دیا، یہ ایک حقیقت ہے جس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ جب سے صاحب ممدوح نے لاہور میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہے لاہور کی کایا پلٹ گئی ہے اور لوگوں کی ذہنیتوں میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ درس قرآن اور خطبات تو عام طور پر ہوتے رہتے ہیں مگر جس ایثار، حسن خلوص، حسن ذوق و شوق اور حسن کیف و وارفتگی سے حضرت مولانا درس یا خطبہ دیتے ہیں بہت کم خطیب یا مدرس دیتے ہوں گے، قدرت نے ان کی زبان میں خاص تاثیر عطا فرمائی ہے اچھے اچھے ادیب اور صاحبِ علم بھی ان کی تقریر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور دُور دُور سے کھنچے چلے آتے ہیں"

آپ کے خطبات جمعہ آٹھ جلدوں میں کئی دفعہ طبع ہو چکے ہیں، ان کی افادیت سے علماء و خطباء کرام بہرہ ور ہو رہے ہیں:

مجالس ذکر

خطبات جمعہ کی طرح ہر جمعرات کو آپ مجالس ذکر کے اختتام پر جو تقریر فرمایا کرتے تھے وہ بھی سیدھی دلوں کے اندر اتر جاتی تھی۔ اس میں اصلاحِ باطن کا مؤثر بیان ہوتا تھا، مجالس ذکر میں آپ کی چند تقاریر کے اقتباسات مطالعہ فرمائیں:۔

◎ سانس کی قضا نہیں ہو سکتی

آپ فرماتے تھے کہ نماز کی قضا تو ہو سکتی ہے یعنی جب بندہ چاہے اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیکر پچھلے گناہ معاف کرا سکتا ہے مگر سانس کی قضا نہیں ہو سکتی، اسلئے کہ جو سانس ایک دفعہ جا چکا ہے اس کا دوبارہ لانا مشکل ہے جب آئے گا دوسرا ہی آئے گا۔ اسی لئے اہل اللہ فرمایا کرتے ہیں "ہر دم کہ غافل ست آں دم کافر"۔

◎ اچھی اور بُری صحبت

صحبت دو قسم کی ہوتی ہے ایک اچھی، دوسری بُری۔ اچھی صحبت اچھے نتائج پیدا کرتی ہے، اس سے اخلاق سنور جاتے ہیں اور مستقبل درست ہو جاتا ہے۔ (اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اچھی صحبت عطا کرے)

بُری صحبت میں عاقبت برباد ہو جاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بُری صحبت کے نتائج کو واضح کرتے ہوئے فرمایا، "اچھی صحبت کی مثال

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسی ہے جیسے عطر فروش کی دکان ہو، جو شخص ایسی دکان میں جائیگا وہ عطر نہ بھی خریدے کم از کم اس کی خوشبو تو ضرور سونگھے گا، اور بُری صحبت کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسی دکان میں جانے والا اگر کچھ نہ لے گا تو کپڑے ضرور جلا کر آئیگا۔"

خواجہ معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں "صحبتِ نیکاں بہ از نیکی و صحبتِ بداں بد از بدی" اللہ تعالیٰ ہمیں نیکوں کی صحبت میں پہنچائے۔

اولیائے کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند نشین ہوتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں علمائے کرام اور صوفیائے عظام۔ علمائے کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کتاب والا فرض ادا کرتے ہیں وہ بھی حضرت نبی کریمؐ کے مسند نشین ہیں۔ صوفیائے کرام تزکیہ کا فرض ادا کرتے ہیں، وہ قرآن کا رنگ چڑھاتے ہیں اور یہ بھی حضرت نبی کریمؐ کے مسند نشین ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اس قسم کے اللہ کے بندوں کا عکس دوسروں پر پڑتا ہے، ان کی صحبت میں جانے سے دل چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کریں دل دنیا سے برگشتہ ہو جاتا ہے۔

اس چیز کو ساڑھے تیرہ سو سال پیچھے لے جایئے اور اندازہ کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں کتنا اثر پڑتا ہوگا۔ آپؐ کی صحبت میں سب کچھ ذہنی طور پر حاصل ہو جاتا تھا، اب سب کچھ کسباً حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے نیک بندوں کی صحبت از حد ضروری ہے، بُروں کی صحبت میں جا کر اور کچھ نہیں تو بری باتیں تو ضرور سننا پڑتی ہیں۔

امراضِ روحانی کا علاج صحبتِ شیخ کے سوا کچھ نہیں، کتابیں پڑھنے سے یہ دُور نہیں ہوتے۔

دینی مدارس میں کتابوں پر عبور حاصل ہو جاتا ہے مگر تکمیل نہیں ہوتی۔ اسلئے علماء کی بھی کماحقہٗ اصلاح نہیں ہوتی، بعض امراضِ روحانی جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہوتے ہیں، جسمانی بیماریاں قبر کے ورے ختم ہو جاتی ہیں، روحانی بیماریاں ساتھ جاتی ہیں، زمینداروں، سرکاری ملازمین اور تاجروں کو تو جانے

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھئے اہلِ علم بھی ان سے نجات نہیں پاسکتے جب تک کہ خاص اہتمام نہ کریں۔
مدارسِ عربیہ میں طلبہ کو علم دانستن کے درجے پر حاصل ہوتا ہے داشتن کے درجے پر نہیں۔ یعنی وہ دین سمجھ کر آتے ہیں لیکن اکثر ان میں سے ایسے ہوتے ہیں جن پر دین کا عملی رنگ چڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ اس لئے علماء کے اندر بھی روحانی بیماریاں باقی رہتی ہیں جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔ نبوت کا دروازہ بند ہوچکا ہے، اس کے سوا باقی تمام کمالات نبوی کے حاملین اب تک رہے ہیں، اب بھی موجود ہیں، اور قیامت تک رہیں گے۔ انہیں کی صحبت میں اصلاحِ حال ہوتی ہے۔ اللہ والے موتیوں سے بھی گراں قیمت ہیں، موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے گراں، وہ نایاب نہیں کم یاب ہیں۔ اگر کامل مل جائے تو اس کے قلب سے ادب، عقیدت اور اطاعت کی تین تاریں جوڑنے سے فائدہ ہوتا ہے، اس کے بغیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھی رہنے والے محروم رہے، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ پاس ادب تھا اور نہ عقیدت تھی اور نہ وہ اطاعت کرتے تھے۔

میں نے ان گنہگار آنکھوں سے اپنے دونوں مربیوں (حضرت مولانا غلام محمد صاحب دین پوریؒ و مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ) کے ہاں دیکھا کہ عقیدت ادب اور اطاعت کرنے والے چند دنوں میں جھولیاں بھر کر لے گئے اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا وہ ساری عمر صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے، اینٹ اگر بھٹے میں ڈالی جائے اور نہ پکے تو پلی کہلاتی ہے، کہتے ہیں کہ پلی سے کچی اینٹ بہتر ہوتی ہے کہ وہ مینہ کا مقابلہ پلی سے زیادہ کرتی ہے، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی اللہ والے کے ہاں لے جائیں تو وہاں سے پک کر نکلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

◎ میں کہا کرتا ہوں کہ امیر سے مت ڈریئے، اس کو اپنی دولت، پارٹی اور اثرورسوخ پر ناز ہوتا ہے، وہ غیر کے دروازے پر جاتا ہے، وہ پولیس اور عدالت میں جائیگا، اس کا آپ مقابلہ کرسکیں گے۔ غریب سے زیادہ ڈرنا چاہیئے اگر اس کو آپ نے ستایا تو وہ غیر کے دروازے پر نہیں جائے گا،

toobaa-elibrary.blogspot.com

• وہ صرف بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرے گا اور دو آنسو بہا کر خاموش ہو جائیگا۔ ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دُعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال مے آید

اس کے دو آنسو بربادی کے لئے کافی ہیں، میرے پاس ایک دفعہ ایک سابق پولیس انسپکٹر آیا، بڑا قوی ہیکل چھ فٹ قد تھا، سر فضل حسین، سر محمد شفیع اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تحریریں اس نے مجھے دکھائیں کہ یہ واقعی امداد کا مستحق ہے، میں نے جب اس سے کہا کہ اس وقت دفتر بھی بند ہے اور کوئی موجود بھی نہیں تو وہ مجھ سے کہنے لگا کہ "دار الحفاظ کے بچوں سے ہی پیسہ پیسہ جمع کر کے مجھے دے دیجئے"، دیکھا آپ نے کسی غریب کی آہوں نے اسے کہاں تک پہنچا دیا۔

◎ انسانوں کی دو قسمیں ہیں خدا پرست اور نفس پرست، مصائب میں دونوں مبتلا ہوتے ہیں، نفس پرستوں پر مصائب ان کی شامتِ اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مصائب خدا پرستوں پر بھی آتے ہیں، انبیاء علیہم السلام خدا پرستوں کے امام ہوتے ہیں وہ چونکہ معصوم ہوتے ہیں اس لئے ان پر مصائب کا آنا ان کی شامتِ اعمال کا نتیجہ نہیں کہا جا سکتا، بلکہ یہ مصائب قرب میں ان کی ترقی درجات کا باعث بنتے ہیں۔ (قرآن کی آیتوں وَمَا اصابکم من مصیبۃٍ فبما کسبت ایدیکم الخ وکاین من نبی الخ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔)

◎ **کامل علم** "دنیا کے تمام مروجہ علوم میں سب سے زیادہ کامل، سب سے زیادہ اعلیٰ، سب سے زیادہ دور رس، ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالنے والا اللہ تعالیٰ سے روشناس کرانے والا، با اخلاق بنانے والا صحیح معنوں میں انسان بنانے والا، دنیا کی ذلتوں سے بچانے والا اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا علم فقط کتاب و سنت کا علم ہے۔"

◎ **توکل علی اللہ** جو رزق مقدر ہے وہ مل کر رہے گا، آپ اسے سمجھتے ہیں کہ ہماری محنت پر رزق ہے۔ یہ بات غلط ہے، رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ سچا اور اس کا رسول سچا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک لڑکی میرے پاس آئی جس کے نانا کا میرے ساتھ بیعت کا تعلق تھا اس نے کہا کہ "میرا خاوند دو ہزار روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتا ہے مگر گزارا نہیں ہوتا" میں نے حسب معمول جواب دیا کہ "بیٹی رزق میں برکت ڈالنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ میں اور میری اولاد دنیاوی طور پر کچھ نہیں کرتے، تمام دن فقط اللہ اور اس کے رسول کا دین پڑھاتے اور پڑھتے ہیں حالانکہ ہمارے بھی بیوی ہے۔ لڑکے ہیں، بہوئیں ہیں، پوتے پوتیاں ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ گزارہ اچھا چل رہا ہے، کوئی شکایت نہیں۔ آج تک کبھی کسی سے ایک پیسہ تک نہیں مانگا۔ اللہ کو منظور ہو تو تھوڑا رزق بھی بہت بن جاتا ہے اگر برکت نہ ہو تو رزق کی بہتات ہوتے ہوئے بھی ہائے ہائے نہیں جاتی اور اطمینان حاصل نہیں ہوتا"

اللہ تعالیٰ میرے دشمنوں کو بھی ہدایت فرمائے جو مجھے وہابی (بے ایمان) کہتے ہیں۔ چونکہ میں یتیموں کا مال ختم شریفوں میں جا کر نہیں کھاتا اس لئے لوگ مجھے وہابی کہتے ہیں۔ جو کوئی مرجاتا ہے تو بیوہ عورت سے کہا جاتا ہے کہ آپا جی، پندرہ روپے دو، آٹھ روپے کا حلوہ، پانچ روپے کے سنگترے، اور دو روپے کے پھول لانے ہیں، مولوی آئیں گے، ختم شریف ہوگا اور مولوی کھائیں گے یاد رکھو! کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے، اور یہ تیجا شریف، ساتا شریف، چالیسواں شریف سب اسلام کے خلاف ہیں کل کو اگر تم رات کو زنا کرو اور کہو کہ رات رنڈی شریف آئی تھی، زنا شریف کیا تھا تو کیا لوگ تمہارے منہ پر جوتا نہ ماریں گے، کیا تمہارے شریف لگانے سے وہ فعل جائز ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ہدایت فرمائے"

ان ملانوں کو اگر میت سے اور ان کے گھر والوں سے ہمدردی ہے تو قرآن پڑھ کر اس میت کو ثواب بلا معاوضہ پہنچائیں، قرآن کا معاوضہ (نان حلوہ) وغیرہ کیوں لیتے ہیں۔ اگر کوئی مرجائے تو ملا جمع ہو جاتے ہیں اور پھر گھر والے بیوہ عورت سے کہتے ہیں کہ آپا جی! ۱۵ سیر گنڈیریاں لانی ہیں، ۱۵ روپے کے نان، ۱۰ روپے کے سنگترے لانے ہیں، پیسے دے دو۔ ان سب چیزوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو ملا کھائیں گے، کچھ شرم کرو، کیوں حرام کھاتے اور کھلاتے ہو؟"

◎ "میں پکا حنفی ہوں، لاہور میں کئی رسمیں نکل آئی ہیں، قبروں پر سجدے ہوتے ہیں، قوالیاں ہوتی ہیں۔ اور میں ان رسموں کی مخالفت کرتا ہوں تو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ شیطان بڑا لعین اور خطرناک ہے۔ بے ایمان کو ایماندار اور ایماندار کو بے ایمان بنایا ہوا ہے۔"

◎ میں کسی کا برا نہیں چاہتا جو لوگ گیارہویں شریف اور ختم شریف کے نہ ماننے کی وجہ سے وہابی کہتے ہیں میں ان کا بھی بھلا چاہتا ہوں۔

◎ میں جتنا اولیائے کرام کا ادب کرتا ہوں بہت کم لوگ ان کا اتنا ادب کرتے ہیں، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے اور میدان حشر میں بھی۔

◎ میں کہا کرتا ہوں کہ صوفی آسمان پر اڑتا آئے، لاکھوں مریدوں کا لشکر پیچھے لگائے، قبلہ عالم کہلائے، اگر اس کا ایک عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے، اس کی بیعت کرنا حرام ہے اگر ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے، ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائیگا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائیگا۔"

◎ عقیدت، ادب اور اطاعت سے فیض آتا ہے ان میں سے ایک تار بھی ٹوٹ جائے تو کنکشن ٹوٹ جاتا ہے۔"

◎ جس طرح ریل کی دونوں پٹریاں کراچی سے لنڈی کوتل تک متوازی چلتی ہیں، اسی طرح جسمانیت اور روحانیت کی دونوں لائنیں متوازی چلتی ہیں، عقلمند انسان دونوں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے، جس طرح جسم کو غذا دیتا ہے اسی طرح روح کو وقت پر ذکر الٰہی کی غذا بہم پہنچاتا ہے، جس طرح ادھر لوگ چاہتے ہیں کہ مرتے وقت بھی منہ میں دودھ یا شہد ڈالا جائے اسی طرح ادھر بھی شریعت کہتی ہے کہ آخری دم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے ہوئے نکلے، یہ چیز بھی قرآن کریم کی تعلیم اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے پیدا ہو جاتی ہیں۔

◎ میں جرأت سے تب بھی کہتا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ جو قرآن مجید کا اتباع نہیں کرتے وہ آخرت کے لحاظ سے نیٹ اندھے ہیں"

◎ ۲۰۰ کی ململ جلدی دھل جاتی ہے، تھوڑا سا صابن لگایا اور کپڑا صاف ہو گیا اور بعضے کھدر کے کپڑے دھوبی دو تین مرتبہ بھٹی پر چڑھاتا ہے ایک دو دفعہ میل نہیں نکلتا، تیسری چوتھی دفعہ صاف ہو جاتا ہے۔ عامۃ الناس میں بھی اسی طرح بعضوں کی اصلاح جلدی اور بعضوں کی سالہا کے بعد ہوتی ہے، کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ کامل ہو گیا ہوں، قبر میں داخل ہونے سے پہلے ہر وقت خطرہ ہے"

◎ ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز نہ روزہ جہنم سے بچائے گا نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج، ان کے لئے میں دوزخ کا فتویٰ دے رہا ہوں۔

◎ میں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں، جواہرات ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے ان سے بھی گراں۔ لاہوریوں کو کھوٹے پیروں کی ضرورت ہے۔ جو انہیں اللہ تعالیٰ کے دروازے کی طرف بلائے، کفر اور شرک کی رسموں سے روکے اس کو یہ وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں"

◎ میں اہالیان لاہور سے کہا کرتا ہوں کہ بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ تم ان کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کرو، لیکن ان کے جوتے پر اللہ کی اتنی رحمت برستی ہے کہ تمہارے ٹوپیوں پر (جنہیں تم ہیٹ کہتے ہو) بھی نہیں برستی ہے کیونکہ ان کے باطن کی اصلاح ہو چکی ہے، اور تمہاری نہیں ہوئی۔ بارش جب ہوتی ہے تو سر پر ٹوپی بھی بھیگ جاتی ہے اور پاؤں میں جوتا بھی تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی اللہ کے بندے پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے تو اس کے جوتے پر بھی پڑتی ہے۔ ایک شخص بظاہر اپ ٹو ڈیٹ جنٹل مین ہو اگر اندر ایمان نہیں ہے تو وہ پکا بے ایمان ہے اور سیدھا دوزخ میں جائے گا"

◎ گوش ہوش سے سنئے "اگر آپ نے پیرس، اور برلن ٹوکیو وغیرہ کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

یونیورسٹیوں سے ڈگریاں تو حاصل کر لیں لیکن قرآن مجید سے جاہل ہیں تو مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائیگی۔"

◎ میں تعلیم کا مخالف نہیں ہوں، بے شک امریکہ میں جا کر تعلیم پاؤ، وہ تعلیم خدا رسیدہ ہونے کا ذریعہ نہیں ہے، ڈگریاں روٹی کمانے کا ذریعہ ٹھیک ہیں، یہ تمہیں کس نے بتایا ہے؟ کس غلط فہمی میں مبتلا ہو، اور تمہارے ماں باپ بھی غلط فہمی میں مبتلا ہیں، میں کہتا ہوں کہ اعزازی ڈگریاں ذریعہ نجات نہیں ہیں، تعلیم جدید قرب الی اللہ کا ذریعہ نہیں ہے میں کلمہ حق کہوں گا جو میری بات مانے گا کانٹا بدل جائیگا۔[1]

◎ میں بار بار آپ کو اسطرف توجہ دلا رہا ہوں اور خدا اور اس کے رسولؐ کو بری الذمہ کر رہا ہوں، میرا کام آپ کو پیغام حق سنانا ہے اس کو ماننا اور اس پر عمل کرنا آپ کا کام ہے، میرے الفاظ اگرچہ سخت ہوتے ہیں مگر آپ کی بہتری مقصود ہوتی ہے۔ جراح زخم کو چیر کر صاف کرتا ہے تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھر مرہم بھی لگاتا ہے، یہ دونوں ڈاکٹر کے فرائض میں شامل ہیں میں خدا سے پھر دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں جملہ بیماریوں سے پاک کر کے اپنے پاس بلائے۔"

◎ یاد رکھو! اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے خلاف جو کچھ بھی کرو گے اور جو کوئی بھی کریگا دوزخ میں جائے گا۔"

◎ **کشف قبور** میں بزرگوں کی عظمت اور ان کی بزرگی کا دل و جان سے معترف ہوں اور آجکل کے نام نہاد پیروں اور پیرزادوں سے زیادہ ان کی نیکی اور پارسائی کا معتقد ہوں، بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی نگاہِ فیض کے اثر سے بحمد اللہ اتنی توفیق میسر آگئی ہے کہ اب یہ بھی مجھ پر منکشف ہو جاتا ہے کہ کون اپنی قبر میں کس حالت میں ہے؟"

---

[1] کان کھول کر سن لو اسلامی تعلیم ہی نجات کا ذریعہ ہے۔ نماز، آذان اور مسجد سے ربط پیدا کر دو جو اللہ کے گھر میں آئیگا وہ خالی نہ جائیگا جو نہیں آتا اس کو بلا کر بھی نہیں دیا جائیگا جو باپ جتنا ہی زیادہ عزت دار ہوگا اگر اس کا بیٹا اتنا ہی ذلیل نکلے گا تو باپ کی عزت کو بڑا بٹہ لگے گا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

○ **جہیز** "میں کہا کرتا ہوں بیٹی کو جو برتن دینے ہوں وہ بوریوں میں بند کردو، اور زیورات ٹرنکوں میں بند کر کے چابی لڑکی کے حوالے کردو، اللہ کو راضی کرنے کے لئے اگر چھپا کردو تو کیا حرج ہے؟"

◎ میرے دوستو! طبیعتوں پر قابو رکھو، جبر اور صبر کی عادت ڈالو، خدا کو یاد رکھو یہ دنیا فانی ہے، اپنے معاملات درست کرو رزق حلال کما کر کھاؤ، لاہور میں اکثر چیزیں جو بظاہر حلال ہوتی ہیں فی الحقیقت حرام ہو گئی ہوتی ہیں، نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں قرآن مجید میں "قوم عمین" کا لفظ آتا ہے یعنی اندھی قوم ــــ چودہ لاکھ کی آبادی میں شاید ہی کوئی بینا ہو جو حلال و حرام میں تمیز کر سکے اور لوگوں کی رہنمائی کر سکے، فقط سؤر اور کتے ہی حرام نہیں ہوتے بلکہ دودھ، گوشت اور نمک بھی حرام ہو سکتا ہے۔"

◎ اللہ کا ذکر بھی سیکھنے سے آتا ہے، طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین پودے کی جڑوں کو اپنی چھاتی کے اندر کھینچ کر رکھتی ہے اور شیخ کی توجہ ایسی ہے جیسے مالی پودے کو پانی دیتا ہے ــــ دونوں چیزیں ہوں تو ترقی ہوتی ہے۔"

◎ سنو ہوش کرو، مجھے اللہ تعالٰے نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان (انگریز کے تابعدار) علمائے کرام کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں، ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں، اگر تم کو یقین نہیں آتا تو آؤ میرے پاس آکر بیٹھ جاؤ، میں نے یہ فن ۱۴ سال میں سیکھا ہے تم کو میں چار سال میں سکھا دوں گا، مگر بیوی کو ۴ سال کا خرچ دے کر آنا کہیں وہ تمہاری جان کو بعد میں نہ روئے۔ یا تو مان جاؤ یا اپنا رویہ بدلو، علمائے کرام کی عزت کرو، اور عبادت الٰہی کو اپنا لو، یا آؤ اگر یہ فن سیکھو، میں کہا کرتا ہوں کہ لاہور بے دینوں کا شہر ہے۔ اکثر بے حیا کنجریوں کے بچاری زنڈی باز ہیں، رات کو اپنی بیوی اور نوجوان لڑکیوں کو سنیما دکھانے کے لئے ۵ میل دور جاتے ہیں، شرم نہیں آتی کچھ ہوش کرو۔"

◎ میں نے آج تک کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے دیتا ہے سب لاہوریوں سے زیادہ اور اچھا، پھر میں اُسے جمع کرتا ہوں اور اسے صحیح مصرف

Acc No 9556

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر خرچ کرتا ہوں تو مجھے اللہ تعالیٰ اور زیادہ دیتا ہے۔ اب میں اللہ
تعالیٰ کے فضل اور کرم سے گیارہویں مرتبہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے
ہو کر آیا ہوں۔"

◎ لاہوریو میں تو کہا کرتا ہوں کہ لاہور ہی مسلمان کنجری نواز ہیں۔ کیا
ہیرا منڈی میں اب سکھ جاتے ہیں یا کوئی اور جاتا ہے سب مسلمان جاتے ہیں۔"

◎ سنو! میں کہا کرتا ہوں کہ "اگر تم اپنا نام مادھو سنگھ گنگارام رکھواؤ،
نماز پنجگانہ ادا کرو، زکوٰۃ پائی پائی گن کر دو، حج فرض ہے تو کر کے آؤ، روزے
رمضان کے تینوں رکھو تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ تم پکے مسلمان ہو اور اگر
کوئی اپنا نام محمد الدین عبداللہ جان، اللہ رکھا، محمد جان رکھوالے، نماز
ایک نہ پڑھے، حج فرض ہے تو نہ کر کے آئے، روزہ ایک نہ رکھے، زکوٰۃ
باوجود واجب ہونے کے بالکل نہ دے تو میں فتویٰ دیتا ہوں کہ ھٰذَا کَافِرٌ
حقّ" کہ یہ پکا کافر ہے۔"

◎ کیا میں تم کو حق سنانے سے ڈر جاؤں گا؟ میں تم سے مانگ کر نہیں کھاتا،
میں تمہارا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوں، اسلئے تم کو صاف صاف
باتیں سناتا ہوں تاکہ تم سنبھل جاؤ۔ اس غفلت سے بیدار ہو جاؤ، اور اپنی ذمہ
داریوں کو محسوس کرو، ان کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کو خوش کرو، اور دوزخ سے بچ
جاؤ، مجھے تمہاری بالکل پرواہ نہیں، میں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات
کو تمہارے اعتراضات سے بری کرانا چاہتا ہوں تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ
سکو رَبَّنَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَذِیْرٍ کہ اے اللہ! تیرا کوئی بندہ ہمیں ڈرانے کے
لئے نہیں آیا تھا۔ اگر تم سب کے حقوق ادا کرو گے تو بچ جاؤ گے ورنہ مارے جاؤ گے۔"

◎ آج میں خانۂ خدا میں آپ سے عہد لینا چاہتا ہوں کہ آپ مرتے دم تک اسی محمدی
اسلام کی خدمت کرتے رہیں گے اور اس کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش
کریں گے، اسی کی طرف میں آپ کو بلا رہا ہوں۔ جو علمی طور پر خدمت کر سکتے
ہیں وہ درس قرآن دیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مرکز عطا کر رکھا ہے اس سے
وابستگی کو اپنے لئے لازم سمجھئے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملفوظاتِ طیبات

آپ کے چیدہ خصوصی ارشادات درج ذیل ہیں:- خطباتِ جمعہ تقاریر اور مجالس ذکر میں

◎ قرآن کا خلاصہ یہ ہے "اللہ کو عبادت سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطاعت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی رکھو۔"

◎ قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی۔

◎ راہ ہے اسلام، راہرو ہے مسلمان، منزلِ مقصود ہے دربارِ رحمان۔

◎ ہمارے باوا آدم تو انتقال فرما گئے ہیں۔ مگر شیطان کا باوا ابھی زندہ ہے اسلئے گمراہی زیادہ عام ہے۔

◎ شیطان اس لحاظ سے بڑا عقلمند ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کو بے وقوف بنا دیتا ہے۔

◎ جب مسلمان کو اخلاص اور توکل کے دو پر لگ جاتے ہیں تو پھر وہ روحانیت کے آسمان پر اڑنے لگتا ہے۔

◎ تم نے اپنی اولاد کو ایم اے، پی ایچ ڈی کرایا، وکالت اور ڈاکٹری پڑھائی لیکن ایسی اولاد کو کیا کرنا اور اس کا کیا فائدہ جس کے لیے تم نے سب کچھ کیا مگر وہ اپنے باپ کے جنازہ پر دعائے جنازہ بھی نہیں پڑھ سکتی۔

◎ ولی کبھی مشرک نہیں ہو سکتا اور مشرک کبھی ولی نہیں بن سکتا۔

◎ اللہ تعالیٰ تو بڑا نازک مزاج محبوب ہے وہ اپنے تعلق میں غیر کی شراکت برداشت نہیں کر سکتا۔

◎ جس طرح ایک مرد اپنی بیوی سے غیر مرد کے تعلقات کو برداشت نہیں کرتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کسی غیر اللہ سے ان تعلقات کو جو اُن سے ہونے چاہئیں پسند نہیں کرتے، اگر کسی غیر اللہ سے تعلق ہو تو وہ شرک ہے۔

◎ غیر اللہ کو سجدے کرنا، ان سے مرادیں مانگنا، ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھانا یا مصیبت کے وقت ان سے امداد طلب کرنا بھی شرک ہے۔

◎ کافر بتوں کو سجدے کرتے تھے اور آج مسلمان اولیائے کرام کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

◎ دنیا میں سب طمع کے یار ہیں، بے طمع کا یار صرف اللہ ہے، جو سب کچھ دیتا ہے لیکن کچھ نہیں لینا، پھر بے طمع کے یار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ شفاعت کئے بغیر چین نہیں لیں گے، یا پھر بے طمع کے یار اللہ والے ہیں۔ باقی سب طمع کے یار، بیوی، اولاد اور برادری، اور برادری تو ایسی ہے کہ اگر اپنے بدن کے گوشت کا قیمہ بنا کر انہیں کھلا دیں تو بھی کوئی خوش نہ ہو۔

◎ اپنی نشست و برخاست ہمیشہ ان لوگوں میں رکھیئے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے، ہمیشہ چراغ سے چراغ جلتا ہے[1]۔

◎ والدین کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دیں ورنہ قیامت کے روز ان سے باز پرس ہوگی اور وہ مجرم ٹھہرائے جائیں گے۔

◎ خدا اور اس کے فرمان کو دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہی ایمان ہے۔

◎ قرآن کی تعلیم سے ہی جراتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے۔

◎ بیماری انسان کی تنبیہ کے لئے ہے۔

◎ ایمان کی منڈیاں مسجدیں ہیں۔

◎ بدکبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے، اور نیک کبھی رسوا نہیں ہو سکتے۔

◎ حرام کی کمائی نورِ ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔

◎ نیک کمائی سے نیک صلاحیت پیدا ہوتی ہے جس کی غذا گندی، اس کے ضمیر کی آواز بھی گندگی سے آلودہ ہوگی۔

◎ جو شخص کسی کو فریب نہیں دیتا وہ ہر کسی کے نزدیک عزت حاصل کر لیتا ہے۔

◎ صلہ رحمی یہ نہیں کہ جوڑنے والے سے جوڑے بلکہ توڑنے والے سے جوڑے۔

◎ ہادی کی آواز پر اگر آپ لبیک نہیں کہہ سکتے تو خدا راستے تنگ تو نہ کیجئے

◎ یاد رکھئے! اللہ کے نیک بندوں کو جو اذیت دیتا ہے، خدا اس کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

---

[1] شاعر نے اس کے موافق ہی کہا ہے:۔
جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی" (مرتب)

toobaa-elibrary.blogspot.com

◎ کامل مومن وہ ہے جس کا تعلق خالق اور مخلوق سے ہے۔ خالق کو راضی کرنا آسان ہے لیکن مخلوق کو بہت مشکل، مخلوق کو خوش کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ان کا حق ادا کر دے اور اپنا حق طلب نہ کرے۔

◎ ہفت روزہ خدام الدین[1] کے بارے میں ارشاد فرمایا "خدام الدین کا مقصد سوائے تبلیغ اسلام کے اور کچھ نہیں، الحمدللہ دس ہزار (یا کم وبیش) شائع ہوتا ہے لیکن میں نے اپنے یا اپنی اولاد کے لئے اس کی آمدنی میں ایک پائی بھی حرام کر رکھی ہے حتیٰ کہ اپنے پڑھنے کے لئے رسالہ لیتا ہوں تو اپنی جیب سے ۴ آنے اس کی قیمت ادا کرتا ہوں، میں نے خاص طور پر ہدایت کی ہوئی ہے کہ اسکی تحریروں میں سلیس اردو آسان زبان استعمال کی جائے اور حروف موٹے لکھے جائیں تاکہ شہری، دیہاتی بچے، جوان، کمزور نظر والے بوڑھے سب یکساں آسانی سے پڑھ سکیں اور خدا سے اپنا تعلق ٹھیک کر سکیں"۔

◎ میں بارہا مکہ معظمہ گیا ہوں، اہل اللہ کے جھنڈ کے جھنڈ ہوتے ہیں مگر میں نے حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنیؒ کے مرتبہ کا کوئی ولی نہیں دیکھا"۔

◎ امراضِ روحانی کا علم علماء کی صحبت میں ہوتا ہے اور ان سے شفا صوفیائے کرام کی صحبت میں ہوتی ہے۔ میرے دو مربی ہیں حضرت (مولانا غلام محمد صاحب دین پوری اور حضرت (مولانا تاج محمود صاحب) امروٹی، دونوں سے میں

---

[1] انجمن خدام الدین کی سرپرستی میں ۱۹۵۵ء میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں ایک ہفت روزہ "خدام الدین" کا اجرا ہوا، شروع میں اس کی تعداد اشاعت ۵۰۰ تھی پھر رفتہ رفتہ یہ ہفت روزہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کی تعداد اشاعت ۱۵ ہزار تک جا پہنچی، پاکستان کے علاوہ بیرونِ ملک بھی اس کی اشاعت میں اضافہ ہوتا چلا گیا، یہ ہفت روزہ کئی غیر مسلموں کی ہدایت کا سبب بنا۔ اس کے اہم مضامین میں سے اداریہ، خطبہ جمعہ، مجلس ذکر، اللہ والوں کی حکایتیں اور اسلام پر دیگر علمی مضامین ہوتے ہیں۔ اپنی زندگی میں خطبہ جمعہ اور مجلس ذکر آپ کی ہوتی تھی، باقی مضامین دوسرے مخلص احباب کے ہوتے تھے، آپؒ کے وصال کے بعد اس کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب ہیں خطبہ جمعہ اور مجلس ذکر انہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہ ہفت روزہ آج بھی نہایت کامیابی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے اور نہایت ذوق و شوق سے پڑھا جا رہا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے کسی کتاب کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا، دونوں کے دروازہ کی گدائی کی، جو کچھ ملا وہ دیا اللہ تعالیٰ نے، لیکن ذریعہ وہ بنے، یعنی ان بزرگوں کے فیض صحبت سے سب کچھ ملا۔

◎ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا وہ مجھے دیا، میں اس سے راضی ہوں جب بلائے میں حاضر ہوں۔"

◎ پانچ سال ہو گئے ہیں، میں نے درزی کو بلا کر اپنے باپ کا کفن تیار کرا لیا تھا، میں ہر وقت موت کے لئے تیار ہوں۔"

◎ میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری کوئی نماز قضا نہ کرے، اور صبح کا درس قرآن مجید کبھی نہ چھوٹے، اللہ تعالیٰ مجھ کو چلتا پھرتا لے جائے، اپنے فضل سے سوء الکبر سے بچائے، مجھ کو چارپائی پر نہ لٹائے تاکہ میرے لئے اور میرے تیمارداروں کے لئے تکلیف کا باعث بنے۔ صبح کی نماز پڑھ کر درسِ قرآن مجید کے بعد اللہ تعالیٰ مجھ کو دنیا سے اٹھا لے، لوگ مجھ کو میانی صاحب میں پہنچا کر ظہر کی نماز واپس آ کر با جماعت پڑھیں۔"

◎ میرا اپنا سلسلہ قادری ہے مگر میں سلاسل اربعہ کے بزرگوں کا ادب کرتا ہوں۔

◎ حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنی مرحوم میرے شیخ نہیں ہیں لیکن میں اپنے مشائخ کی طرح ان کا ادب کرتا ہوں۔

◎ نعم الامیر علی باب الفقراء وبئس الفقیر علی باب الامراء

◎ اطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا الکرامۃ، فان الاستقامۃ فوق الکرامۃ

◎ دل کتنا ہی سخت ہو ذکر الٰہی کی متواتر ضربوں سے نرم ہو جاتا ہے جس طرح سخت پتھر میں پانی کے ٹپکنے سے نشیب پڑ جاتا ہے۔

◎ میں آپ کو بیدار کر رہا ہوں، پٹواری سے لے کر گورنر تک آپ کا کوئی بھی خیر خواہ نہیں ہے، اگر آپ کا کوئی خیر خواہ ہے تو وہ اللہ والا ہے جو آپ سے کھانے کو نہ مانگے، دروازہ محمدی کا غلام ہو، اس کے ہاتھ میں قرآن ہو [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نوروں کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کرے۔"

◎ اللہ والوں کی صحبت میں استغنا عن الخلق اور احتیاج الی اللہ کی صفات پیدا ہوتی ہیں (لوگوں سے بے نیازی اور اللہ کی احتیاج)

◎ جو نماز نہ پڑھے وہ بدمعاش، جو روزہ نہ رکھے وہ بدمعاش میں فتویٰ دیتا ہوں جاؤ علماء سے جاکر کہہ دو احمد علی اس طرح کہتا ہے، عربی میں دو لفظ ہیں فاسق وفاجر۔ ہماری زبان میں ان کا ترجمہ ہے بدمعاش، وہ بدمعاش ہے جس کی زندگی اسلامی قوانین کے خلاف ہو۔

◎ جب لال قلعے (دہلی) کے سامنے عصمتیں لٹنے لگیں تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آئی وہ لاکھوں میل دور سے چوہڑے (انگریز) لایا اور تم پر مسلط کر دیئے۔

◎ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قرآن مجید سے بہتر کوئی کتاب نہیں بولتی ہے۔

◎ تم کو مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن مجید سننے میں عار آتی ہے تو تمہاری کوٹھیوں (بنگلوں) میں چل کر جانا ہمارے جوتے کی بھی توہین ہے۔

◎ جو تم سے روٹی مانگے وہ تم کو حق بات نہیں کہہ سکتا۔ تم کہتے ہو ملا بے ایمان، تم نے انگریزوں کے سامنے اپنی لڑکیاں پیش کیں، تمہارا منہ کالا، چکلے تمہارے دم سے آباد، سینماؤں میں تمہارا اتفاق، وہاں وہابی، سنی اور شیعہ تمام متفق وہاں تم بیویاں اور بیٹیاں لے کر جاتے ہو یا مولوی لے کر جاتے ہیں؟ اگر مولوی سوکھے ٹکڑے کھا کر قرآن کو سینے سے نہ لگاتا تو ہندوستان میں اسلام ختم ہو جاتا، سرکاری سکولوں کا پرائمری پاس ملازم ہو جاتا تھا مگر علمائے کرام دیوبند اور سہارنپور سے فارغ التحصیل ہو کر آتے تو ان کو دفاتر میں کوئی پوچھتا بھی نہیں تھا، تمام علوم متداولہ کے فارغ ملا ملونٹے اور کالج میں عربی کے چند لفظ پڑھ کر تم لوگ علامہ بن جاتے ہو۔"

◎ جو ہنڈیا میں ہو وہی رکابی میں آتا ہے، پیٹ میں حرام ہو تو نیک عمل نہیں ہوتا۔

◎ عالم دین ہو، حافظ قرآن ہو، حج بھی کر آیا ہو، زکوٰۃ کی پائی پائی ادا کرے اور مر جانے اور ضعیف والدین ہاتھ اٹھا کر بددعا کریں کہ الٰہی ہم تو اس پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

راضی نہیں ہیں تو اس پر جنت کے آٹھوں دروازے بند اور اس کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

- تم ایک دانہ زائد نہیں کھا کر مرو گے اور نہ ہی ایک دانہ چھوڑ کر مرو گے، رات دن روٹی روٹی کی پکار ہے۔
- میں نے اپنے تینوں بیٹوں کو تین وصیتیں کی ہیں (۱) کیمیا گری میں مبتلا نہ ہونا (۲) عملیات کے پیچھے نہ پڑنا اور (۳) کسی کی ضمانت نہ دینا، کیونکہ خواہ مخواہ کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ گے اور اس طرح سے دین کی خدمت میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔"
- جن لوگوں نے لارڈ کارنوالس کے عہد میں قرآن مجید کے بجائے رواج پر عمل کرنے کا اعلان کیا تھا میں فتویٰ دیتا ہوں کہ وہ لوگ کافر ہیں، اور اگر وہ بغیر توبہ کے مرے ہیں تو ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں، اگر دیکھنا چاہو تو فرسٹ کلاس کا کرایہ خرچ کرو۔ اور ہندوستان سے ایسے بزرگ لاؤ جو قبر پر کھڑے ہو کر تم کو بتا دیں کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ تم نے سمجھ رکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت اندھی ہے، قرآن مجید کے پورے ڈیڑھ صفحے کا انکار ہے حالانکہ ایک لفظ کا انکار بھی کفر ہے۔"
- آجکل مسلمانوں کی اخلاقی گراوٹ اور معاملات میں بد دیانتی کی شکایت کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "آج کا مسلمان وہ ہے جو لے کر نہ دے۔ اگر لے کر دے دے تو صورت و سیرت سے اس کو مسلمان سمجھئے مجھ سے اکثر لوگوں نے کم و بیش رقم مستعار لی اور لینے کے موقع پر کہتے رہے کہ جاتے ہی بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں گے مگر آج تک شاید ہی کسی نے کچھ واپس کیا ہے، آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ مجھ کو ملنے والے یہی علماء و طلبہ ہی میری برادری ہے، میرے پاس شرابی اور کبابی تو آنے سے رہے، جب میں انکی جگہوں میں اتفاق سے جاتا ہوں وہ لوگ مجھ کو ملتے بھی ہیں لیکن دیتے کچھ نہیں اور میں بھی شرم کی وجہ سے کچھ نہیں مانگتا۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

◎ اولاد کے ساتھ سب کا تعلق غلط ہے، ہم لوگ اولاد کو دین سکھانا اپنے فرائض میں سے سمجھتے ہی نہیں، دنیاوی تعلیم بہت مہنگی ہے لیکن پھر بھی ہم اولاد کو اس طرف بھیجتے ہیں، لیکن قرآن مجید کی تعلیم مفت ہے پھر بھی ہم اس کی طرف اولاد کو نہیں لاتے، دنیاوی تعلیم میں اولاد کو ڈالنا دینی لحاظ سے اس کو زندہ درگور کرنا ہے، تعلیم دنیاوی کو فقط ذریعہ معاش ہی سمجھا جائے نہ کہ ذریعہ نجات.... آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر بچہ انگریزی نہ پڑھے گا تو روٹی کہاں سے کھائیگا۔ اگر بچے انگریزی تعلیم حاصل نہیں کریں گے تو بھوکے مریں گے۔ اے اہل لاہور! تم کو پتہ نہیں کہ رزق کا ٹھیکہ تو اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہوا ہے جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (کہ زمین پر چلنے پھرنے والی چیز کا رزق اللہ پر ہے) اپنے بچوں کو علماء کے پاس بٹھاؤ اور اللہ والوں کی صحبت میں بٹھاؤ تو ان کو ایسا ہی ایمان مل جائیگا، لیکن اگر تم نے بچوں کو دین نہ سکھایا تو قیامت کے دن تمہارے بچے تم پر لعنت بھیجیں گے۔ اس کے برعکس اگر نیک بنائیں گے تو تمہارے مرنے کے بعد بھی تمہارے لئے دعا کریں گے، مگر افسوس تم نے کلمہ طیبہ بھی نہیں سکھایا۔ میں انگریزی تعلیم کا مخالف نہیں ہوں مگر انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ والدین کو ان کا یہ فرض بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ ان کی دنیا کے ساتھ ساتھ ان کے دین کے بھی ذمہ دار ہیں۔ اگر والدین یہ سمجھیں کہ اگر بچے انگریزی نہیں پڑھیں گے تو بھوکے مر جائیں گے تو ان کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ اگر دینی تعلیم بچوں کو نہ دی جائے گی تو ان کے لئے دوزخ کا راستہ آسان ہو جائیگا۔ کیا دوزخ سے اپنی اولاد کو بچانا ماں باپ کا فرض نہیں ہے؟

◎ اسلام اور سیاست دو مختلف چیزیں نہیں، اسلام تا قیامت آنے والی نسلوں کے لئے ایک جامع پروگرام حیات ہے۔ اس میں ہر شعبہ زندگی کیلئے قوانین و ہدایات موجود ہیں چنانچہ سیاست بھی اسلام کا ایک اہم جزو ہے، اور اسلام ہر حالت میں حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں چاہتا ہے۔

◎ میں سی آئی ڈی سے کہتا ہوں کہ حکومت کو میرے یہ الفاظ من وعن پہنچا

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیں کہ ملک میں جو کچھ بھی غیر اسلامی اور غیر شرعی حرکات و افعال ہوتے ہیں ان کی حکومت ذمہ دار ہے اور قیامت کے دن ان حکمرانوں کو جواب دہ ہونا ہوگا۔ اس سے پیشتر ان کو چاہیئے کہ وہ اپنی اور عوام کی اصلاح کرلیں۔"

لے ناظم الدین! (اس وقت پاکستان کے گورنر جنرل تھے) میں تجھ سے بڑا ہوں، تیرا خیر خواہ ہوں، تو بھی انسان میں بھی انسان، تو بھی پاکستانی میں بھی پاکستانی، تو بھی حضور کا امتی، میں بھی امتی، تو بھی مسلمان میں بھی مسلمان، تو افسر ہے میں محکوم ہوں۔ اے ناظم الدین اگر میں فرض ادا کر رہا ہوں تو نہیں کر رہا۔ اگر تو نے اسلام کے لئے کچھ نہ کیا۔ اگر تو نے اسلامی نظام جاری نہ کیا۔ اگر ملک کو لادینی سے پاک نہ کیا، اگر تو نے قوم کی وفاداری نہ کی اور دور اقتدار میں خدا کو بھول گیا تو ذمہ داری سے منبر رسول پر کہتا ہوں، باوضو کہتا ہوں، بار بار کہتا ہوں کہ تیری کوٹھی پر لعنت، تیری کار پر لعنت (اللعنۃ بعیدٌ من الرحمۃ) اور اگر اسلامی نظام جاری کیا، اور قرآن کی، دین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی خدمت کی تو تیرے وجود پر، تیرے بنگلے پر رحمت۔ الرحمۃ موصل الی الجنۃ۔ (اور رحمت جنت تک پہنچاتی ہے)

(از شیخ التفسیر نمبر)

میں دستور ساز اسمبلی کے ارکان کو تبلیغ کر دینا چاہتا ہوں کہ یاد رکھو! اگر تم نے قرآن کے مطابق دستور نہ بنایا تو مسلمان اس کو کبھی نہیں مانیں گے، اور اس کے بعد جو حشر ہوگا وہ تم کو معلوم نہیں۔ آئندہ آنے والی نسلیں تم پر لعنت بھیجیں گی، گنبد خضراء سے تم پر لعنت آئے گی اور خدا کی طرف سے تم پر پھٹکار پڑے گی۔ اگر اپنی قبر کو جہنم کے گڑھوں میں سے گڑھا بنانا نہیں چاہتے تو پھر قرآن مجید اور اسلامی اصول کے مطابق دستور بناؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم سے بڑا ظالم، تم سے بڑا فاسق اور تم سے بڑا کافر کوئی نہیں ہوگا، میں نہیں کہتا سب کچھ قرآن کہتا ہے۔

میں سی آئی ڈی سے کہتا ہوں کہ پبلک کی آواز حکومت تک پہنچائی جائے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر انہوں نے نہ پہنچائی تو خود بھی مجرم ہوں گے، یہ پولیس، وزراء اور حکام پبلک کے خادم اور اس کے ملازمین ہیں، جب وہ پاکستان کے مسلمانوں کا مال کھاتے ہیں تو پھر انہیں مسلمانوں کے مطالبہ کو پورا کرنا چاہیئے ورنہ قیامت کے دن چھٹکارا مشکل ہے، میں جو کچھ کہتا ہوں تمہاری بھلائی کیلئے کہتا ہوں، خدا سے ڈرو اور قبر میں جانے سے پہلے خدا سے اپنا معاملہ صاف کر لو، تم کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ہم ملا ازم قائم نہیں ہونے دیں گے۔ یہ ملا ازم کیا چیز ہے؟ ملا تو یہ کہتا ہے کہ پاکستان کا قانون قرآن اور شریعت اسلامیہ کے سوا اور کوئی نہ ہو۔

صدر مملکت کو پیشکش

"اگر آپ پاکستانی فوج کے بڑے بڑے عہدیداروں کو قرآن مجید کے اصولوں اور تعلیمات سے واقف کرانا چاہتے ہیں تو میں اپنی خدمات ان شرائط پر پیش کرتا ہوں (۱) اس خدمت کا حکومت سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جائیگا۔ (۲) بستر میرا اپنا ہوگا (۳) کھانا اپنی گرہ سے کھاؤں گا، اگر کسی فوجی مرکز میں قیام کرونگا تو فوجی لنگر سے قیمتًہ کھانا کھاؤں گا، میرے ساتھ اگر کوئی خادم ہوگا تو اس کے اخراجات بھی میرے ذمے ہوں گے۔

ان شرائط پر قرآن مجید اور احادیث کا لفظی ترجمہ، ان کے معنی اور ان کا عملی زندگی پر انطباق اس طرح پڑھاؤں گا جس طرح ایک طالب علم استاد سے پڑھتا ہے۔ پڑھنے کے بعد امتحان بھی لونگا تاکہ ان میں یہ استطاعت بھی پیدا ہو جائے کہ آیندہ ان مضامین کو دوسروں کے سامنے تقلیدًا نہیں بلکہ اپنی ذمہ داری سے قرآن مجید اور حدیث شریف سے نکال کر پیش کر سکیں، اگر صدر مملکت پاکستان میری اس پیشکش کو منظور فرمالیں تو میں ان کا تہ دل سے ممنوں ہوں گا، اس چیز کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اثر یہ ہوگا کہ ان ذمہ دار افسروں کے ذریعے سے مملکت پاکستان کے تمام فوجیوں کے دل نور قرآن سے منور ہو جائیں گے اور پاکستان کے خادم پاکستان میں اسلام کو زندہ و پائندہ تابندہ رکھنے کے لئے کوشش کریں گے جب یہ نیت ہر فوجی کے دل میں پیدا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو جائے گی تو پھر پاکستانی فوج ہر میدان میں ناقابلِ تسخیر بن جائے گی"۔
(ماخوذ از روزنامہ مشرق سوموار ۹ مارچ ۱۹۷۰ء)

تمام ریاضتوں کا مقصد یہ ہے کہ دل میں جلا پیدا ہو جائے اور دل کی آنکھیں اللہ پاک کے نام سے روشن ہو جائیں۔ ظاہری آنکھوں کا کیا ہے یہ تو کتوں اور بلیوں کی بھی ہوتی ہیں پھر قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:-

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور انسان پیدا کیے ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں، آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں، اور کان ہیں ان سے سنتے نہیں، وہ لوگ چارپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ وہی لوگ غافل ہیں۔

کشف و کرامات

مسلسل ذکر اللہ اور اتباع سنت سے دل منور ہو جاتا ہے پھر اسے وہ راز ہائے سربستہ معلوم ہو جاتے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتے، اسی کو کشف کہتے ہیں" کشف کی قسموں میں سے دو مشہور ہیں کشف القلوب اور کشف القبور۔ آپ کو ان دونوں میں کمال حاصل تھا۔

◎ حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری کا بیان ہے کہ دودھوچک کے ایک سفر میں ایک پرانے مقبرہ سے ہمارا گزر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مولوی بشیر احمد یہ قبر بالکل خالی ہے"۔

جب دودھوچک پہنچے تو میں نے مولانا عبد الحق صاحب سے استفسار کیا، تو انہوں نے بتایا کہ قریبی گاؤں کا بھنگی چرسی ایک ملنگ تھا جو ضلع لائلپور میں فوت ہو گیا تھا، اس کے چیلے چانٹوں نے باہمی مشورہ سے یہ مقبرہ بنا دیا کہ اس کی یاد میں یہاں میلہ ہو جایا کریگا"۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

◎ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کا بیان ہے کہ بیگم محمود لغاری نے خود مجھ سے بیان کیا کہ "میرے پیٹ میں کینسر تھا۔ اس کا علاج آپریشن تجویز ہوا، میں اس سے پہلے حضرتؒ کی خدمت میں دعا کرانے کے لئے حاضر ہوئی تو حضرت نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ "اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیئے، بیماری بھی اس کے ہاتھ میں ہے اور شفا بھی اسی کی جانب سے ہے۔" حضرت کے ان کلمات کے بعد میری پریشانی ختم ہوگئی اور مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ شفا دے دینگے۔ میں نے آپریشن کرانے سے انکار کر دیا، ڈاکٹر صاحب نے مرض بڑھنے کے خطرہ سے مجھے خبردار کیا لیکن جب میں کسی طرح تیار نہ ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ ٹھیک ہیں تو پھر ضرورت نہیں، پھر ایکسرے کرا لیا جائے، جب ایکسرے کا نتیجہ سامنے آیا تو اس پھوڑے کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور میں پہلے ہی دن سے تندرست ہو چکی تھی۔"

◎ مولوی احمد دین صاحب آف ڈوگر، میاں علی ضلع شیخوپورہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص بیعت کے لئے آیا، تین دن تک رہا اور برابر بیعت ہونے کی درخواست کرتا رہا، مگر آپؒ انکار فرماتے رہے آخر اس نے ایک روز چلا کر کہا جو آتا ہے اسے بیعت کر لیا جاتا ہے مگر مجھے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی طریقہ تھا؟ اس پر آپ اسے کمرے میں لے گئے اور فرمانے لگے "عزیز! تمہارا دل تو مانتا نہیں سچ بتاؤ پھر مجھ سے بیعت کس لئے ہوتے ہو؟۔ اس نے کہا کہ جہاں میں شادی کرانا چاہتا ہوں وہ سب آپ کے مرید ہیں، ان کی شرط یہ ہے کہ آپ سے مرید ہو جاؤں تو پھر رشتہ ملے گا؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ "میں نے بار بار تمہارے دل کی طرف توجہ کی، مگر اس کا انکار ہی پایا۔ اور فرمایا "میں اگر اندھا ہوتا تو بیعت کر لیتا۔" اس شخص نے کہا کہ حضرت! پہلے میں مجبوراً آتا تھا لیکن اب میرے دل کی دنیا بدل گئی ہے سچے دل سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنا چاہتا ہوں، آپ نے ہاتھ بڑھا دیا (بیعت کرنے کے لئے) اور فرمایا، "واقعی اب ٹھیک ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

◎ ایک دفعہ آپ ریل گاڑی میں کہیں جا رہے تھے، ریلوے لائن سے دور ایک قبر نظر آئی تو فرمایا "اس قبر کے مکین بڑے اللہ والے ہیں" حالانکہ وہ قبر بالکل خستہ دکھائی دیتی تھی۔

◎ ایک قبرستان سے گزرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تین قبریں جو ایک ساتھ ہیں، ان میں تینوں نیک آدمی ہیں، لیکن درمیان والے کا درجہ بلند ہے کہ اس کا عقیدہ توحید میں بہت پختہ تھا"

◎ ہائی کورٹ کے ایک ایڈووکیٹ نے بتایا کہ حضرتؒ نے کراچی میں کسی بینک کے ایک گودام کے نیچے سے ہڈیاں نکلوائیں اور انہیں باقاعدہ دفن کر دیا، پھر فرمایا کہ "یہ ایک ولی اللہ کی ہڈیاں ہیں"

◎ آپ کی ایک مریدہ کے دو لڑکے فوت ہو گئے، اس نے آپ سے ان دونوں کی بابت پوچھا کہ کس حال میں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا ایک بیٹا جنتی ہے اور دوسرا عذاب میں مبتلا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں، ایک بیٹا شہید ہوا تھا جب کہ دوسرے نے خودکشی کی تھی۔

◎ انگلستان میں تعلیم پانے والے ایک پاکستانی طالب علم کی موت پر آپ نے اس کی والدہ کے استفسار پر فرمایا کہ "وہ عذاب میں مبتلا ہے" اس وقت تو اس کی والدہ سخت پریشان ہوئیں، مگر چند دنوں کے بعد وہاں سے اس کالج کے پرنسپل کا تفصیلی خط آیا، اس میں یہ بھی درج تھا کہ "وہ لڑکا باغ میں مردہ پایا گیا اور اس کی لاش کے پاس زہر کی خالی بوتل پڑی تھی جو کھا کر اس نے خودکشی کی تھی"

◎ مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ فرماتے تھے "میرا بازو ٹوٹ گیا، ڈاکٹر امیرالدین جیسے ماہر سرجن نے کہہ دیا تھا کہ بغیر آپریشن کے درست نہیں ہو سکے گا، میں نے حضرتؒ سے ملتان جیل میں ذکر کیا تو حضرتؒ نے اپنا ہاتھ پھیرا اور دم کر دیا، صبح اٹھا تو بازو ٹھیک تھا اور اب تک ٹھیک ہے۔ ہاتھ پھیرتے ہوئے حضرت نے یہ کلمات فرمائے اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ وہ ہر مشکل کو آسان کر سکتا ہے، شفا اسی کی رحمت سے وابستہ ہے"

toobaa-elibrary.blogspot.com

◎ راقم الحروف سے آپ کے ایک مخلص اور صالح مرید جناب حاجی محمد یوسف صاحب کراچی والوں نے بیان کیا کہ میری اہلیہ کا انتقال ہوا تو میں سخت پریشان تھا، حضرت کے پاس لاہور آیا اور اسکی بابت پوچھا، حضرت نے فرمایا کہ وہ تکلیف میں ہے، میری پریشانی کی حد نہ رہی، ساتھ ہی فرمایا کہ علاج بتاتا ہوں کہ ہر چھوٹے بڑے نیک کام (صدقہ وخیرات) میں اس کا حصہ رکھ لیا کریں اگر کسی کو ایک روٹی دیں تو آدھی کا ثواب اسے بخشدیا کریں حاجی صاحب نے بتایا کہ میں نے اس پر عمل کیا حضرت کراچی تشریف لائے (ایک آدھ ماہ کے بعد) تو میں انہیں میوہ شاہ کے قبرستان میں بیوی کی قبر پر لے گیا تو وہاں جاتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا "الحمد للہ! اب بالکل ٹھیک اور خوش ہیں۔"

◎ آپ نے فرمایا کہ" مجھے شاہی قلعہ لاہور کی غربی دیوار کے پاس ایک خاص قسم کی خوشبو آتی ہے، وہاں میں ایک ولی اللہ کو مدفون پاتا ہوں۔ مجھے ان کے سر اور پاؤں کا بھی علم ہے، میں باطن کی آنکھ سے دیکھ چکا ہوں مگر بتاتا اس لئے نہیں کہ لوگ اسے بھی سجدہ گاہ بنالیں گے۔"

◎ مولانا سید گل بادشاہ صاحب (مرحوم) کا بیان ہے کہ انہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی اور حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی کی موجودگی میں شہدائے بالاکوٹ کی بابت پوچھا تو حضرت نے فرمایا:-

◎ "وہاں میں نے مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کے مزار پر مراقبہ کیا تو واقعی انہی کا مزار تھا لیکن جب سید احمد بریلویؒ کی قبر پر مراقبہ کیا تو صاحب قبر نے بتایا کہ میں سید احمد بریلوی نہیں ہوں لوگ غلطی سے مجھے سید احمد بریلوی سمجھتے ہیں میرا نام سید احمد ہے "مرد مومن میں" سید احمد" لکھا گیا ہے۔ اول الذکر نام درست معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں اس قسم کے نام ہوتے ہیں۔ "سید احمد" نام کبھی سننے میں نہیں آیا۔ سید احمد اور سید احمد میں فرق بھی تو بہت کم ہے جس سے اشتباہ ہونا بعید نہیں۔

◎ آپ کا کشف اس قدر صحیح ہوتا تھا کہ ایک بار فرمایا" اگر ایک آدمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

غسل خانہ میں غسل کر رہا ہو تو میں اس کے بدن سے اترے ہوئے پانی کو دیکھ کر یہ بتا سکتا ہوں کہ یہ غسل کرنے والا مقرب بارگاہ الٰہی ہے یا راندۂ درگاہ خداوندی ہے۔"

◎ سکھر کے حکیم محمد رمضان صاحب کا بیان ہے کہ "میں لاہور حاضر خدمت ہوا، مجلس ذکر کے بعد حضرت کے گھر جاتے ہوئے یہ درخواست کی کہ حضرت! مجھے خواب میں سب اولیاء اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے مگر امام حسنؓ اور امام حسینؓ کی زیارت سے تاحال محروم ہوں۔ میں سکھر سے صرف اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ سعادت بھی عطا فرمائے۔ حضرت مسکرا دیئے، گھر کے بیرونی دروازہ پر پہنچ کر اپنے خادم خاص مولوی محمد صابر صاحب کو ارشاد فرمایا کہ "حکیم صاحب کو میرے حجرے میں میرے بستر پر سلا دو۔" انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ مگر حکیم صاحب بجائے حضرت کی چارپائی پر سونے کے حضرتؒ کی رضائی میں فرش پر سو گئے۔ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ان کے ساتھ امام حسنؓ اور حسین بھی تشریف فرما ہو گئے، حضرت مولانا نے حکیم صاحب سے فرمایا کہ "یہ امام حسن ہیں اور یہ امام حسین ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔ اس خواب سے بیدار ہو کر حکیم صاحب آپ سے بیعت ہو گئے۔

مولانا عبدالکریم صاحب آف کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان کا بیان ہے کہ "

◎ ٹانک میں ہمارے ایک عزیز نے حضرت مدنی سے اپنی نسبتِ ارادت ظاہر کرتے ہوئے حضرتؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی، اس جواب میں حضرت (لاہوری) نے فرمایا کہ "بیعت مدنی اولیٰ کافی ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ "حضرت مدنی نے جو وظیفہ بتلایا تھا وہ پڑھا کرتے ہو؟" انہوں نے کہا "پڑھا کرتا ہوں" اس پر حضرتؒ نے کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر لیں اور فرمایا "عزیز! جھوٹ نہ بولو، تم نے وظیفہ جاری نہیں رکھا، تمہارا اول سوال ہے...

toobaa-elibrary.blogspot.com

علالت اور وصال

آپ کو فالج کے علاوہ ذیابیطس کی بھی تکلیف تھی، ان بیماریوں کے باوجود اکثر اوقات نوافل بھی کھڑے ہو کر پڑھتے تھے، مرض جوں جوں بڑھتا رہا آپ کی ریاضتوں میں برابر اضافہ ہوتا رہا[1]۔ اور اللہ کی ملاقات کرنے والے عاشق کو پریشان نہیں کیا بلکہ اور زیادہ تازہ دم کر دیا، یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے "میں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا وہ مجھے دیا، میں اس سے راضی ہوں، جب بلائے میں حاضر ہوں"۔

زندگی کے آخری ایام میں جو خطبات آپ نے دیئے ان سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اب آپ چند دن کے مہمان ہیں، اپنے ایک مخلص مرید جناب حاجی دین محمد صاحب (لاہور) کو وصال سے دو تین دن پہلے فرمایا "اب میں آپ کے پاس خطبہ[2] لکھنے نہیں آیا کرونگا"۔

۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء — بروز جمعۃ المبارک ۱۰ بجے صبح اپنے مکان سے حسب معمول مسجد لائن والی میں خطبہ جمعہ کے لئے تشریف لائے، پونے بارہ بجے آپ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حافظ حمید اللہ صاحب لباس تبدیل کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ کی طبیعت ناساز تھی، پیٹ میں درد تھا اور متلی وغیرہ کی شکایت تھی، آپ کی ناسازیٔ طبع کے پیش نظر مولانا حافظ حمید اللہ صاحب ہی کو نماز جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمانا پڑا۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد ڈاکٹر کیپٹن چودھری صاحب (جو آپ کے نہایت ہی عقیدت مند تھے) آپ کی خدمت میں پہنچے، انہوں نے طبی امداد پہنچائی اور کار کے ذریعہ آپ کو گھر لے گئے شام تک انہوں نے تین ٹیکے لگائے مگر حالت نہ سنبھل سکی، اس دوران چودھری صاحب دوسرے ماہر ڈاکٹروں سے بھی مشورہ کرتے رہے، لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا، میو ہسپتال لے جانے کی تجویز ہوئی لیکن ..... اللہ کو وہ بھی منظور نہ ہوئی"۔ مغرب تک کی تمام نمازیں آپ نے ہوش کی حالت میں ادا کیں، اگرچہ بے ہوشی

---

[1] ..... مولانا احمد دین صاحب مہتمم میاں علی (شیخوپورہ) کا بیان ہے کہ "میں ایک دفعہ ملتان مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے سلام کے لئے حاضر ہوا، شاہ جی نے حضرت لاہوریؒ کی خیر و عافیت پوچھی میں نے عرض کیا کہ باوجود فالج اور وجع مفاصل کے شبانہ روز مشاغل نہایت تندہی سے جاری ہیں، یہ سن کر شاہ جی (مرحوم) رو پڑے اور والہانہ انداز میں فرمانے لگے "واہ رے! اسکھ دیا پتّا! بخاری جیسے لکھاں لیندیں تیرے تدّاں اتوں وار دیواں"۔ (آپ کے والد نو مسلم تھے اسلئے یوں فرمایا)۔ [2] آپ کا حاجی دین محمد صاحب کے ہاں تنہائی میں جا کر خطبہ لکھنے کا معمول تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

طاری ہوتی رہی مگر نماز کے وقت ہوش میں آجاتے تھے، اسی دن رات کے ۹½ بجے آپ نے نمازِ عشاء کی نیت باندھی اور سجدے کی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔" ——— (مردِ مومن ص۲۱۷)

؎ جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی! حق بندگی ہم ادا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

بارہ بجے شب آپ کے صاحبزادوں حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب اور مولانا حافظ حمید اللہ صاحب نے آپ کو آخری غسل دیا اور مشتاقانِ زیارت کی خواہش کے پیشِ نظر آپ کے مکان واقع خضری محلہ اندرون شیرانوالہ گیٹ کی نچلی منزل کے صحن میں آپ کے وجود کو آخری زیارت کے لئے رکھ دیا۔

"آپ کی نصیحت تھی کہ جمعہ و عیدین کے علاوہ درسِ قرآن کا ناغہ نہ کیا جائے۔ چنانچہ سعادت مند صاحبزادوں نے گھر میں باپ کا جنازہ رکھ کر تڑپتے ہوئے دل اور اشکبار آنکھوں سے اس نصیحت پر عمل کیا اور درسِ قرآن حکیم دیا۔ جب قرآن پاک کھولا گیا تو جس آیت پر نظر پڑی وہ تھی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ ——— حاضرینِ درس کی سسکیاں فزوں تر ہوتی جا رہی تھیں، آخر جب درس کا اختتام ہوا تو حاضرینِ درس بیتابانہ اپنے اس خطیب کو ایک نظر دیکھنے کے لئے دوڑے جس کی آواز سے ان کی سماعت محروم ہو چکی تھی۔"

طلوعِ آفتاب کے ساتھ یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور اخبارات نے ہر شہر اور ہر قریہ کو اس عظیم المرتبت انسان کی رحلت سے باخبر کر دیا، چنانچہ عقیدت مند ہوائی جہازوں، ریل گاڑیوں اور موٹروں کے ذریعے جوق در جوق شیرانوالہ دروازہ لاہور پہنچنے لگے، مردوں اور عورتوں کے گروہ باری باری اپنے محبوب شیخ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔ آخر جب مکان اتنے بڑے ہجوم کا متحمل نہ ہو سکا تو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس شیخ ابرار احمد صاحب نے آپ کے صاحبزادوں سے اجازت لے کر آپ کے مبارک جسم کو مکان کے باہر گلی میں رکھوا دیا اور اوپر شامیانے لگا دیئے گئے۔ صبح سے لے کر ۲½ بجے تک مشتاقانِ دید اپنے شیخ کی آخری جھلک دیکھتے رہے۔

بعد از نمازِ ظہر تمام علمائے کرام جمع ہوئے تو آپ کی نمازِ جنازہ کے لئے امامت

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے انتخاب کا سوال اٹھایا گیا، بیشتر علمائے کرام نے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ آپ نے اپنے منجھلے صاحبزادے مولانا عبید اللہ انور کو اپنا قائم مقام اور اپنے بعد امیر انجمن بنایا تھا۔ اس لئے وہی نماز پڑھائیں۔ اس فیصلے کے بعد جنازہ اٹھایا گیا، بے پناہ ہجوم کی وجہ سے چارپائی سے باندھنے کے لئے تیس تیس گز لمبے بانس لائے گئے، مکان سے مسجد تک جنازہ ویسے ہی لایا گیا، کیونکہ گلی سے طویل بانس باندھکر جنازہ نکلنا ممکن نہ تھا۔ مسجد کے نزدیک چارپائی سے بانس باندھ دیئے گئے، لوگوں کی خواہش کے مطابق آپ کا رخ انور کھلا رکھا گیا تھا تاکہ کوئی شخص آپ کی آخری جھلک سے محروم نہ رہ جائے۔

اس کے بعد آپ کا جنازہ شیرانوالہ گیٹ سے باہر سرکلر روڈ پر لایا گیا، جوں جوں جنازہ آگے بڑھ رہا تھا، توں توں ہجوم میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے، جو پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ جنازے کے جلوس کے ہمراہ تھے، یہ پیشکش کی کہ ہم ایک کھلی کار منگوائے دیتے ہیں۔ آپ کی چارپائی اس پر رکھ دی جائے مگر بانس بدستور اس کے ساتھ بندھے رہیں۔ اس طرح تمام لوگ اس بانس کو چھونے کی سعادت حاصل کر سکیں گے۔ حافظ حمید اللہ صاحب نے کہا کہ حضرت اقدس قوم کی امانت تھے۔ اگر قوم اس کے لئے تیار ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن لوگوں نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔

حضرت کا جنازہ سرکلر روڈ پر براستہ دہلی گیٹ، اکبری گیٹ، شاہ عالمی گیٹ اور انارکلی سے ہوتا ہوا قبرستان میانی شریف کی طرف بڑھتا گیا، یہاں سے پولیس کی ایک جیپ جنازے کے آگے آگے چلا دی گئی تھی تاکہ ہجوم کی وجہ سے جنازہ رکنے نہ پائے اور آگے بڑھتا رہے۔ پولیس نے شیرانوالہ سے یونیورسٹی گراؤنڈ تک ٹریفک بند کر دیا تھا۔ حدّ نگاہ تک انسانوں کا ایک سیلِ رواں نظر آتا تھا۔ دو رویہ مکانوں اور دکانوں کی چھتیں عورتوں اور بچوں سے اٹی پڑی تھیں، عورتیں چھتوں سے حضرتؒ کے جنازے پر پھول برساتیں۔

کم و بیش ساڑھے چار بجے کے قریب جنازے کا جلوس یونیورسٹی گراؤنڈ میں پہنچا، اندازاً ڈیڑھ دو لاکھ انسانوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

نماز کے بعد گروہ عاشقان اپنے محبوب شیخؒ کو کندھوں پر اٹھائے قبر پر پہنچا اور اٹھارہ رمضان المبارک کی افطاری سے دس منٹ پہلے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی، مولانا عبید اللہ انور صاحب، حافظ حمید اللہ صاحب اور چند دیگر معتقدین نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت قطب العالم مولانا غلام محمد صاحب دین پوری اور قطب الاقطاب حضرت مولانا سید تاج محمود صاحب امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مشنری امانت کو لحد میں اتار دیا۔ اس طرح غروب آفتاب کے ساتھ علم و عرفان کا یہ آفتاب بھی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

ے اِک آسرا اتحاد ید کا باقی سو مٹ گیا سنتے ہیں بند روزنِ دیوار کر دیا

کفن میں ملبوس وجود مبارک بھی جب نظروں سے اوجھل ہو گیا تو سسکیوں نے فضا کو گھیر لیا، آہ و فغاں بلند ہونے لگی ہر شخص ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتا تھا مگر اپنی آنکھوں اور دل پر اس کو اختیار حاصل نہ تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ فضا اور ہوا شریک رنج و غم ہیں۔ بادل گرج کر اور بجلی چمک کر سلامی دے رہی تھی، آخر گورکنوں نے تیزی سے مٹی ڈالنا شروع کر دی، حضرتؒ کے مقربین جو قبر کے نزدیک کھڑے تھے دور کھڑے عشاق کی التجاؤں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ وہ لوگ ان سے مٹی کے ڈھیلے مانگ رہے تھے تاکہ ان کے ہاتھوں سے چھوئی ہوئی مٹی قبر پر ڈالی جا سکے۔

جب قبر کا تعویذ تیار کیا جا رہا تھا تو روزہ افطار کرنے کا سائرن سنا گیا، بہت سے حضرات افطاری کے لئے اشیائے خوردنی ساتھ لائے تھے جن کو وہاں تقسیم کیا گیا، قبر کی تیاری کے بعد حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستی نے دعا فرمائی اور ہجوم آمین کہتا گیا، دعا کے بعد مجمع گروہوں میں بٹ کر نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے رخصت ہو گیا۔

مزار مبارک سے خوشبو

امام بخاریؒ کی قبر سے خوشبو کا آنا متواتر ہے۔ آج بارہ سو سال سے وہاں کی معطر فضا زائرین کے ایمان کو تازہ کر رہی ہے۔ اللہ کریم نے اپنی رحمت کا اظہار امام الاولیاء مولانا احمد علی صاحبؒ کی آرام گاہ پر بھی فرمایا، لاکھوں انسانوں نے اس خوشبو کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ تجزیہ اور تجربہ کے بعد یہ کہنے پہ مجبور ہو گئے کہ واقعی مولانا کی قبر اور اس کے ارد گرد سے خوشبو آتی ہے۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، ہر قبر اور ہر اس جگہ سے جہاں کسی انسان کا بدن اصلی شکل میں، ذراتِ خاکی کی شکل میں یا مادہ سیال کی شکل میں پڑا ہو وہاں سے بدبو یا خوشبو آتی ہے۔ روحانی قوت سے مشرف حضرات اس کو محسوس کرتے ہیں، اسلئے کہ موت فنائے کاملہ کا نام نہیں بلکہ انتقالِ مکانی کا نام ہے۔ محدثِ عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا ع

موت ایں طرف بود زیستن آں طرف۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اقبال مرحوم نے اسی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ؎

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا — ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

چنانچہ قرآن حکیم نے موت کے فوراً بعد انسانی حیات قبر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: "فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ۝ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ۝ ترجمہ! پھر (جب قیامت آئے گی) اگر وہ مقربین میں سے ہے تو (اس کے لئے) راحت اور خوشبوئیں اور عیش کے باغ ہیں اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو کھولتا ہوا پانی مہمانی ہے۔"

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:- "اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيرَانِ ــــ (مشکوٰۃ)

ترجمہ! قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ بن جاتا ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتا ہے۔"

جس وجود نے ستر اسی سال اللہ کی اطاعت میں گزارے اور دین کی خدمت میں اپنی جان لگا دی اسکی قبر سے اگر خوشبو آتی ہے تو اس میں آخر تعجب کی کیا بات ہے۔"

(مرد مومن بتغیر یسیر)

اخبارات و مجلات کے تعزیتی نوٹ

روزنامہ کوہستان (لاہور) بابت ۲۵ فروری ۱۹۶۲ء نے ادارتی نوٹ کے اختتام پر "ایک عالم باعمل کی موت" کے عنوان سے درج ذیل مضمون شائع کیا:-

⊙ "انجمن خدام الدین کے امیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کا انتقال ملتِ اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ مرحوم ایک جید عالم، انتھک مجاہد اور عظیم المرتبت مبلغ تھے۔ آپ کی زندگی فقر و درویشی، تبلیغ و اشاعت دین اور ملتِ اسلامیہ کی خدمت کے مختلف دائروں میں گزری، یہ اعزاز انہی کو حاصل ہے کہ پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کے ساڑھے چار ہزار مستند علماء نے آپ سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی۔ تیرہ مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کی، اور سات مرتبہ جنگِ آزادی کے سلسلے میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ان کی ذات سے بلاشبہ اشاعت و تبلیغ دین کا ایک طویل دور

toobaa-elibrary.blogspot.com

عبارت ہے اور ان کی موت سے ملک کے دینی اور تبلیغی حلقوں میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔"

⊙ **روزنامہ امروز ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء** "لاکھوں مسلمانوں نے اشکبار آنکھوں اور دھڑکتے دلوں سے مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کو سپرد خاک کر دیا۔ جس وقت مولانا مرحوم کی میت کو قبر میں اتارا جا رہا تھا تو چاروں طرف سسکیاں اور آہیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس شہر نے مدتوں بعد اتنی عظیم نماز جنازہ دیکھی ہے۔"

⊙ ۲۴ فروری ۱۹۶۲ء کے روزنامہ نوائے وقت میں آپ کی علالت، جنازہ کی سوگوار کیفیت، حالاتِ زندگی اور کارناموں کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

روزنامہ زمیندار نے ۶ اپریل ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں اس عنوان کے تحت لکھا: "علمائے کرام اگر مشائخ المشائخ مولانا احمد علی کی کتابِ زندگی پڑھیں تو قوم کی بگڑی بن سکتی ہے۔"

قطب الاقطاب شیخ المشائخ حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چل کر علماء قوم کی بگڑی بنا سکتے ہیں، وہ نیک نیت، فیاض، صابر، متحمل، بردبار، راستباز، خلق سے محبت رکھنے والے، صلح جو اور رضائے الٰہی پر توکل رکھنے والے تھے۔ علاوہ خدا کے سوائے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ وہ مسلمانوں کو برائیوں سے بچاتے رہے، قرآن سے نزدیک لانے میں کوشاں رہے، شفقت برتنا سکھاتے رہے۔ مخالفوں سے صلح جوئی اور دشمنوں سے مہربانی کرنے کا سبق دیتے رہے۔ مسجد کو انہوں نے دینی ثقافتی اور معاشرتی مرکز بنایا۔

ملک عبدالحمید وارثی نے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا "آپ ان مشائخ میں سے تھے جن کے متعلق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا۔ اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔" علماء جن کی حیثیت ڈیرہ داروں کی ہو گئی ہے اگر حضرت علامہ مرحوم کے نقش قدم

toobaa-elibrary.blogspot.com

پر چلیں تو ملتِ بیضا کی بگڑی بن جائے۔ علامہ مرحوم نے تمام عمر درس و تدریس اور اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری رکھا مگر اس کا کبھی معاوضہ وصول نہ کیا بلکہ سالانہ لاکھوں روپیہ اس فریضہ کی نذر کر دیا۔ وہ ساری زندگی انگریزی سامراج کے خلاف جہاد کرتے رہے، قید و بند کی بارہا صعوبتیں جھیلیں مگر آپ نے اپنی قوم کے اس پردیسی ڈاکو کو کبھی معاف نہ کیا۔ وہ بیک وقت عالم بھی تھے، فقیہہ بھی تھے، مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، امام بھی تھے، مجاہد بھی تھے، درویش بھی تھے صوفی بھی تھے اور ایک سیاسی رہنما بھی، انہوں نے نصف صدی جس استقامت سے دین کی خدمت کی ہے اس کی نظیر صحابہ کرام کے بعد خال خال ملتی ہے۔"

اسی پرچے میں "مولانا احمد علی مرحوم" کے عنوان پر اداریہ لکھا گیا ہے جس میں حضرت کی خدمت میں عقیدت کے پھول پیش کئے گئے ہیں۔

اسی پرچہ میں پروفیسر محمد فاروق صاحب کا مضمون بھی عجیب مضمون ہے نیز جناب شورش کاشمیری کی نظم "بیادگارِ رفتگاں" حضرتؒ کے وصال پر ایک دل سوز، غم انگیز اور الم آفریں مرثیہ ہے۔ مزید برآں اس پرچہ میں جناب شیخ عبدالغفار اثر صاحب کا مضمون "بیسویں صدی کی ایک مثالی شخصیت" عجیب اثر رکھتا ہے۔

روزنامہ آفاق (۲۴ فروری ۱۹۶۲ء) کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:۔

"پاکستان کے نامور عالم اور ممتاز مذہبی رہنما مولانا احمد علی انتقال فرما گئے۔ پاکستان بھر میں رنج و الم کی لہر دوڑ گئی، برصغیر پاک و ہند کی ممتاز ترین دینی و علمی شخصیت حضرت العلامہ مولانا احمد علی آج ساڑھے نو بجے شب اچانک حرکتِ قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے۔ آپ نے تحریک آزادی میں نمایاں حصہ لیا تھا، اس بنا پر آپ کئی بار جیل میں گئے۔"

بعد ازاں آپ کے مختصر حالاتِ زندگی اور کارہائے نمایاں کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ آپ کی تصانیف گنوائی گئی ہیں اور آپ کی مذہبی اور ملی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

⑤ "دو عظیم قومی اکابر کا سفرِ آخرت" کے عنوان سے روزنامہ کوہستان ۳ مارچ ۱۹۶۲ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں جناب احسان بی۔ اے کا مضمون شائع ہوا جس میں حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور حمید نظامی کے جنازے کے متعلق لکھا کہ۔

"ہزاروں افراد نے اشکبار آنکھوں اور دھڑکتے دلوں کے ساتھ دو جلیل القدر میتیں سپرد خاک کیں"۔ حضرت شیخ التفسیرؒ کے جنازے کی مکمل تفصیل کے بعد لکھتے ہیں کہ "اب چارپائی ہمارے قریب آئی۔۔۔ اور قریب۔۔۔۔ آگے کھڑے ہوئے لوگوں کو بٹھا دیا گیا اور میں نے دیکھا سرخ گلاب کے پھولوں کی چادر سے نکلا ہوا سر جس کے دودھ جیسے سفید لمبے بال کنگھی کر کے پیچھے کی طرف سنوار دیئے گئے تھے، مولانا احمد علی کا جسد خاکی ارادت گزاروں کے کندھوں پر ہلکے ہولے ہلکورے لیتا ہوا میری نگاہوں سے قریب تر ہوتا گیا اور پھر مجھ کو پیشانی نظر آئی، کشادہ خوبصورت پیشانی جس پر ستر سال کے سجدوں کے نشان مرتسم تھے۔ میرے دل نے بڑی ہی بلند آواز میں پکارا، کون کہتا ہے کہ دنیا چھوڑنے کے بعد آدمی سب کچھ یہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے، سکندر بادشاہ جب دنیا سے چلا تو ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا، لیکن فقیر احمد علی اپنی زندگی بھر کی کمائی اپنے ساتھ لے کر جا رہے تھے۔ یہ دنیا ان سے اس کمائی کا ایک حبہ تک چھیننے میں ناکام رہی تھی۔۔۔۔ جنازہ ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لایا گیا اور میں سوچتا رہ گیا یہ فقیر جو نہ افسر تھا نہ کسی ملک کا والی جس کے گھر والے اسے کسی شان و شوکت کے ساتھ وداع نہ کر سکے تھے لاکھوں دلوں میں اتنی محبت اور عقیدت کس طرح پیدا کر سکا تھا؟ کیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اتنی ہی معجز اثر ہے کہ اس پر ناز کرنے والا بغیر کسی ظاہری طنطنے کے لاکھوں بلکہ کروڑوں دلوں کو چپکے ہی چپکے مسخر کر لیتا ہے"۔

پندرہ روزہ ہومیو پیتھک میگزین شمارہ ۵ جلد ۳۲، ۷ مارچ ۱۹۶۲ء کے ص ۶۸ پر "موت العالِم موت العالَم" کے عنوان کے تحت ہومیو پیتھک ٹرسٹ لاہور کے نائب صدر جناب حافظ نذر احمد صاحب پرنسپل شبلی کالج علامہ اقبال روڈ لاہور لکھتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ حضرت مولانا کو ہومیو پیتھی سے دلچسپی تھی، چنانچہ چوتھی کل پاکستان ہومیو پیتھک سائنس کانفرنس کے اجلاس لاہور میں آپ نے شرکت فرمائی، اس موقع پر جب ہومیو پیتھک ٹرسٹ ہسپتال میں جنت بی بی زنانہ وارڈ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا تو آپ نے حد درجہ خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ اس مبارک گھڑی آپ کے ساتھ حاضرین جلسہ نے بھی دعا میں شرکت کی۔

استاد التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم و مغفور امیر انجمن خدام الدین لاہور کی وفات حسرت آیات سے علم و عرفان کی ایک شمعِ تابندہ خاموش ہو گئی۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں آپ نے اس خطہ میں درس قرآن حکیم کی جو پہلی شمع روشن کی تھی اسکی ضیا پاشی اب ملک گیر بلکہ عالمگیر ہو چکی ہے مگر افسوس، آج مسلمانانِ پاکستان اس مینار روشنی سے محروم ہو گئے۔

تاریخ پیدائش ۲ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۴ھ
مطابق سنہ ۱۳۸۶ھ

تاریخ وفات ۱۷ر رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۱
مطابق ۲۳ فروری سنہ ۱۹۶۲ء

مولانا احمد علی صاحب کی پیدائش قصبہ جلال ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ نے قرآن مجید اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا دینی تعلیم کی ابتدائی کتابیں اس دور کے مشہور عالم مولانا عبدالحق صاحب سے پڑھیں، اس کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے حلقۂ تلمذ میں شامل ہو گئے، آپ نے ان کے تلامذہ میں ایک خاص مقام پایا حضرت سندھی نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول کر لیا اور کابل جاتے ہوئے اپنے درس "نظارۃ المعارف القرآنیہ" دہلی کے لئے اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ حضرت استاد التفسیر کو مشہور ریشمی خطوط سازش کے سلسلہ میں دہلی کے اندر عین درس قرآن مجید دیتے ہوئے گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے شملہ، جالندھر، راہوں وغیرہ جیلوں میں رکھا گیا، آخر سنہ ۱۹۱۷ء میں لاہور شہر کی حدود میں نظر بند کر دیا گیا۔

لاہور میں مولانا کی یہ نظر بندی مستقبل کیلئے اس خطۂ پاک پر ایک لازوال نعمت ثابت

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوئی، آپ نے شیرانوالہ دروازہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں کلام پاک کا درس شروع کردیا، یہ مسجد ناکافی ہونے کی بنا پر مسجد لائن سبحان خاں میں درس منتقل ہوا، چند دنوں میں یہ جگہ بھی ناکافی ہوگئی۔ اور اس جگہ ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر ہوئی اور مسجد کے قریب ہی ایک عالی شان بلڈنگ بدرسہ قاسم العلوم کے نام سے قائم ہوئی جو آج بھی علم و عرفان کا ایک مرکز ہے۔ بنات القرآن کے نام سے بچیوں کا ایک مستقل تعلیمی و تربیتی مدرسہ ۱۹۴۵ء میں جاری فرمایا، اس مدرسہ کا نصاب اور طریق کار پورے ملک کیلئے قابل تقلید ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت استاذالتفسیر بذات خود ایک ادارہ تھے اور کتنے ہی ادارے ان کے گرد گھوم رہے تھے۔ ورنہ کسی ایک فرد واحد سے اتنے گوناگون اور عظیم الشان کاموں کا انجام پذیر ہونا بظاہر ممکنات سے نظر نہیں آتا؛

اسی میگزین شمارہ ۹/۷ رمئی ۱۹۶۱ء میں کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے آپ کو دکھایا گیا ہے اور آپ کی صدارتی تقریر کا ص۱۰۶ پر ذکر کیا گیا ہے کہ "آخرش جناب مولانا احمد علی صاحب بالقابہ نے دعائیہ کلمات اور ناصحانہ ارشادات کے بعد اس نشست کو برخاست فرمایا"

ماہنامہ دارالفرقان لاہور (اپریل ۱۹۶۲ء) کے ص۵۵ پر "صف ماتم" کے عنوان کے تحت یہ سطریں لکھی گئی ہیں:-

"شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد علی غفرلہٗ" ۲۳ر فروری ۱۹۶۲ء کی شب میں اسلامیان پاک و ہند کے محبوب رہنما، شیخ الحدیث، مفسر قرآن، حق و صداقت کی ننگی تلوار، ایمان وعمل، اور زہد و تقویٰ کے پیکر، علم و اخلاق کے بحر ناپیدا کنار، بطل جلیل حضرت مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین لاہور ایک مختصر علالت کے بعد اس دنیائے بے ثبات سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کرگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

آپ کچھ عرصہ سے فالج کے مریض تھے۔ مگر اس کے باوجود علمی و دینی کاموں میں ہمہ تن

toobaa-elibrary.blogspot.com

مصروف رہتے تھے۔ چنانچہ اس روز بھی آپ حسبِ معمول جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے مسجد شیرانوالہ میں آئے تو یکایک آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور نماز کی امامت کا فرض بھی انجام دینے کی سکت نہ رہی۔ آپ کو فوراً طبی امداد پہنچائی گئی لیکن حالت سنبھل نہ سکی حتیٰ کہ نمازِ مغرب کے بعد تو آپ کی حالت تشویشناک ہوگئی اور ۹½ بجے رات اس مینارِ نور کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت مولانا احمد علی غفرلہٗ ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں جلال میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ایک قریبی موضع تلونڈی میں حاصل کی، اور قرآن مجید اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ دینی علوم کے لئے آپ نے مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا، مولانا عبیداللہ سندھی نے مولانا احمد علیؒ کو اپنی فرزندی میں لے لیا اور اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دے دی مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد وہ فوت ہوگئیں۔ تو اس کے بعد مولانا احمد علیؒ کی شادی ڈاکٹر عبدالقوی لقمان صاحب کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے جب دہلی میں اپنا مشہور دینی مدرسہ جاری کیا تو مولانا احمد علی کو بھی وہیں بلا لیا اور جب مولانا عبیداللہ ہندوستان سے باہر چلے گئے تو اس کے بعد اس مدرسہ کا انتظام و انصرام مولانا احمد علی کے سپرد رہا، ۱۹۱۷ء میں مولانا احمد علی کو انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے الزام میں گرفتار کر لیا اور شملہ، جالندھر اور راہوں کی جیلوں میں مقید رکھا گیا، پھر لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہاں آپ نے شیرانوالہ سکول کے سامنے مسجد میں قیام کیا اور درسِ قرآن کا کام شروع کر دیا۔ ۱۹۲۱ء میں مولانا احمد علی نے ہندوستان سے ہجرت کا فتویٰ دیا اور خود بھی ہجرت کر کے افغانستان چلے گئے تین سال[1] کے بعد واپس آئے اور انجمن خدام الدین قائم کی۔ ۱۹۳۴ء میں آپ نے جامعہ قاسم العلوم قائم کی اور اس کی رسم افتتاح ادا کرنے کے لئے حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری محدثِ ہند تشریف لائے تھے۔

حضرت مولانا احمد علی ڈیڑھ سو کے قریب دینی اور تبلیغی کتابوں کے مصنف ہیں،

---

[1] تین سال کی مدت درست نہیں ہے، وہاں قیام صرف چند ماہ تک رہا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے اپنے اُستاد مولانا عبیداللہ سندھی کی لکھی ہوئی تفسیر قرآن پر حاشیہ لکھا ہے۔ اور اس کی تکمیل کی ہے۔ مولانا نے اپنی جیبِ خاص سے فیض باغ لاہور میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا انتظام آپ کے صاحبزادے مولانا حمید اللہ کے سپرد ہے۔ مولانا احمد علی کی اولاد میں تین لڑکے ہیں جن میں سے بڑے صاحبزادے مولانا حبیب اللہ صاحب مدینہ منورہ میں حدیث کا درس دیتے ہیں۔ اور گذشتہ پندرہ سال سے وہیں اقامت گزیں ہیں۔ مولانا احمد علی مرحوم و مغفور نے ملک کی آزادی اور مذہب کے تحفظ کے لئے متعدد بار جیل کی صعوبتیں برداشت کی تھیں، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی شخصیت گذشتہ نصف صدی سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے ایک مینارۂ نور کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں سے ملک کا بچہ بچہ آگاہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ برطانوی استعمار کے خلاف بھی ہمیشہ سینہ سپر رہے اور اسلام پر جب بھی کسی طرف سے کوئی حملہ ہوا تو مولانا ایک فولادی دیوار کی طرح اس کے مقابلے پر ڈٹ گئے، آہ! موت کے بے رحم ہاتھوں نے علم و عمل، ایمان و اخلاق اور حق و صداقت کا ایک روشن چراغ جس کے زہد و اتقاء کی شعائیں ملک کے کونے کونے میں نورِ خدا پھیلا رہی تھیں، ہمیشہ کے لئے بجھا دیا۔ مولانا مرحوم دارالفرقان اور خاکسار (ناظمِ اعلیٰ دارالفرقان) سے سچی ہمدردی اور خلوص رکھتے تھے جس کا ایک چمکتا ہوا ثبوت یہ ہے کہ جولائی ۱۹۳۹ء میں آپ یہاں تشریف لائے اور دارالفرقان کا معائنہ فرمانے کے بعد ادارہ کی رائے بک میں آپ نے جو سنہری الفاظ قلمبند فرمائے وہ کارکنان ادارہ کی گراں بہا خدمات کے لئے ایک تاریخی ہدیہ تحسین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ....

..... دارالفرقان کے معائنہ سے حضرت مولانا کو یہ اعتماد حاصل ہو چکا تھا کہ اس ادارے کا نصب العین واقعی یتیم و لاوارث نونہالانِ ملت کی پرورش و تربیت اور ان کے تابندہ مستقبل کی تعمیر ہے اور دین و ملت کی اس گراں قدر خدمت کو بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے، اس اعتماد کی وجہ سے مولانا کے دل میں دارالفرقان کے لئے خلوص والتفات کی ایک خاص جگہ بن چکی تھی، اور دارالفرقان کی مخالفت کرنے والے حاسدین

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے مذموم مقاصد کی حقیقت بھی آپ کی دور رس نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہی تھی۔ چنانچہ ۱۹۴۴ء میں جب چند حاسدوں اور بدخواہوں نے دار الفرقان کے خلاف ایک شر انگیز درخواست دے کر مقدمہ دائر کر دیا تھا تو اس سلسلہ میں مولانا احمد علی صاحب نے خاکسار کے حق میں ایسی حق پرستانہ اور مدلل شہادت دی تھی جو آپ کے اخلاق حسنہ کا ایک پاکیزہ نمونہ تھی۔ آپ کے مصفا و بلند کردار کا ایک نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ سچی بات کہنے میں ذرا برابر بھی تامل نہیں کرتے تھے، خواہ وہ بات دربار شاہی میں جابر سلطان ہی کے روبرو کیوں نہ کہی جا رہی ہو اور اسی کا واضح ثبوت آپ نے دار الفرقان کے برخلاف دائر ہونے والے مقدمے میں فراہم کیا تھا۔

مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علیؒ جیسے عالم باعمل اور مجاہد شب بیدار کی شخصیت گرامی جتنی عظیم و جلیل تھی آپ کی موت سے بھی اتنا ہی عظیم و جلیل خلا پیدا ہوا ہے جو شاید کبھی پُر نہ ہو سکے گا۔ آپ کی رحلت ایک متبحر عالم دین اور ایک بطل جلیل کی موت نہیں بلکہ یہ قومی حادثہ علم و عمل اور زہد و تقویٰ اور نیکی و پارسائی کے ایک پورے دور اور ایک مکمل عہد کی موت کا سانحہ ہے جسے امتِ مسلمہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

ادارہ دار الفرقان اس صدمۂ جانکاہ میں ملت اسلامیہ اور مولانا کے جملہ عزیزوں اور عقیدت مندوں کا شریک غم ہے اور گہرے رنج و الم کے ساتھ ان سے ہمدردی و تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان خصوصاً مولانا کے صاحبزادگان مکرم کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا کی وفات کی اطلاع ملنے پر دار الفرقان کے بچوں نے قرآن مجید ختم کر کے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا اور مغفرت کی دعا مانگی اور دار الفرقان کے سکول میں ایک دن کی تعطیل کر دی گئی تھی (ص ۵۵-۵۸)

ہفت روزہ "حمایت اسلام" لاہور (۲۲ مارچ ۱۹۶۲ء ۱۴ رمضان ۱۳۸۱ھ) میں پیام شاہجہان پوری لکھتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا احمد علی کی وفات! موت کے بے رحم ہاتھوں[1] نے پاکستان کی ایک اور بہت بڑی شخصیت کو ہم سے چھین لیا۔ انجمن خدام الدین لاہور کے امیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مرحوم برصغیر کے ان معدودے چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بیک وقت انگریز کی طاغوتی طاقت کے خلاف جہاد بھی جاری رکھا اور منبرِ رشد و ہدایت کو بھی زینت دیتے رہے۔ مولانا کو اس سلسلے میں بڑی بڑی صعوبتیں اٹھانی پڑیں، متعدد بار قید و بند کی اذیتیں برداشت کیں، ایک بار ہجرت کرنے کی سعادت بھی حاصل کر لی انہوں نے اس راستے کی ہر سختی کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی، وہ برصغیر کی معروف شخصیت اور اپنے وقت کے بہت بڑے مجاہد مولانا عبیداللہ سندھی کے شاگرد رشید تھے اس تعلق کے علاوہ انہیں مولانا سندھی کی دامادی کا شرف بھی حاصل تھا اس دوسرے تعلق کی بنا پر مولانا احمد علیؒ مرحوم کو مولانا عبیداللہ سندھی کی خدمت میں رہنے اور ان سے اکتساب فیض حاصل کرنے کا بڑا طویل موقع ملا اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا۔ وہ جید عالم، زہد و تقویٰ کے پیکر، مرنجاں مرنج لیکن اسلام کی حمایت و مدافعت میں شمشیر براں تھے، مرحوم انجمن حمایت اسلام کے نائب صدر بھی تھے اور انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاسوں میں اپنی پیرانہ سالی اور علالت کے باوجود شریک ہوا کرتے تھے۔ انجمن کے سالانہ جلسے کے موقع پر ان کی تقریر جیسے کوئی بڑی اہم شئی ہوا کرتی تھی۔

افسوس کہ انجمن اپنے شفیق نائب صدر اور اپنے مخلص رہنما اور قوم علم و عمل کے پیکر عظیم سے محروم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی روح کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین"۔

پاکستان کے نامور ادیب اور مجاہد جناب شورش کاشمیری اپنے ہفت روزہ "چٹان" ۵ مارچ ۱۹۶۲ء (ص ۱۳، ۱۴) میں "مرد درویش کا جنازہ یوں اٹھتا ہے" یعنی مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ کے عنوان کے تحت یوں لکھتے ہیں۔

---

[1] مولانا: کچھ اچھا نہیں ہے کہ لکھا جائے موت کے بے رحم ہاتھوں نے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بوجس کی فقیری میں ہوئے اسد اللّٰہی۔

"۲۳ فروری جمعہ کے روز ساڑھے نو بجے شب اس بابرکت دینی وجود سے بلدۂ لاہور خالی ہوگیا جو روزنامہ امروز لاہور کے الفاظ میں "نور کا مینار، جید عالم دین، بطلِ حریت، مفسرِ قرآن، دین و مذہب کی برہنہ تلوار اور زہد و تقویٰ کا پیکر متحرک تھا۔

مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ بلاشبہ محاسن و کمالات کی انہی خوبیوں کے جامع تھے۔ قدرت نے انہیں خوبیوں کے ان گنت نوادرات سے مالا مال کیا تھا، وہ لاہور میں دین کی سچائیوں کا آخری چراغ تھے، افسوس یہ چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہوگیا۔ انہیں اسلام نسلی وراثت میں نہیں ملا تھا بلکہ انہوں نے اسلام کو ہدایت کے طور پر پایا تھا، پھر اسلام کو اس طرح پایا کہ ان کا وجود ہدایت کا سرچشمہ ہوگیا، ان کا اوڑھنا بچھونا اسلام تھا۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ان کے والد نے ایک ہی وقت میں اسلام قبول کیا تھا۔ مولانا عبید اللہ نے پھر انہیں اپنی فرزندی میں لے لیا۔ اسی فضا نے ان کے دینی انہماک کو تیز کیا۔ محمود الحسنؒ کی صحبتوں، انور شاہؒ کی رفاقتوں اور حسین احمد مدنیؒ کی مجلسوں نے ان میں ایک ایسی روح پھونکی کہ رفتہ رفتہ ان کا وجود آیات اللہ میں سے ہوتا گیا، عمر کے اس آخری دور میں ان کا یہ حال تھا کہ ان کا دل بھی ان کی کمر کی طرح اللہ کے حضور میں جھکا رہا، احمد علی اور عبادت لازم ملزوم ہوگئے۔ ان کا ہر سانس عبادت کا مرقع تھا۔ وہ صرف اللہ کے لئے جیتے تھے اور اللہ ہی کی راہ میں داعئ اجل کو لبیک کہہ کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ انہیں دیکھ کر دین کے سحر کا اندازہ ہوتا تھا، وہ دھرتی پر اللہ کا نور تھے۔ ان کے اقتدا میں نماز پڑھ کر احساس ہوتا تھا کہ نماز میں کتنی لذت اور کس قدر سکون ہے۔

وہ باحضور امام تھے کہ نمازی بامراد ہوتے اور دلِ خشیت الٰہی سے معمور ہوتے چلے جاتے تھے، انہوں نے ہر کہ و مہ کے دل میں اپنا گھر بنا رکھا تھا وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے، تقریباً نصف صدی تک انہوں نے لاہور کو اپنے ذکر و اذکار کی جلوہ گاہ بنائے رکھا، یہیں ان کا ستارہ چمکا اور یہیں اس آفتاب نے سفر آخرت اختیار کیا، لاکھوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

انسانوں نے ان کی درسگاہ میں قرآن پڑھا، ہزاروں نے ان سے تفسیر پڑھی، کوئی سو سے اوپر ایسے رسالے ان کے قلم سے اشاعت پذیر ہوئے جن میں قرآن وسنت کے اسباق تھے، اور جن کے مطالعہ سے تمام لوگوں کی طبیعتوں میں اسلام راسخ ہوتا تھا۔ یہ رسالے کروڑوں کی تعداد میں تقسیم ہوچکے ہیں، ان کے ہاں درشتی کا شائبہ تک نہ تھا، انہوں نے بدعات کے خلاف سخت احتجاج کیا، وہ دین کی راستی کے علمبردار تھے، لیکن انکے قول وکلمہ سے کوئی ساشخص بھی آزردہ نہ ہوتا تھا وہ ایک سرجن کی طرح نشتر چبھوتے اور فزیشن کی طرح علاج کرتے تھے۔

انہوں نے اسلام کی سربلندی اور ملک کی آزادی کے لئے بارہا قید وبند کے شدائد کو انتخاب کیا۔ قاضی احسان احمد کی روایت ہے کہ ختم نبوت کی تحریک میں جب وہ ملتان جیل کی ایک تاریک کوٹھڑی میں تھے تو ننگی کھڈی کا گرد وغبار ان کے چہرے کو اور بھی پُر رونق کررہا تھا۔ ان کے ہونٹوں پر ایک ہی دُعا رہتی: میرے مولا تیرے اور تیرے محبوب کے لئے جسم کیا جان بھی حاضر ہے۔ ہمیں اپنے راہ میں قربان ہونے کی توفیق دے، جب تک ہم جیئیں تیرے لئے جیئیں اور جب مریں تو صرف تیری ہی راہ میں مریں۔ قاضی صاحب کہتے ہیں میں ان کی کوٹھڑی کے پاس سے گزرتا تو معلوم ہوتا تھا اللہ کا نور اللہ کی بارگاہ میں سربسجدہ ہے یا پھر چاندنی اس پیکر خاکی کے گرد ہالہ کئے ہوئے ہے۔

اللہ کے ماسوا وہ کسی فرد یا طاقت کے خوف سے آشنا نہ تھے، سچی بات کہنا انکا شعار تھا۔ ہر دور میں سچی بات کہتے رہے، اس اعتبار سے وہ راستبازوں کی اس صف کے نگین تھے جن سے تاریخ حریت اسلام کے اوراق جگمگا رہے ہیں۔ جن لوگوں نے ان کے خطبات سنے ہیں وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ منبر رسولؐ پر کھڑے ہوکر وہ کسی سچائی اور اعتماد کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کیا کرتے تھے، ان کے کلمات حق کی گرمی لاکھوں دلوں میں موجود ہے، اور کوئی تذکرہ نویس سازگار فضا میں انہیں گلدستۂ طاقِ نسیان نہیں بنا سکے گا۔

راقم الحروف کو ان سے ذاتی نیاز حاصل نہ تھا لیکن جماعت کے سبھی ارکان واحباب ان کے ارادت مند تھے۔ دو اڑھائی برس کی بات ہے گھر والوں نے کہا کہ مولانا احمد علی یاد

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرماتے ہیں۔ ان کے کسی آدمی نے فون پر کہا ہے کہ وہ کل صبح نو بجے ہمارے ہاں تشریف لائیں گے، میں گھبرا گیا۔ کہاں وہ کہاں میں، وہ زہد و اتقا کی تصویر میں حقیر پر تقصیر! اس کا ذکر ان کے ایک نیاز مند خاص حاجی دین محمد صاحب کارخانہ دار بادامی باغ کے فرزند اکبر محمد احمد سے کیا ان دنوں حضرت دوپہر کو عموماً ان کے ہاں آرام کے لئے تشریف لے جاتے تھے، عرض کیا کہ میں اس بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا کہ حضرت میرے ہاں خود چل کر آئیں، میں ان کے ہاں پلکوں سے جاروب کشی کرتے ہوئے آجانے کو تیار ہوں۔ احمد نے ان سے پوچھا اور کہا "حضرت فرماتے ہیں تو کل اٹھ نو بجے صبح مجھ سے مل لو ایک ضروری بات کرنی ہے۔ میں شیرانوالہ کی مسجد میں حاضر ہوا تو حجرہ میں فجر کی نماز کے بعد سے مصلیٰ پر تھے، اندر سے دروازہ بند تھا، خدمت گار دل نے بتایا کہ دس پندرہ منٹ میں باہر آجائیں گے مل لیجئے گا، اس سے پہلے ملنا مشکل ہے۔ اس تفصیل کا محل نہیں، بہرحال مولانا دس منٹ میں باہر تشریف لائے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا، میرے بے ریش و بروت چہرے پر نظر ڈالی پھر مجھے سوٹ میں دیکھ کر کچھ غور کیا۔ فرمایا "کہئے کیا کام ہے؟" عرض کیا "آپ نے یاد فرمایا ہے" "میں نے؟" تعجب سے فرمایا۔ "جی ہاں! میرا نام شورش کاشمیری ہے" فوراً ہی گلے لگا لیا، ارے آپ ہیں۔ آپ نے کیوں تکلیف کی! میں نے تو اپنا بیٹا آپ کے گھر بھیجا ہے۔ فوراً ہی مسجد میں لے گئے، مصلیٰ پر بیٹھتے ہوئے فرمایا "میں تمہارے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔ ابھی دعا کر کے اٹھا ہوں۔ تم نے فلاں جگہ جس مردانگی سے کلمہ حق بلند کیا ہے میرا دل تمہارے لئے دعا گو ہو گیا ہے۔"

میں پسینہ سے شرابور ہو گیا کہ ایک گنہگار کے لئے یہ غائبانہ شفقت، پھر دل گویا جاگ اٹھا کہ اللہ کے نیک بندوں کو گنہگاروں کی کوئی بھولی بھٹکی ادا پسند آجائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

اب مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بیمار ہیں۔ میں نے انہیں سکون خاطر کے لئے لکھا کہ میرے لئے دعا فرماتے رہا کریں، جواب نہ آیا، میں بھول گیا، ماسٹر تاج الدین انصاری راوی ہیں کہ انتقال کے دن مولوی حمید اللہ صاحب نے ماسٹر جی سے اس خط کا ذکر کیا اور بتایا کہ ڈاک کا ڈھیر لگ گیا تھا، بستر علالت پر کچھ خطوط پڑھ کر سنائے گئے، میرا نام آیا تو فرمایا، "اُسنے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا لکھا ہے؟" کہا گیا "صرف دُعا کا خواستگار ہے" فرمایا: جی ہاں! وہ تو اپنا ہے اٹھ اٹھ کر بیٹھ گئے اور دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا فرمائی۔

الحمد اللہ یہ لوگ —— نہ جانے موت انہیں کہاں لے جاتی ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ جب اس مردِ درویش کا جنازہ اٹھا تو ایک لاکھ سے زائد آدمی کس طرح اشکبار چہروں کے ساتھ چلے جا رہے تھے، اور مرنے والے کی بے تخت و تاج حکمرانی کا دلوں پر کتنا احترام تھا۔

ع تھی اس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی" (ص ۲۲،۲۷)

اور سرورق کی پشت پر تصویر میں آپ کی نماز جنازہ کا منظر پیش کیا گیا ہے اور دو عنوان دیئے ہیں۔" مولانا احمد علی علیہ الرحمۃ بارگاہ رب العالمین میں"

اور" مرد درویش کا جنازہ یوں اٹھتا ہے۔"

ماہنامہ "الصدیق" ملتان کے ایڈیٹر اپنے رسالہ کے اداریہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

اسلامیان پاک و ہند کیلئے صدمہ جانکاہ!!

۱۷ رمضان المبارک بوقت ۹½ بجے شب حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سی علالت کے بعد انتقال پُر ملال وقوع میں آیا، معلوم ہوا کہ جمعہ کے روز نماز سے پیشتر آپ مسجد میں تشریف لائے اور کچھ وقفہ کے بعد پیٹ میں درد محسوس ہوا، اپنے صاحبزادہ مولانا حمید اللہ صاحب سے فرمایا کہ آپ نماز پڑھائیں میں نماز نہیں پڑھا سکتا، اس کے بعد معالج کے مشورہ سے ٹیکہ لگوایا جس سے قے آگئی اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد متلی ہوتی رہی اور قے آتی رہی۔ مولانا نے روزہ آخری وقت تک قائم رکھا اور تیمم کر کے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ بعد از مغرب طبیعت قدرے سنبھل گئی اور سب کو تقریباً اطمینان سا ہو گیا۔ کہ اب افاقہ ہے لیکن اس کے بعد پھر دورہ ہوا اور ۹½ بجے شب اپنے رب سے وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ مولانا کے علمی و عملی کمالات اور خدمات دینیہ اور اخلاص و تقویٰ اور اتباع سنت وغیرہ محاسن کے بارہ میں صرف اتنا ہی کافی ہے ع عیاں را چہ بیان۔

ادارہ الصدیق حضرت مرحوم کے صاحبزادگان کے لئے دلی اندوہ و حزن کے ساتھ تعزیت پیش کرتا ہے اور حضرت کے لئے بلندئ درجات اور علوِ مراتب کی دعا کرتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی رسالہ میں صـ۶ـ پر یہ بھی مذکور ہے کہ "جب نمائندہ الصدیق استاذ العلما حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا، مولانا مرحوم کا رمضان شریف میں انتقال ہی ان کی بخشش کی ایک دلیل ہے، مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب نے فرمایا "مولانا مرحوم کی رحلت مسلمانان پاک و ہند کے لیے ایک نقصان عظیم ہے کیونکہ مرحوم حضرت شیخ الہند و مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم بزرگان دین کی یادگار تھے۔ ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرنا اور اتباع ہم پچھلوں کو ضروری ہے۔"

حضرت حاجی عبدالمجید صاحب خلیفہ حضرت بھیرایونیؒ نے فرمایا کہ "میں مولانا کے اخلاص اور تقویٰ سے بے حد متاثر ہوں، میرا تعارف مولانا سے ۱۹۲۷ء کا ہے۔"

ندوۃ المصنفین دہلی کے آرگن ماہنامہ "برہان" کے اداریے میں جناب مولانا سعید احمد اکبر آبادی، فاضل دیوبند، ایم۔ اے لکھتے ہیں "افسوس ہے پچھلے دنوں مولانا احمد علی اور مسٹر شعیب قریشی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور رہگزائے عالم جاودانی ہو گئے۔ مولانا احمد علی حلقہ دیوبند کے اکابر و مشائخ میں سے تھے، بلند پایہ عالم وسیع النظر مفکر اور درویش صفت بزرگ ہونے کے علاوہ اونچے درجہ کے صاحب معرفت و باطن بھی تھے۔ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی تعلیم و تدریس سے خاص شغف تھا اور اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور دوسرے مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل طلبہ اسی غرض سے لاہور جاتے اور چند ماہ قیام کر کے مولانا کے مخصوص درس قرآن سے مستفید ہوتے تھے، پنجاب کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات موصوف کے زیر اثر تھے اور ان کی اچھی خاصی تعداد اس درس میں پابندی سے شریک ہوتی تھی، پنجاب میں مولانا کی ذات جو اجیاء دینی، روحانی و اخلاقی تعلیم و تربیت اور نشر و تبلیغ علوم و معارفِ قرآنیہ کے لئے وقف تھی مرجع عوام و خواص تھی۔ تقریر مؤثر اور دلپذیر ہوتی تھی مگر مجلس میں کم سخنی اور کم گوئی ان کی خو تھی۔ زندگی بڑی سادہ تھی، تکلف، تصنع اور مادی آرائش و زیبائش سے نفرت تھی۔ ان خوبیوں کے علاوہ مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے، تحریکِ خلافت اور اس کے بعد جدوجہد آزادی میں ہمیشہ جمعیتہ العلماء ہند کیساتھ رہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد تھے، اس تعلق سے ان کو مولانا سے استفادہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا زیادہ موقع ملا تھا، اور اس کا اثر ان کے درس قرآن میں اور عام تقریروں و گفتگوؤں میں
بھی ظاہر ہوتا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد سے بڑے بڑے اہم مسائل رونما ہوئے اور بعض
اوقات علماء کے لئے سخت ابتلاء و آزمائش کے مواقع پیدا ہو گئے مگر مولانا نے اعلان حق
اور اعلائے کلمۃ اللہ میں کبھی کوتاہی یا پہلو تہی سے کام نہیں لیا، ان کو اس کی سزا بھی بھگتنی
پڑی مگر انہیں اس کی کبھی پرواہ نہیں ہوئی۔ اب ایسے علمائے حق کہاں ملیں گے؟ جو جاتا ہے
اپنا صحیح جانشین و قائم مقام چھوڑ کر نہیں جاتا۔ اَللّٰھُمَّ بَرِّدْ مَضْجَعَہٗ وَارْحَمْہُ
رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔ (برہان ماہ اپریل ۱۹۶۲ء ص ۲۱۳)

دار العلوم دیوبند کے آرگن "دار العلوم" بابت ماہ اپریل ۱۹۶۲ء کے ص ۴۶ پر اس کے
مدیر سید محمد ازہر شاہ قیصر تحریر فرماتے ہیں "حضرت مولانا احمد علی رح
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کی کسی بیماری سے
ہم بے خبر تھے، اچانک ان کے انتقال کی اطلاع ملی تو دل پر ایک دھکا لگا اور دیر تک
سوچتے رہے کہ علم و فضل، دین و دیانت، اخلاص کامل اور نیکی کی کتنی بڑی عمارت تھی
جو زمین پر آ گری، حضرت مولانا لاہور میں دیوبندی مسلک کا سب سے پہلا نمونہ تھے۔
جنہوں نے نصف صدی تک دور اول کے مسلمانوں کی سادگی، بے غرضی اور لگن کے
ساتھ احیاء دین و شریعت اور اعلاء کلمۃ الحق کے لئے کام کیا اور اس طرح کام کیا کہ دین
و شریعت کے گلزاروں میں بہار آ گئی، اور فسق و معصیت کو منہ چھپانے کی جگہ نہ رہی،
یقیناً مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اور ان کی دینی خدمات ایک لمبے چوڑے مضمون
کی طلبگار ہیں۔ یہ مختصر نوٹ حضرت مولانا کے انتقال پر صرف اظہار صدمہ، ادائے فرض
تعزیت اور اپنے احباب سے اس درخواست کے لئے لکھا جا رہا ہے کہ وہ مولانا رحمۃ اللہ
علیہ کی مغفرت اور عالم آخرت میں ان کی ترقی درجات کے لئے دعا کریں، پاکستان میں خیر و
برکت کا ایک چشمہ تھا جو مولانا کے انتقال سے خشک ہو گیا۔"

پھر اسی مجلہ "دار العلوم" بابت ماہ مئی ۱۹۶۲ء میں ص ۴۲ پر "مولانا احمد علی
کی زندگی کا ایک پہلو" مولانا نصر اللہ خاں عزیز کے قلم سے شائع ہوا۔ یہ پورے چار

toobaa-elibrary.blogspot.com

صفحوں پر پھیلا ہوا ہے، ایک دو اقتباس ملاحظہ ہوں :۔

"مولانا کا میدان سیاسی سے زیادہ اصلاحی اور تبلیغی تھا، وہ اپنے طالب علموں کو مجاہد آزادی تو نہیں بناتے تھے مگر ان کے دلوں میں برطانوی غلامی سے کراہت، مغربی تہذیب سے نفرت اور توحید اور کتاب و سنت کی پیروی کا جذبہ پیدا کرتے تھے۔ یہ تھا وہ ماحول جب کہ میں نے مولانا احمد علی صاحب کو سب سے پہلے خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی کے یہاں دیکھا، اس وقت وہ کوئی ۳۰، ۳۱ برس کے نوجوان آدمی تھے، مجھ سے کوئی گیارہ برس بڑے۔ ان کا حلیہ اس وقت جہاں تک مجھے یاد ہے یہ تھا، سر پر سفید پگڑی، بدن پہ سفید لمبا کرتا، شرعی پاجامہ اور دیسی جوتا۔ اب یہ یاد نہیں کہ کندھوں پر چادر بھی تھی یا نہیں، اور بالکل یہی لباس ان کا زندگی بھر کا لباس رہا، گرمی، سردی کے اعتبار سے صرف سوتی اور اونی کپڑے کا فرق واقع ہوتا تھا اور نہ وضع و قطع میں کوئی تغیر نہ ہوتا تھا اور یہ وضعداری ہی حقیقت میں ان کی سیرت کا سب سے بڑا جوہر تھا اور ان کی عظمت و کردار کا جلی موجب، ان کے اکابر کی یہی وضع تھی اور اسی وضع کو انہوں نے اپنی زندگی کا عنوان بنا لیا تھا اور یہی پابندیٔ وضع تھی جس کے باعث ان کی ساری زندگی اور اس زندگی کا سارا عنوان اوّل سے آخر تک ایک ہی نہج پر رہا، لباس اور ظاہری وضع قطع ہی میں نہیں بلکہ عقائد، اعمال و مشاغل، طرز فکر، اسلوبِ تقریر، اندازِ تحریر اور دوستی و دشمنی کے تعلقات میں بھی، میں ان لوگوں میں سے جن پر وہ بے حد مہربان تھے علم و عمر میں ان سے کمتر تھا مگر وہ ہمیشہ مساوی دوستانہ برتاؤ کرتے تھے۔ یہ طرز عمل ان کا اس وقت بھی برقرار رہا جب کہ انہیں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی کیساتھ بوجوہ اختلاف اور سخت اختلاف ہو گیا۔

جہاں تک تنقید اور مخالفت کا تعلق ہے میری طرف سے کبھی کوتاہی نہ ہوئی، مگر اس کے باوجود وہ جب بھی ملے اسی پرانی محبت اور شفقت کے ساتھ، غالباً وہ بھی جانتے تھے کہ ان سے میرا اختلاف بھی اخلاص سے ہے اور خدا کے لئے ہے۔ اور رکھ رکھاؤ اور وضعداری ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب میں نے ان سے وجوہ اختلاف و مخالفت معلوم کرنے چاہے تو انہوں نے ٹال دیا، یہاں تک کہ بعد میں جب ان کی ایک کتاب شائع ہوئی تو مجھے معلوم ہو سکا کہ ان کے اختلاف

toobaa-elibrary.blogspot.com

و مخالفت کی بنیاد کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ انسانی سیرت کی بنیاد پابندیٔ وضع پر ہے، میرے نزدیک وہ آدمی آدمی ہی نہیں جس کے متعلق اس کے دوست تو درکنار دشمن تک بھی یہ نہ جان سکیں کہ فلاں قسم کی صورتِ حال میں اس کا رویہ کیا ہو گا، اسلام نے سب سے زیادہ زور استقامت پر دیا ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ ہمارے بزرگانِ دین کے کیریکٹر میں یہ پاسِ وضع" اور یہ استقامت بالعموم پائی جاتی رہی ہے۔۔۔۔۔ مولانا کو اللہ تعالےٰ نے "خدمت" کی کافی طویل مہلت عطا فرمائی، وہ اس میدان میں کوئی پچاس برس تک کام کرتے رہے، یہ خاصا طویل عرصہ ہے۔ پھر ان کا حلقۂ عمل بھی خاصا وسیع تھا تبلیغ، تقریر، درس، تعلیم و تربیت، دورے، سفر، تحریکوں میں حصہ لینا، قید و بند کی وادیاں قطع کرنا، یہاں تک کہ پیری، مریدی اور ارشاداتِ تصوف بھی، اور ان تمام امور میں ان کی روش، ان کا نقطۂ نگاہ، ان کا طرزِ عمل، ان کا اسلوب فکر بالکل ایک ہی رہا۔۔۔۔۔۔ وہ اس لئے عالم دین تھے کہ وہ عالم دین ہونا چاہتے ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی اسی راہ پر ڈالا جس کو وہ خود اختیار کئے ہوئے تھے اور ان کے فکر و نظر اور ان کے طرزِ زندگی کی یکسانی، استقامت اور وضعداری، ان کی سیرت کا سب سے بڑا نشان اور عنوان ہے اور میرے دل میں ان کی سیرت کے اس پہلو ہی کی سب سے زیادہ قدر و منزلت ہے اور اسی وجہ سے میں ان کو بڑا آدمی سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند ترین مقامات پر جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔"

ماہنامہ "**الفرقان**" لکھنو بابت شوال ۱۳۸۱ھ مطابق اپریل ۱۹۶۲ء جلد ۲۹، شمارہ ۱۰ میں اسلامی دنیا کے مایۂ ناز ادیب اور صاحبِ طرز انشا پرداز جناب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "**حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ**" کے عنوان سے "چند نقوش و تاثرات" لکھے ہیں جو صفحہ ۱۳ سے صفحہ ۲۴ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ چند اقتباسات مطالعہ فرمائیے:۔

"اسی رمضان المبارک (۱۳۸۱ھ) کے وسط میں مشہور عالم ربانی حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہانِ فانی سے انتقال کیا، ان کے متعلق بہت کچھ لکھا جائے گا۔ اور ان کے تلامذہ و معتقدین اور واقفین کی زبان سے بہت سے ایسے حالات اور کمالات معلوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوں گے جن کی دنیا کو خبر نہیں۔ مولانا کی زندگی باوجود شہرت و مرجعیت اور اس عام مقبولیت کے جو اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں اور دین کے بے لوث خادموں کو عطا فرمایا کرتا ہے اور باوجود اس کے کہ ان تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا اپنی بعض خصوصیات اور روحانی کمالات کے اعتبار سے ایک طرح سے اخفاء و گمنامی کی زندگی تھی، اور ساری عمر ان کمالات پر پردہ پڑا رہا اور بہت سے قریبی عزیزوں اور روزانہ کے اٹھنے بیٹھنے والوں کو بھی ان کی خبر نہیں ہوئی، عام طور پر لوگ ان کو ایک واعظ و خطیب اور مفسر قرآن کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن انکے اصلی کمالات اور ان کی زندگی کے ان گوشوں کے جاننے والے بہت کم ہیں جن کی وجہ سے وہ سلف صالحین اور علماء ربانیین کی آخری یادگاروں میں نظر آتے تھے اور جن سے زہد و ورع، خلوص و للہیت، ایثار و قربانی، استقامت و ثابت قدمی اور حق گوئی و بے باکی کی ان روایات کی تصدیق اور ان میں ایک وقیع اضافہ ہوتا تھا جو علماء و مشائخ کے قدیم تذکروں میں منقول ہیں۔

راقم سطور کو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۹۲۹ء سے نیاز حاصل تھا، اس کو مولانا سے علمی تلمذ اور باطنی تعلیم دونوں کا شرف حاصل تھا، مجھے مولانا کی خدمت میں کئی کئی مہینے بھی قیام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور خط و کتابت اور ان کی شفقتوں کا سلسلہ تو اخیر تک جاری رہا، مدرسہ قاسم العلوم کے زمانۂ قیام، فضلاء مدارس عربیہ کے درس قرآن کے حلقہ میں شرکت اور بار بار کی حاضری اور مولانا کے معتمد اور عزیزوں کے ساتھ تعلقات کے ذریعہ مجھے مولانا کی سیرت کے بعض ایسے پہلو اور ان کی بعض ایسی خصوصیات کا علم ہوا جنکا عام طور پر علم نہیں، ان واقعات اور خصوصیات کا تذکرہ قارئین کے لئے بہت سی حیثیتوں سے مفید ہے اور وہ ان کے اندر ایک نئی ایمانی تازگی اور دینی اعتماد پیدا ہونے کا باعث ہو سکتا ہے یہاں صرف وہی واقعات اور خصوصیات لکھی جائیں گی جن کا مجھے ذاتی طور پر علم ہوا یا مولانا سے قریب تعلق رکھنے والے کسی ثقہ راوی سے سننے میں آئی ہیں۔

زہد و ورع

مولانا کا سب سے زیادہ روشن امتیازی وصف جس میں ان کی نظیر اس نسل میں مشکل سے ملے گی، وہ ان کا تورع، احتیاط اور زاہدانہ و مجاہدانہ زندگی ہے یہ بات سب جانتے ہیں کہ وہ انجمن خدام الدین کے بانی تھے، اور آخر وقت تک اس کے

toobaa-elibrary.blogspot.com

امیر اور صدر انجمن ہے، اس انجمن کی ایک مجلس انتظامیہ تھی جس کے ارکان کو ان پر نہ صرف کامل اعتماد بلکہ ان کی ذات کے ساتھ والہانہ تعلق اور اعتقاد تھا۔ یہ انجمن ایک مدرسہ قاسم العلوم اور ایک مدرسۃ البنات چلاتی تھی، اس نے کثیر التعداد تبلیغی رسائل شائع کئے جو لاکھوں کی تعداد میں تقسیم و شائع ہوئے۔ مولانا کا ترجمہ اور حواشی قرآن بھی مقبول ہوئے، رسالہ خدام الدین اس کا ترجمان اور آرگن ہے۔ غرض اس کا سارا سرمایہ، اس کا مکتبہ اور اس کی دینی سرگرمیاں سب مولانا کی محنت، اخلاص اور مقبولیت کی رہین منت ہیں۔ لیکن یہ سن کر بہت سے لوگوں کو حیرت ہوگی کہ مولانا اس سے ایک پیسہ لینے کے بھی روادار نہیں ہوئے، ساری عمر انہوں نے اعزازی اور رضا کارانہ طریقہ پر خدمت کی اور اپنی اور اپنی اولاد کے لئے کوئی منفعت حاصل نہیں کی، مجھے ان کے ایک قدیم معتمد خاص نے بتایا کہ ایک مرتبہ مولانا سخت علیل ہوئے، معالجین نے آپ کے لئے دوا و غذا کا ایک نظام بنایا جس کی آپ کی زاہدانہ زندگی میں گنجائش نہ تھی، انجمن کے ارکان نے یہ سمجھ کر کہ انجمن اور اس کا سارا کام مولانا کے دم سے ہے، ان کی زندگی ہی سے انجمن کی زندگی اور بقا ہے۔ مولانا کے علاج اور صحت پر کچھ انجمن کے حسابات سے خرچ کر دیا، مولانا کو بیماری سے افاقہ کے بعد جب اس کا علم ہوا تو نہایت ناراض ہوئے اور فرمایا۔ "تم نے مجھے ناجائز کھلایا اور اس سب کو اپنے پاس سے ادا کیا۔ جب ہم لوگ مدرسہ قاسم العلوم میں پڑھتے تھے تو بعض اوقات ملازمین اور واقفین حال سے معلوم ہوتا کہ مولانا کے یہاں کسی کسی وقت فاقہ ہو جاتا تھا، بعض اوقات ہم طلبہ کے لئے بڑی فراوانی کے ساتھ کھانے پکتے اور ہم سب آسودہ ہو کر کھاتے لیکن مجال نہ تھی کہ مولانا کے یہاں اس میں سے ایک دانہ بھی پہنچ جاتا اور ان کے گھر کا کوئی بچہ اس کھانے سے مستفید ہوتا جو ان کی معنوی اولاد شکم سیر ہو کر کھاتی، حالانکہ مولانا کا دولت خانہ مدرسہ کے بالکل عقب میں تھا اور درمیان میں صرف ایک پتلی سی گلی تھی۔

ہم لوگوں کو خوب اندازہ تھا کہ مولانا کے یہاں عسرت اور نہایت سادگی کے ساتھ گذران ہوتی ہے، اس کا نتیجہ تھا کہ اخفاء حال اور تکلیف سے بچانے کے لئے مولانا اپنے عزیز مہمانوں کے کھانے کا انتظام باہر کرتے اور انجمن کے کسی خادم یا مسجد کے کسی منتظم کو کچھ نقد عنایت

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرما دیتے، جس سے ان مہمانوں کی میزبانی ہوتی رہتی، مجھے ایک مرتبہ اچانک اس کا اندازہ اور علم ہوا کہ مولانا کے گھر میں عام طور پر کیسی گزران اور کیا معیارِ زندگی ہے، رمضان مبارک میں غریب مسلمانوں کے یہاں بھی کچھ نہ کچھ اہتمام اور تکلف ہوتا ہے، لیکن مولانا کے یہاں میں نے اتنا بھی اہتمام نہیں پایا، واقعہ یہ پیش آیا کہ رمضان مبارک میں مولانا کی خدمت میں مقیم تھا، مولانا نے ایک روز فرمایا کہ آج کھانا میرے ساتھ کھائیے گا، افطار ہم لوگوں نے پنجاب کے رواج کے مطابق مسجد میں پانی یا چھوہارے سے کر لیا۔ نمازِ مغرب کے بعد مولانا نوافل میں مشغول ہو گئے، فارغ ہوئے تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب میں گھر میں اطلاع دینا بھول گیا کہ آج آپ ساتھ کھانا کھائیں گے۔ یہ کہہ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ فرمایا، کھانا آیا تو صرف روٹی اور دال کا پیالہ تھا جو غالباً ماش کی تھی، اسی وقت وہی کا میری خاطر اضافہ کیا گیا، مولانا نے کھانا کھاتے ہوئے فرمایا کہ مولوی ابوالحسن صاحب! (مولانا اکثر مجھے اسی طرح یاد فرماتے تھے) ہم سے تو یہ دال اچھی ہے کہ یہ جس مقصد کے لئے پیدا کی گئی تھی اس کو اس نے پورا کر دیا، مگر ہم نے اپنی زندگی کا مقصد پورا نہیں کیا۔ اس کے بعد بغیر کسی معذرت کے کھانے میں شریک ہو گئے اور ایسا معلوم ہوا کہ آج کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔

مولانا جیسا کہ عرض کیا گیا کہ انجمن خدام الدین سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے نہ مسجد یا کسی ادارہ سے کچھ قبول فرماتے تھے، بعض واقفین حال نے یہ بتایا تھا کہ مولانا کوئی کوئی ٹیوشن کرتے ہیں۔ یا ہفتہ کے کسی ایک دن کوئی مزدوری کر لیتے ہیں جس سے بقیہ دن گذران ہو سکے، باوجود قرب کے ہم لوگوں کو اس کا کبھی صحیح علم نہیں ہو سکا۔ اس بارہ میں توکل اور صبر و قناعت کی وہ اسی روش پر قائم رہے جو اہل اللہ کی ہمیشہ سے روش رہی ہے۔

طمع دنیا اور مشتبہ مال سے احتیاط سے زیادہ مشکل، غیبت سے اجتناب و احتراز ہے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو غفلت اور گوشہ گیری کی زندگی نہ گزارتے ہوں، ان کا مختلف طبقوں اور کثیر التعداد لوگوں سے واسطہ پڑتا ہو، یہ بات اس وقت اور بھی زیادہ مشکل ہو جاتی ہے جب کسی طبقہ یا فرد سے اعتقادی اور اصولی اختلاف بھی ہو اور اس کے ساتھ صریح ظلم کیا گیا ہو، مولانا کو ان نازک موقعوں پر بھی ہمیشہ غیبت اور شکایت سے مجتنب اور محتاط پایا۔ درس

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں ہر طرح کا تذکرہ آتا، تردید اور تنقید بھی ہوتی لیکن ایک موقع پر بھی مولانا کو اپنے کسی شدید سے شدید مخالف کی بھی غیبت کرتے ہوئے نہیں سُنا گیا۔ احتیاط اور تورع کا ایک حیرت انگیز واقعہ ان کے رفقائے کار سے سننے میں آیا۔ لاہور میں ایک مرتبہ مولانا اور ان کی انجمن خدام الدین کے خلاف لاہور کے چند علماء اور ان کے خدام نے ایک سخت ہنگامہ اٹھایا، انجمن نے حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس وقت ڈابھیل میں تھے اپنے سالانہ جلسہ کی صدارت کے لئے مدعو کیا تھا۔ مخالفین نے ان کو انجمن سے بدظن کرنے کی پوری کوشش کی اور بعض لوگوں نے ذاتی تعلقات سے کام لے کر مولانا کی اور انجمن کی شکایات لکھ بھیجیں اور ان کو غلط معلومات مہیا کیں، انجمن کے منتظمین نے یہ مناسب سمجھا کہ مولانا احمد علی صاحب خود ڈابھیل چلے جائیں اور اس طویل سفر میں شاہ صاحب کو حقیقتِ حال سے مطلع کر دیں۔ تاکہ معاندین ان کی تشریف آوری سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں۔ مولانا تشریف لے گئے اور ساتھ تشریف لائے انجمن کے ذمہ داروں کو اطمینان تھا کہ شاہ صاحب مولانا کے ذریعہ اصل واقعات سے واقف ہو گئے ہیں اور ان کو سب حال بتا دیا گیا ہے، لیکن ان حضرات کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مولانا نے اپنے مخالفین کے متعلق اس طویل سفر کی فرصت اور طویل رفاقت و صحبت کے باوجود ایک لفظ نہیں کہا اور شاہ صاحب حقیقتِ حال سے بالکل بے خبر ہیں۔

اپنے اساتذہ اور مشائخ سے تعلق

جن خوش نصیبوں کو مولانا کی خدمت میں حاضر ہونے اور درس و مجالس ذکر میں شرکت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہ واقف ہیں کہ مولانا کو اپنے علمی و روحانی مربیوں اور محسنوں سے کتنا گہرا اور والہانہ تعلق تھا۔ یہ ان کی فطری سعادت، وفاداری اور شرافت نفس کی دلیل تھی۔ اپنے اُستاد اور مربی مولانا عبید اللہ سندھی سے اپنی وفاداری کا حق ادا کر دیا۔ اور ان کے طریقۂ درس کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ غیر منقسم ہندوستان کے گوشہ گوشہ تک پہنچا دیا، مولانا عبید اللہ صاحب کے ہندوستان آمد کے موقع پر جب کہ وہ شیخ وقت اور مرجع خلائق بن گئے تھے ایک ادنیٰ طالب علم اور خادم کی طرح اپنی سعادت مندی کا اظہار کیا، اگرچہ ایک موقع پر انہوں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے اپنے استاد سے اختلاف کیا اور جمعیۃ العلماء کے مسلک پر قائم رہے لیکن یہ ایک اصولی اختلاف تھا جس کا ان کے ذاتی تعلق اور نیازمندی پر کچھ اثر نہیں پڑا - اور آخر تک ان کے ادب و احترام اور بزرگ داشت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

مولانا سندھ کے مشہور قادری راشدی سلسلہ میں مجاز تھے اور ان کو اس سلسلہ کے دو مشائخ کبار حضرت سید تاج الدین محمود امروٹیؒ اور حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ سے خلافت حاصل تھی، مولانا کا مشکل سے کوئی درس اور کوئی مجلس ذکر ان دونوں حضرات کے تذکرہ سے خالی جاتی تھی - تذکرہ بھی ایسے والہانہ اور عاشقانہ انداز میں جس سے ان کی قلبی کیفیت اور گہری عقیدت صاف جھلکتی تھی، وہ اپنے کو بالکل ان کا پروردۂ نعمت اور ساختہ پرداختہ سمجھتے تھے اور ان کا ہر بن مو ان کے تشکر اور تعریف سے رطب اللسان تھا - برسوں گزر جانے اور ہزاروں بار تذکرہ کرنے کے باوجود اس میں وہی تازگی اور چاشنی تھی اور مولانا کبھی اس تذکرہ سے سیر نہ ہوتے تھے گویا مولانا کا عمل اس شعر پر تھا ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ　　　هو المسك ما کررتہ یتضوع

ادب و تواضع مولانا جہاں اہل دنیا اور اہل دول کے سامنے بڑے خوددار اور غیور واقع ہوئے تھے - اہل دین اور خصوصیت کے ساتھ ان حضرات کے سامنے جن کو اپنے مشائخ اور اکابر کی صف میں شمار کرتے تھے حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے، علمائے حق سے نہایت جھک کر اور فروتنی کے ساتھ ملتے تھے اور ان کی نہایت تعظیم کرتے تھے، دیکھنے والے کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا انکو اپنے اساتذہ کی صف میں سمجھتے ہیں اور اپنے کو ان کے سامنے ایک طالب علم سے زیادہ نہیں سمجھتے۔

معاصر علماء و مشائخ میں سے ان کو دو شخصیتوں سے بیحد عقیدت تھی اور وہ ان کے ساتھ اپنے مشائخ کا معاملہ کرتے تھے، ایک حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک ہمارے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوریؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھنے والوں نے بارہا دیکھا ہے کہ مولانا، حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت ادب کے ساتھ دوزانو اس طرح مراقب ہو کر بیٹھ گئے ہیں جیسے کوئی مرید رشید اپنے شیخ کے سامنے۔ اگر حضرت نے کوئی بات پوچھی تو نہایت ادب کے ساتھ مختصر اور بقدر ضرورت جواب دیا، پھر خاموش ہو گئے مجھے یاد نہیں کہ ابتداءً کوئی سوال کیا ہو، یا کسی گفتگو میں حصہ لیا ہو۔

مولانا سید انور شاہ صاحبؒ کے بھی بڑے معتقد اور ادب شناس تھے، جب تک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے ان کی خدمت میں مخلصانہ حاضری دیتے رہے اور اپنا بڑا سمجھتے رہے، لاہور میں جن علماء سے کچھ استفادہ کیا تھا یا جن کو عالم یا اہل حق میں سمجھتے تھے ان سے بھی خوردی اور نیاز مندی سے ملتے تھے۔

مشغولیت و مقبولیت

مولانا کی زندگی حد درجہ مشغولیت و انہماک اور مجاہدہ و محنت کی زندگی تھی، درس کے علاوہ ملاقاتیں، مسائل شرعیہ کا جواب، تلقین ذکر لوگوں کے حالات کا استفسار اور ہمدردی، غرض مشاغل کا ایک سلسلہ تھا جو برابر جاری رہتا۔ بعض وقت ملاقات کے شائقین کو جو دور دور سے آتے تھے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا اور دیر دیر میں باری آتی، میں نے سنا کہ آخر میں نہایت سر برآوردہ اور صاحب وجاہت اشخاص کو کئی کئی دن کے انتظار کے بعد ملنے کا موقعہ ملتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مقبول بندوں کے ساتھ معاملہ ہے، آخر میں مقبولیت اور رجوع خلائق بہت بڑھ گیا تھا اور مولانا کو زائرین اور معتقدین کے ہجوم اور ان کی کار برآری سے کھانے اور سونے کی فرصت ملنی مشکل ہو جاتی تھی۔ اور نظامِ اوقات درہم برہم ہو جاتا تھا۔ بعض دن ناشتہ کی نوبت نہ آتی اور بعض وقت کھانا وقت سے بے وقت ہو جاتا۔ جنازہ میں لوگوں کا پروانہ وار ہجوم اور اجتماع عظیم تو وہ منظر تھا جو لاہور کے عظیم شہر نے مدتِ دراز سے نہیں دیکھا تھا اور شاید مدت دراز تک نہ دیکھے وہ جب لاہور آئے یا لائے گئے تھے تو تنہا تھے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر درس قرآن کا آغاز کیا تھا لیکن جب اس شہر کو داغ مفارقت دیا تو اللہ کے بندوں کا اتنا بڑا مجمع تھا جس کا شمار

toobaa-elibrary.blogspot.com

امکان نہیں۔ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ٥" (صلا ۲۴)

ماہنامہ الفرقان ماہ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ میں صلا ۵ سے صلا ۵۶ تک جناب قاضی محمد عدیل صاحب عباسی ایڈووکیٹ سابق ایڈیٹر زمیندار کا آپ کی زندگی اور کارناموں پر مفصل مضمون شائع ہوا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ "مولانا کی زندگی مسلمانانِ عالم کے لئے ایک پیغام ہے۔ وہ ایک خود آگاہ و خدا مست عالم صوفی اور درویش تھے، اور انہوں نے اپنی مثال کا ایک ایسا نمونہ چھوڑا ہے جس کی تقلید ہر مسلمان کے لئے باعث فخر قرار دی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کے مدارج بلند کرے ؏

دگر دانائے راز آید کہ ناید۔" صلا ۵۶

ماہنامہ مشرب دیوبند کے مدیر: مشہود اقبال عثمانی جلد ۱ شمارہ ۲ مئی ۱۹۶۲ء صلا ۳ پر لکھتے ہیں "اپریل کا شمارہ پریس میں جا چکا تھا کہ اچانک یہ اندوہناک خبر سنی کہ مفسر قرآن حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء شب کو ۹½ بجے اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ علمی حلقوں کے لئے یقیناً یہ خبر ایک بڑا المیہ ہے۔ مولانا مرحوم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی۔ تحریک آزادی کے علمبردار اور ریشمی خطوط کی تحریک کے راز دار تھے۔ اس حادثہ میں ادارہ فیض القرآن اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور عزیز و اقربا کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ مولانا کی ذات گرامی یقیناً اس مختصر نوٹ کی حقدار نہیں تفصیل مضمون آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ والہ پیش کیا جائیگا: چنانچہ ماہ جون ۱۹۶۲ء کے صلا ۲۱ پر مولانا نصر اللہ خاں عزیز کا مضمون "مولانا احمد علیؒ کی زندگی کا ایک پہلو" آیا ہے۔ جو غالباً آپ کے پاس موجود ہے۔ کوہستان میں چھپ چکا ہے۔ عنوان بدلا گیا ہے:

ماہنامہ تذکرہ دیوبند بشرف نظارت صاحبزادہ محترم مولانا الحاج سید اسعد صاحب مدنی دامت برکاتہم استاد دار العلوم دیوبند۔ مدیر: نجم الدین اصلاحی۔ شمارہ ۳ جلد ۴ اپریل ۱۹۶۲ء صلا ۴۶ پر لکھتے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حادثۂ جانکاہ

"یہ خبر وحشت اثر طبقہ علماء کے لئے بڑی اندوہناک ثابت ہوگی کہ انجمن خدّام الدین کے صدر مولانا احمد علی شیرانوالہ گیٹ لاہور کچھ دن علیل رہ کر اپنے مولا سے جا ملے۔ مرحوم کی ساری عمر دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ الحق میں صرف ہوئی آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی۔ اور کثرت سے اصلاحی رسالے شائع کئے۔ انگریز کے دور میں آپ کو بار بار گرفتاری۔ مقدمات۔ اور جیل سے دوچار ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ سے آپ کو بے انتہا عقیدت تھی۔ اور اکابر دیوبند سے غایت درجہ مانوس تھے۔ مرحوم کی خدمات شماری کے لئے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ ہند اور پاکستان کا ایک عالم بے بدل اور مخلص خادم ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے اور ان کے علمی اور اصلاحی کاموں کو جاری رکھنے کے لئے سچا جانشین بخشے۔ آمین۔

ناظرین تذکرہ اور وابستگان حضرت شیخ الاسلامؒ سے خصوصی طور پر التماس ہے کہ مرحوم کے لئے بلندی درجات اور رحمت و مغفرت کی دعا کریں اور ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں۔

ادارہ تحریر ماہنامہ تذکرہ دیوبند اس حادثہ جانکاہ پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے صاحبزادگان و متعلقین اور تمام متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت شیخ التفسیرؒ کی مقدس روح کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے۔ آمین۔

ہفت روزہ "چٹان" لاہور بابت ۵ مارچ ۱۹۶۲ء میں استاذِ محترم جناب ڈاکٹر حافظ ظہور احمد اظہر صاحب (استاذ پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور) "مولانا احمد علیؒ رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان پر لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ہر مکتب فکر کے لوگوں نے گہرے رنج والم کا اظہار کیا ہے اور اسے ملک و قوم کے لئے علمی و دینی اعتبار سے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے، ان کے اٹھ جانے سے ہم ایک مخلص خادمِ خلق، دردمند مصلح، خدا ترس عالم اور حق گو مبلغِ اسلام سے محروم ہوگئے ہیں۔ مولانا کی شخصیت اس دور میں ایک چراغِ راہ اور ان کی زندگی سلفِ صالحین کا نمونہ تھی۔ انہوں نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ ایسے عظیم انقلابی

toobaa-elibrary.blogspot.com

رہنما اور مفسر قرآن کے زیر اثر تربیت حاصل کی تھی اور تفسیر و حدیث کے علاوہ دیگر علوم دینیہ میں بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ یہ اُسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور بے لوث خدمتِ دین کی وجہ سے عوام و خواص میں بے حد مقبول تھے اس لئے ان کی موت سے سب کو صدمہ ہوا ہے اور ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ان کی آخری جھلک دیکھنے کے لئے بار بار ہجوم بے قابو ہوتا رہا، اور شیرانوالہ گیٹ سے لے کر قبرستان میانی صاحب تک جہاں جہاں سے ان کا جنازہ گزرا، مرد اور عورتیں چھتوں پر اور سڑک کے دائیں بائیں انہیں آخری مرتبہ نذر عقیدت پیش کرنے کے لئے موجود تھے، بوڑھوں کا کہنا ہے کہ لاہور کی تاریخ میں ایسے مواقع بہت کم آئے ہیں کہ عوام نے کسی دینی شخصیت کے جنازے میں اس جوش و خروش کا مظاہرہ کیا ہو۔

ان کی وفات سے دینی اور علمی دنیا کو ایک عظیم سرپرست اور مربّی سے محروم ہونا پڑا ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ ان کے شاگردوں اور ارادت مندوں کو بہت بڑا صدمہ ہوا ہے۔ حضرت علامہ علاؤالدین صدیقی صدر شعبۂ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی مولانا مرحوم کے خاص اور نامور شاگردوں میں سے ہیں، اس جانکاہ حادثہ سے ان کو جو دکھ ہوا ہے اسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے ہفتہ کے دن علی الصبح جب وہ ڈیپارٹمنٹ میں تشریف لائے تو راقم سطور نے بطور تعزیت عرض کیا کہ "آخر مولانا احمد علی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا، "ہاں بھائی"! آپ لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں میں ان کے متعلق آپ کو کچھ بتاؤں گا۔" لیکن ان کی آواز بھرائی ہوئی تھی، اور اس میں رقت و ملال کا رنگ غالب تھا۔ ہمیں توقع تھی کہ وہ حضرت مولانا مرحوم کی حیات و شہرت اور خدمات سے تعارف کرائیں گے لیکن وہ سٹیج پر آ کر صرف اتنا ہی کہہ سکے کہ "ایسے جلسے میں اس مرحوم عالم ...... اور اس کے بعد ہونٹ بند ہو گئے، آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا رخساروں پر بہہ نکلے، سب پر سکوت مرگ کی سی کیفیت طاری تھی اور ایک بڑا ہی رقت انگیز اور دردناک منظر تھا۔ یہ ایک عظیم استاذ کی موت پر نیاز مند شاگرد کو دلی صدمہ پہنچنے اور دلی رنج و تاسف کا مظہر تھا۔ اس سے جہاں مولانا مرحوم کے بلند مقام کا پتہ چلتا ہے وہاں استاد و شاگرد کے روحانی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مقدس رشتے کی قدر و قیمت بھی معلوم ہوتی ہے جس سے آج ہمارے ملک کے طلبہ یکسر محروم ہیں۔ اس سے پہلے میں نے مصر کے عظیم شاعر حافظ ابراہیم رجسے شاعر وادی نیل اور شکسپیر نیل کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے) کے متعلق جب یہ پڑھا تھا کہ وہ اپنے استاد محمود البارودی کی وفات پر جب ان کا مرثیہ لکھنے بیٹھا تو صدمہ و غم سے شاعرانہ فصاحت و بلاغت نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور وہ بمشکل کہہ سکا کہ :-

رُدُّوا اِلَیَّ بَیَانِیْ بَعْدَ مَحْمُوْدِیْ　　　اِنِّیْ عَیِیْتُ وَاَعْیَ الشِّعْرُ مَجْهُوْدِیْ

(میرے استاد محمود کی وفات کے بعد میری فصاحت و بلاغت کہاں گئی اسے واپس لا دو، میں تو گونگا ہو چکا ہوں اور شعر کہنے سے عاجز آگیا ہوں، تو میں اسے ایک شاعرانہ مبالغہ خیال کرتا تھا لیکن اس واقعہ سے اس کی تصدیق ہو گئی کہ استاد کی موت بلاشبہ شاگرد کے لئے باپ کی موت سے کم نہیں ہوتی اور ایک حادثۂ جانگسل کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت مولانا مرحوم علم ہدایت کا وہ سرچشمہ تھے کہ اس کے فیض و برکت سے ہزاروں تشنگانِ علم و معرفت سیراب ہوئے۔ اور ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ کر رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے، وہ اسلام کے ایک سرفروش مجاہد اور جنگِ آزادی کے نڈر سپاہی تھے اور جہاد فی سبیل اللہ میں کبھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ وہ برطانوی سامراج کے خلاف بغاوت کے الزام میں جیل بھی گئے اور وقت آنے پر اپنے دین کو بچانے کی خاطر کابل کو ہجرت بھی کی، وہ ایک مرشدِ کامل اور صاحبِ حال صوفی بھی تھے، ان کے ہزاروں عقیدت مند اور مریدین جن کی تربیت آپ نے کتاب و سنت کی روشنی میں فرمائی تھی۔ وہ تزکیہ نفس کی خاطر اپنے حلقۂ ذکر میں ہمیشہ آیات قرآن اور اقوالِ رسولؐ پر مبنی وعظ اور نصیحت فرماتے تھے، ان کی صحبت میں روحانیت کی پاکیزہ فضا پیدا ہو جاتی تھی اور دلوں کو حب الٰہی کا سرور اور اطمینان نصیب ہوتا تھا۔ ان کی زندگی قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے زہد و تقویٰ کا پرتو نظر آتی تھی، وہ اسلام کے حق اور راستباز مبلغ تھے، اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد وجہد صرف تبلیغ اسلام، خدمتِ خلق اور سماجی، معاشرتی اور اقتصادی برائیوں کا استیصال

toobaa-elibrary.blogspot.com

قرار دیا تھا، وہ اپنے خطباتِ جمعہ میں ہمیشہ ان غلط رسوم کو ختم کرنے پر زور دیتے رہے جو معاشرہ کو اندر ہی اندر سے گھن کی طرح کھا رہی ہیں اور اب جب کہ حکومت بھی ان برائیوں کے خاتمے کی طرف توجہ دے رہی ہے۔ حضرت مولانا کی رہنمائی کی شدید ضرورت تھی، بہر صورت مولانا ایک دینی و اخلاقی رہنما اور سوشل ریفارمر تھے اصلاح امت کیلئے وہ اپنی مقدور بھر کوشش کر گئے ہیں۔ اب یہ ملت اسلامیہ کا کام ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چل کر ان کے اس اصلاحی مشن کو جاری رکھے۔

حضرت مولانا مرحوم کی عظیم شخصیت یوں تو ہزاروں خوبیوں کی مخزن تھی لیکن ان کی چند خصوصیات قابل ذکر ہیں:۔

اولاً وہ ایک راسخ العقیدہ صوفی تھے، زہد و تقویٰ اور عبادت و خشیت الٰہی میں خلوص کا مجسمہ تھے، ریاکاری سے کوسوں دور تھے ان کے ہاں جاہل صوفیاء کی بدعات و لغویات کا شائبہ بھی نہ تھا، ان کے تصوف میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے تصوف کا رنگ جھلکتا تھا وہ شریعت و طریقت اور حقیقت فقط پیغمبر اسلام کی سنت ہی کو قرار دیتے تھے اور اس سے ہر متصادم چیز مردود تھی، وہ توحید الٰہی کے نشہ سے سرشار تھے، شرک و بدعت سے انہیں خوف آتا تھا، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا اتباع ان کی زندگی کا مشن تھا۔

ثانیاً ان کے استاذ مولانا عبیداللہ سندھی تفسیر قرآن میں ایک منفرد طرز فکر کے امام تھے، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی علمی تحریک اور حضرت شیخ الہند محمود الحسنؒ کے فیض صحبت نے ان میں قرآن فہمی کا ملکہ پیدا کر دیا تھا اور وہ رازی و کشاف کی خاطر قرآن کو فلسفہ، بلاغت اور منطق و علم الکلام میں الجھانے کی بجائے نئے انداز اور جدید تقاضوں کے مطابق قرآن کے دینی و سیاسی اور عمرانی نظریات کو بانداز جدید پیش کرتے تھے۔ یہی طریقہ تفسیر ہے جس کو برسوں سے مولانا احمد علی مرحوم مسلمانان پاکستان میں عام کر رہے تھے، آیاتِ قرآنی میں باہمی ربط بیان کرنے، مشکلات و عوارض کا سہل الفہم حل پیش کرنے اور تمام مضامینِ قرآن پر عبور کلی رکھنے میں اپنے معاصر علماء سے وہ ممتاز تھے، بڑے بڑے علماء ملک کے گوشے گوشے سے تفسیر قرآن سیکھنے کے لئے ان کے پاس حاضر ہوتے تھے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس طرح قرآن کو کماحقہ سمجھنے والے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد انہوں نے تیار کرلی تھی، پاکستان کی قدیم ترین اور اعلیٰ روایات کی حامل پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے بانی مبانی، روحِ رواں اور استاذ التفسیر بھی انہی کے فیض یافتہ ہیں۔

ثالثاً وہ اکابر علمائے حق کی آخری یادگار تھے۔ وہ علماء کی اس جماعت سے تعلق رکھتے تھے جس نے جہادِ آزادی میں ملتِ اسلامیہ کی قیادت کی، جن کی جراءت ایمانی، حق گوئی وبے باکی نے انگریزی سامراج کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں۔ حضرت مولانا بھی ان سرفروش مجاہدین کی جماعت کے نڈر سپاہی تھے۔ انہوں نے جہادِ آزادی اور راہِ حق میں قید وبند کی صعوبتوں سے لے کر جلاوطنی تک کی تکالیف اور مصائب برداشت کئے۔ بلاشبہ حضرت مولانا اپنے زہد وتقویٰ اور خلوص وپاکبازی میں سلف صالحین کی زندہ مثال تھے، ان کی مومنانہ فراست اور شان استغناء کو دیکھ کر اللہ رب العزت یاد آجاتے تھے۔

رابعاً۔ مرحوم کو علم وفضل اور تجربہ وبزرگی کی وجہ سے ایک مرکزی شخصیت کی حیثیت حاصل تھی۔ اور علمائے امت کی معتدبہ اکثریت کو نہ صرف انکی ذات پر اعتماد کلی تھا بلکہ والہانہ عقیدت بھی تھی۔ اس لحاظ سے وہ ملت اسلامیہ کے باہمی اتفاق واتحاد کا ذریعہ تھے اور اس تعمیری دور میں علماء کو ان کی قیادت کی ضرورت تھی لیکن افسوس کہ موت وار کر گئی۔

خامساً مولانا مرحوم ایک متبحر عالم دین ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے، علومِ قرآن وحدیث میں انہیں کامل دسترس تھی، انہوں نے قرآن کا ترجمہ وتفسیر لکھی، ان کی تفسیر کی امتیازی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ہر سورۃ کے شروع میں ان کے موضوعات اور عنوانات کو جمع کر دیا ہے۔ آیات وسورتوں کا باہمی ربط واضح کر دیا ہے۔ اور قرآن کے شروع میں مضامین کے لحاظ سے فہرست مرتب کر دی ہے جو قرآن کے طالب علم کے لئے بڑی سہولت کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ معارف قرآن وحدیث اور اسلامیات کے مختلف عنوانات پر انہوں نے سینکڑوں رسائل اور کتابیں لکھی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کی سرپرستی میں رسالہ "خدام الدین" برسوں سے شائع ہو کر دین اسلام کی خدمت کر رہا ہے، بہر صورت علوم اسلامیہ کی ترویج و اشاعت میں ان کی بے لوث خدمات اور اصلاح المسلمین کے لئے انتھک کوششیں یقیناً قابلِ قدر اور ناقابلِ فراموش ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم خلقِ خدا کی خدمت کرتے تھے۔ اسلئے کہ انہیں اپنے خالق کی خوشنودی مقصود تھی، وہ ریاکاری سے دور رہتے تھے کیونکہ ان کے دل میں خوف الٰہی جاگزین تھا، وہ عمر بھر حدیث و سنت کی ترویج و اشاعت میں منہمک رہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طالب تھے، وہ دین اسلام کی سربلندی اور اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر تن، من، دھن کی بازی لگانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے کیونکہ وہ اپنے پروردگار سے بخشش و مغفرت کی سچی آرزو رکھتے تھے، وہ ملت اسلامیہ کی زبوں حالی اور مسلمانوں کو رسوم بد میں الجھا ہوا پا کر خون کے اشک بہاتے تھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے میں ایک درد بھرا دل رکھا تھا جو مسلمانوں کو خوشحال اور اسلام کو اپنی اصلی شکل میں نافذ دیکھنا چاہتا تھا۔

آج مولانا اگرچہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں لیکن ان کے اعلیٰ کارنامے اور عظیم قومی، دینی خدمات ہمیشہ زندہ رہیں گی، انہوں نے علم و عرفان کا جو چشمہ جاری کیا تھا اس سے قیامت تک دنیا فیض یاب ہوتی رہے گی اور لوگوں کے دلوں سے ان کی یاد کبھی بھی محو نہ ہو گی۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔" (ص ۱۱ و ۲۲)

جناب پروفیسر محمد سرور صاحب تحریر فرماتے ہیں "شیخ التفسیر مولانا احمد علی مرحوم کی دینی اور قومی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ مولانا مرحوم کا شمار برعظیم کی ان دینی شخصیتوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی قوم کی فلاح و بہبود اور دین حنیف کیلئے وقف کر رکھی تھی۔۔۔۔ وہ ایک بلند پایہ عالم دین ہی نہ تھے بلکہ شعلہ بیان خطیب بلکہ سربرآوردہ عوامی رہنما بھی تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لاہور کی جب کبھی تاریخ لکھی جائے گی تو جہاں اس کے بہت سے ایسے کارناموں کا ذکر ہوگا جنھوں نے نہ صرف اس شہر کی بلکہ پورے برصغیر کی قسمت بدل دی تھی وہاں آئندہ کا مورخ ایک ایسے بزرگ کے ذکر سے کبھی پہلو تہی نہیں کر سکے گا جس نے اس شہر کے مسلمانوں کی زندگی میں ایک لازوال اثر چھوڑا ہے۔ یہ بزرگ بیک وقت عالم دین تھے۔ معلم تھے، صوفی تھے، مصلح تھے اور اس کے ساتھ قوم وملت کی ہر پکار جو جابر حکومتوں کے خلاف تھی اس میں لبیک کہنے والوں میں پیش پیش تھے انھوں نے خاندانی زندگی سے لے کر ملکی و قومی زندگی تک اپنے دیرپا اثرات چھوڑے اور ان کے فیض صحبت سے لاکھوں خاندان بنے۔ ان سے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان بھی متاثر ہوئے سندھ کے دور دراز دیہات میں رہنے والے عوام بھی ان کے حلقہ بگوش بنے اور انھوں نے قرآن شریف کی نشر و اشاعت میں اپنی زندگی صرف کر دی۔ نہایت سادہ زبان اور سیدھے سادھے انداز میں ان کی قائم کردہ انجمن خدام الدین سے جو پمفلٹ نکلے معلوم نہیں وہ کہاں کہاں پہنچے اور ان سے کتنا فیض پھیلا۔

ایک زمانہ میں لاہور شہر کی پرانی آبادی کے اردگرد کی ساری زمینیں مسلمانوں کی ملکیت تھیں، پھر کاریگر اور دستکار طبقہ بھی زیادہ تر مسلمان تھا، گویا اس دور میں لاہور کے مسلمان مجموعی طور سے صاحب جائداد بھی تھے اور بارزگار اور خوشحال بھی، لیکن برطانوی اقتدار کے بعد جب نئی قسم کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ غیر مسلم طبقوں نے اس میں سبقت کی، اس کے ساتھ ساتھ سماجی احوال و ظروف بھی بدلے اور ایک نیا معاشی نظام جنم لینے لگا تو مسلمانوں کے قدم زندگی کی دوڑ میں غیر مسلموں کے مقابلے میں سست پڑنے لگے چنانچہ جیسے جیسے غیر مسلم آگے بڑھتے گئے مسلمان پیچھے ہوتے گئے۔

اس پر مستزاد یہ کہ اس زمانے میں مسلمانوں میں بعض خرابیاں بھی زور پکڑ گئیں، انفرادی بے راہ رویوں اور بداخلاقیوں کے علاوہ ان میں اجتماعی طور پر بے شمار مسرفانہ رسمیں عام ہو گئی تھیں۔ اس میں بعض تو برادری میں اپنی شان قائم رکھنے کیلئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور بعض مذہبی اثرات کے تحت کی جاتی تھیں۔ جن کا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان زمینیں اور مکان بیچ کر اور رہن و گروی رکھ کر یہ رسمیں سرانجام دیتے تھے، اور اس طرح اس کا صاحب جائیداد اور کاریگر طبقہ قلاش ہوتا جا رہا تھا۔ شادی بیاہ کے معاملات میں برادری میں ناک نہ کٹے اور میت کی روٹی، فاتحہ اور اس کے متعلقہ دوسری رسموں میں مروجہ مذہب کی روایات کی خلاف ورزی نہ ہو، یہ بات اتنی اہم سمجھی جاتی تھی کہ مسلمان اپنی آخری پونجی تک ان سرفانہ رسوم میں خرچ کرنے سے گریز نہ کرتے اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا وہ زیادہ سے زیادہ شرح سود پر قرض لینے پر مجبور ہو جاتے۔

کم و بیش اسلامی لاہور کا یہ مذہبی، سماجی، معاشی اور ذہنی پس منظر تھا جب غالباً پہلی جنگ عظیم کے دوران مولانا احمد علیؒ مرحوم کو خود ان کے الفاظ میں دہلی سے ہتھکڑی لگا کر لاہور میں لایا گیا اور یوں انہیں یہ موقع ملا کہ وہ شیرانوالہ دروازہ کے باہر جہاں دن کو گیدڑ جوتیاں اٹھا کر لے جاتے تھے، قرآن پاک کا درس شروع کریں۔ یہ قرآن مجید کا درس ہر عالم دین دیتا ہے لیکن مولانا مرحوم کے درسِ قرآن کریم کے عملی مضمرات کچھ اور تھے چنانچہ اس کی وجہ سے جہاں ایک طرف انگریز انہیں اپنا دشمن سمجھتا رہا، وہاں دوسری طرف ابتدا میں ان عوام نے بھی آپ کی مخالفت کی جو بے سمجھی سے سرفانہ رسوم کو جزوِ مذہب مانتے تھے، مولانا مرحوم نے اپنے شروع کے زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:

"اب تو محلے والے ٹھیک ہو گئے ہیں لیکن ابتدا میں انہوں نے مجھے بڑا ستایا، ایک دفعہ تنگ آ کر میں نے ان سے کہا کہ قرآن مجید ہاتھ میں لے لیتا ہوں، تم مجھے دھکے دے کر مسجد سے نکال دو، پھر دیکھو کیا ہوتا ہے، یہ جرأت ان کو نہ ہوئی"۔

حضرت مولانا احمد علی کا ۱۳۸۱ھ میں انتقال ہوا، گویا چوالیس پینتالیس سال تک لاہور اور خاص طور سے شیرانوالہ دروازہ ان کی حسبہ سرگرمیوں کا مرکز رہا جن کے عملی نتائج آج سب لوگوں کے سامنے ہیں۔

مولانا کے درسِ قرآن کی برکت سے لاہور اور لاہور سے باہر بھی انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کا ایک اچھا خاصا طبقہ موجود ہے جو اعلیٰ سے اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ دین

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے پورا شغف رکھتا ہے، پوری طرح راسخ العقیدہ ہے اور اپنے اپنے دائرہ میں حسبِ حیثیت دینی و ملی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

مسرفانہ رسوم کی اصلاح کے سلسلہ میں مولانا مرحوم کو جو کامیابی ہوئی راقم الحروف اس سے ایک حد تک خود شخصی طور سے واقف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کے درس قرآن، جمعہ کے خطبوں اور وعظ و تلقین نے ہزاروں خاندانوں کو معاشی تباہی سے بچا لیا، اور ان میں سے ایسے خوش نصیب بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہت نوازا اور انہوں نے بھی مولانا کے اصلاحی کاموں میں دل کھول کر مدد کی، بس ان کا ارشاد ہوتا اور ہزاروں روپیہ ان کے قدموں میں پہنچ جاتا۔ مولانا فرماتے ہیں :- "ایک دفعہ میں شام کے وقت لیٹا ہوا تھا کہ دو شخص آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں بھی کوئی دین کی خدمت کا کام بتائیے۔ میں نے کہا یہ قرآن مجید چھپوانا ہے۔ میرے حساب کے مطابق پینتالیس ہزار روپیہ لگتا ہے۔ ...... ابھی آٹھ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ پچاس ہزار روپیہ دونوں کی طرف سے آ گیا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہ انہیں جانتا تھا اور نہ ہی پہچانتا تھا، نا معلوم کون تھے؟"

ان دینی، اصلاحی، تعلیمی اور علمی کاموں کے ساتھ ساتھ مولانا مرحوم ہر اسلامی عوامی تحریک میں پیش پیش رہے، چنانچہ اس طویل مدت میں اہل لاہور نے کبھی یہ نہ دیکھا کہ وہ ان کے کسی عوامی مطالبے میں ان کے بجائے حکومتِ وقت کے ساتھ ہوں۔ اسلئے آپ کو کئی بار جیل جانا پڑا اور وہ بڑی خوشی سے جیل گئے۔

غرض مولانا کی ذاتِ گرامی اور ان کا شیرانوالہ دروازہ اصلاحی، علمی اور تعلیمی مرکز کا ایک اخلاقی پاور ہاؤس تھا جس کی کرنٹ ان تمام سالوں میں دور تک پہنچتی رہی اور اس سے اُن دیار کے عوام و خواص کے ایک بڑے حصے کو نئی زندگی ملی۔"

(ہفت روزہ خدام الدین ۲۱ جولائی ۱۹۷۲ء ص ۹)

علامہ علاء الدین صاحب صدیقی صدر شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی (سابقًا) و وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی (سابقًا) تحریر فرماتے ہیں :- ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(اقبال)

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدام الدین اور مخدومان ملت کا ایک روحانی قافلہ ہماری آنکھوں کے سامنے گذشتہ چند برسوں میں جہان فانی سے نکل کر راہی ملکِ بقا ہو گیا، عظمت کا ایک دور تھا جسے آنکھیں پھر نہ دیکھ سکیں گی، اس مقدس کاروان میں مفسر، محدث، فقیہہ، اولیاء اصفیاء سب ہی شامل تھے۔

ان میں شیخ التفسیر احمد علیؒ اس لئے خصوصاً قابل ذکر ہیں کہ ماضی قریب میں اس سرچشمۂ فیض سے سیراب ہونے والوں کی وسیع تعداد اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلی ہے۔ خدمتِ قرآن حکیم کے اعتبار سے اس زمانے میں شاید ہی کسی بزرگ نے اتنی شہرت پائی ہو، پاکستان و ہندوستان سے باہر، افریقہ، مشرقِ وسطیٰ، انڈونیشیا اور ملائیشیا میں خود اس احقر کو ان افراد سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جنہیں اس چشمۂ فیضِ قرآن سے فیضیاب ہونے کی عزت ملی، بلکہ بعض اوقات اس ذرے (راقم الحروف) کو اس آفتاب سے جو تعلق تھا وہ باہر کے ممالک میں بھی باعث صد عزت و احترام بنا، استاذیؒ کی شہرت علم و عمل اقصائے عالم میں پھیلی ہے۔

مولانا مرحوم نے نصف صدی سے زیادہ کتاب و سنت کی شاندار علمی خدمت انجام دی۔ درسِ قرآن حکیم، درسِ مشکوٰۃ شریف، و درس حجۃ اللہ البالغہ ان کی تدریسی خصوصیات میں مشمول تھے، علماء و صلحاء، ماہرین و متخصصین، طالبانِ شریعت، اور مشتاقانِ طریقت، غرض ہر ذوق کے تشنگانِ علم و دین کو حسب مدارج فہم، قرآن حکیم کے معارف سے آشنا کرنا ان کا خاص کمال تھا، مغربی علوم کے دلدادگان کو علومِ قرآنی کا عاشق بنا دینا ان کی کرامت تھی، عوام کے دلوں میں قرآن کے ساتھ ایک والہانہ وابستگی پیدا کر دینا ان کی دلنواز شفقت و محبت کا اعجاز تھا۔

حضرت شیخ التفسیر کی پاکیزہ زندگی میں جذبۂ خدمت دین و شوقِ حریت کا ایک حسین امتزاج تھا جس نے ایک بے پناہ قوت عمل کی حیثیت سے ہزاروں مردہ دلوں کو شگفتگی عطا کی، اس چراغ روحانیت نے لاکھوں چراغ روشن کر دیئے، اس روشنی کی جھلکیاں آپ کو اس کتاب "ایک مفسرِ قرآن" میں ہی ملیں گی۔

اے قدوس حق نواز! جس طرح مرحوم نے قرآن حکیم کے ختم نہ ہو سکنے والے انوار و معارف کو تیرے بندوں میں عام کرنے کی کوشش کی تو بھی ان پر اپنی رحمتوں کی ہمیشہ جاری رہنے والی بارش برسا، الہ العالمین! ان کے جاری کردہ فیض کو ہمیشہ جاری رکھ اور ان کے جانشینوں کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

"توفیقِ خدمتِ اسلام بیش از بیش بخش! آمین"

(پیش لفظ ـــ "ایک مفسرِ قرآن" از محمد یوسف صاحب) ۱۶ ارمئی ۱۹۶۵ء

(محمد علاء الدین صدیقی عفی عنہ صدر شعبۂ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب حال وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور)

پاکستان کے نامور ادیب جناب ڈاکٹر سید عبد اللہ صاحب ہزاروی حال صدر اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی (لاہور) رقمطراز ہیں کہ "میں ۱۹۲۰ء میں تعلیم کے لئے لاہور آیا، میرے چچا صاحب جن کے سایۂ عاطفت میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا، ہر روز صبح کے وقت مولانا احمد علی صاحب کے درسِ قرآن میں شریک ہوتے تھے، مجھے بھی اپنے ہمراہ لے جاتے تھے۔ کھدر کے لباس میں ملبوس، لمبا کرتا، اکہری شلوار، سر پر کھدر کی ٹوپی یا کبھی کبھی عمامہ، لانبا قد، چوڑے شانے جسم گتھا ہوا، ڈاڑھی جو بعد میں بہت لمبی ہوگئی تھی اس زمانے میں مناسب حد تک بڑھی ہوئی، قد و قامت رعب دار رنگ سانولا۔ مگر چہرے پر بڑی نورانی کیفیت، یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ دیکھنے والا متاثر یا مرعوب نہ ہو۔ بات میں نرمی و شفقت، مگر جب جذبے میں آتے تو آواز گونج دار ہو جاتی۔ یہ تھے حضرت مولانا احمد علی صاحب جن سے میں لڑکپن میں روشناس ہوا اور آخری دم تک عقیدت کم نہ ہونے پائی۔

حضرت مولانا علماء کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے جن کے ہاتھ میں قرآن و حدیث اور دل میں جذبۂ جہاد تھا۔ ان بزرگوں کی پیروی کی آرزو رکھتے تھے جو باطل کے مقابلے میں ہمیشہ تیغ بدست رہے۔ یہ سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے جا ملتا ہے، جن کے خانوادے کے فیضِ تربیت سے جہاد کا فریضہ ادا کرنے والے علماء کبھی سرحد پر جا گرجے اور کبھی بنگال میں صف آرا ہوئے، کبھی سکھوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے، کبھی انگریزوں کے مورچوں میں ہلچل مچادی، غرض حضرت مولانا انہیں مجاہدینِ صف شکن کے وارث اور پیرو تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھی اس صدی کے بلند پایہ دینی مفکرین میں سے تھے، مولانا احمد علی ان کے شاگردانِ خاص میں سے تھے۔ میں جس زمانے کی بات کر رہا ہوں اس زمانے میں تو وہ ہندوستان سے باہر تھے مگر مولانا احمد علیؒ کی صورت میں ان کے افکار کی نمائندگی یہاں برابر ہوتی رہی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبیداللہ سندھی نے دہلی میں جنگ عظیم اول سے قبل ایک ادارہ "نظارۃ المعارف" قائم کیا تھا۔ اس کے تین بڑے مراکزِ توجہ تھے۔ اوّل: درس قرآن و حدیث۔ دوم: شاہ ولی اللہ صاحب کی تعلیمات کی نشر و اشاعت، سوم: برطانوی استعمار کی مخالفت اور آزادی پسند گروہوں سے تعاون۔

مولانا احمد علی صاحب نے مرکزِ لاہور میں بیٹھ کر ان ہی تین اہم مقاصد کی پیش رفت میں عمر صرف کی۔

حضرت مولانا شاید مولانا سندھی کے زیر اثر ہمیشہ نئی تعلیم یافتہ جماعت کی تربیت پر نظر رکھتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے خیالات اس گروہ تک پہنچیں۔ انہیں اس گروہ سے بہت توقعات تھیں یہی وجہ ہے کہ ان کے درس میں شرکت کرنے والوں کی اکثریت اسی جماعت سے متعلق تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس جماعت کے سلسلے میں مولانا جو توقعات رکھتے تھے وہ کبھی پوری نہ ہوئیں اور نہ ہو سکتی تھیں مگر میں اس وقت اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا۔

تحریک خلافت زوروں پر تھی، انگریزوں کے خلاف شدید نفرت و حقارت کے جذبات مشتعل ہو چکے تھے اور معاملہ یہاں تک آ گیا تھا کہ غیور مسلمانوں کے لئے یہ ممکن نہ رہا کہ انگریزوں کی غلامی میں ایک دن بھی سرزمین ہند میں بسر کریں۔ ہجرت کا فیصلہ ہوا اور ہجرت کرنے والوں میں حضرت مولانا بھی تھے۔ لاہور سے جب ان کا قافلہ ریل میں رخصت ہوا تو لاکھوں آدمی سٹیشن پر موجود تھے اور جب اس قافلے نے سرحد پار کی تو لاکھوں آدمی ترکِ وطن کر چکے تھے۔

افغانستان اس قافلے کی منزل تھی ..... مگر کیا منزل تھی؟ اسلام کی حالت زبوں، دین کی صورت مسخ، وہی حالت ہوئی ع

غربت جس کو راس نہ آئی اور وطن بھی چھوٹ گیا۔

ادھر انگریزوں کے زرخرید مسلمانوں نے وسوسہ انگیزیاں کیں اور کہا کہ یہ لوگ ہندوؤں کے لئے سب کچھ چھوڑ گئے ہیں، یہ ہندوؤں کی چال ہے انگریزوں کے یہ جاسوس "سر" اور "خان بہادر" انگریز کے کسی ظلم کو ظلم نہ کہتے تھے لیکن آزادی کی صفوں میں رخنہ ڈالنے کیلئے ذرا ذرا سی بات کو کفر اور طغیان کہہ کر مسلمانوں کو جنگِ آزادی سے روکتے تھے۔ ہمارے ملک

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں ایک سو سال سے یہ وسوسے بہت کامیاب رہے ہیں، ڈیڑھ صدی سے مسلمانوں کی واحد قدر — نفع پرستی ہے۔ یہ انگریزی تعلیم والوں کی واحد متاع اور واحد عقیدہ ہے۔ اور اب تو ساری قوم اس میں شریک ہے۔ اسلام کے ہر عقیدے کو اسی فلسفے کے کلہاڑے سے فنا کیا گیا، متاع دنیا ہی جب سب کچھ ٹھہری تو اسلام کے لئے سرفروشی اور قرآن و سنت کے لئے جانگدازی کون کرے گا؟ بہرصورت ہجرت ناکام ہوئی اور حضرت مولانا بھی بصد حسرت دیاس اپنے مرکز میں واپس آگئے۔ اور اسی دارالحرب میں رہ کر کام کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا۔

قبلہ نے واپس آکر، درس و تدریس کے ان قدیم سلسلوں کو پھر زندہ کیا، اس مرتبہ میں نے صحیح مسلم اور حجۃ البالغہ کے درس میں شرکت کی، میں زیادہ شعور نہ رکھتا تھا مگر یہ بات میرے ذہن نشین ہو جاتی تھی کہ رسول مقبول ؐ کے سب اقوال حکمت اور معقولیت سے مرکب ہیں اور دین کے سب احکام ہر زمانہ میں قابل عمل ہیں بشرطیکہ ہر زمانہ میں، اس کی ہدایات کے مطابق زمانہ تعبیر و توجیہہ کی جائے۔

میں سنہ ۱۹۲۶ء کے بعد انگریزی تعلیم کے دائرے میں داخل ہو گیا، فارسی ایم۔اے کر چکا تھا اور مزید تعلیم کی آرزو تھی؛ بڑا مقصد یہ تھا کہ اپنے لئے مناسب ذریعۂ معاش پیدا کر سکوں، پھر یہ بھی خیال تھا کہ انگریزی تعلیم کے طلسم کدے میں جو کچھ ہے اسے بھی اندر سے دیکھ سکوں، اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت مولانا نے کبھی میری حوصلہ شکنی نہیں کی، پہلے تو اس پر تعجب رہا مگر ایک واقعہ کے بعد وہ تعجب جاتا رہا۔

میں نے جامعہ ملیہ سے واپس آکر داڑھی بڑھالی تھی، یہ سلسلہ بڑے عرصے تک رہا تا آنکہ کالے بالوں کے اندر سفید بال (میرے خیال میں قبل از وقت) نکل آئے، جوانی کے ان دشمنوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا، میں نے بھی ان کا منہ کالا کرنے کی کوشش کی مگر یہ دشمن بڑے سخت جان تھے جھٹ سیاہی کو دھو کر اپنا سفید منہ پھر دکھا دیتے تھے، کوئی اچھا سمجھے یا برا۔ میں نے بڑھاپے کو کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا، "اگرچہ ننگ پیری ہے جوانی میری" پھر بھی جوانی کا محض خیال بھی بڑا ہی حیات بخش خیال ہے۔ آخر ایک دن سیفٹی ریزر سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کالے چٹے بال سفید کر دیئے۔

واقعہ سخت تھا، خصوصاً میرے لئے کہ میں علماء کے حلقوں سے متوسل تھا۔ سب سے زیادہ اذیت یہ تھی کہ اپنے والد ماجد اور اپنے استاذ مکرم حضرت مولانا کو منہ کس طرح دکھاؤنگا۔ چنانچہ عرصۂ دراز تک چھپنے چھپانے کی کوشش کی، والد صاحب وطن (ہزارہ) میں تھے اس لئے آسانی رہی مگر حضرت مولانا؟ وہ تو یہیں تھے۔

خبریں پہنچیں بلکہ پہنچائی گئیں، میری طلبی ہوئی، میں ٹال گیا، پھر طلبی ہوئی، پھر بہانہ تراش لیا، انہوں نے فراست سے اندازہ کر کے طول نہ دیا۔ میں سمجھا سب کچھ فراموش ہو گیا اور مسجد شیرانوالہ کو اب میری یاد اور میرا حلیہ تک بھول گیا ہو گا۔

ایک دن ایک مجلس میں پکڑا گیا، حضرت مولانا دور بیٹھے تھے۔ اٹھ کر میرے پاس آگئے، میں نے کہا، "سنگ آمد وسخت آمد" مگر نہیں، شفقت سے بھری آواز کانوں میں گونجی "میاں عبداللہ شاہ! آپ اپنے مرکز سے کٹ گئے، کیا وجہ؟

پھر خود ہی کہا "دیکھئے سپاہی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک باوردی دوسرے بے وردی"

پھر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا "ہم باوردی ہیں اور آپ بے وردی۔ اور آج کے دور میں بے وردی سپاہی زیادہ مفید اور کارآمد ہیں۔ آپ اپنے مرکز کو نہ چھوڑیں" پھر یہ مصرعہ پڑھا۔ ؏ بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش۔

آواز کی نرمی دل کی گہرائیوں میں اتر گئی اور فضائے قلبی میں عجیب قسم کی رقت اور عجب قسم کا سکون محسوس ہوا سچ کہا اقبال نے:۔

؎ مصاف زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا!

حضرت مولانا کئی باتوں میں عام علماء سے مختلف تھے، انہوں نے بعض رسمیاتِ زندگی، جدید لوگوں سے اپنائی تھیں، سائیکل کی سواری عموماً وقارِ عالمانہ کے خلاف سمجھی جاتی ہے لیکن حضرت مولانا بوقت ضرورت سائیکل[1] سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

---

[1] قاضی محمد عدیل عباسی کا کہنا ہے کہ "مولانا کے پاس ایک بائیسکل بھی تھی اور اس (بقایا آئندہ صفحہ پر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقت کی باقاعدگی[1] میں بے مثال، ضوابط و آداب میں بے نظیر، ان میں ڈھیلا پن نام کو بھی نہ تھا، سخت کوشی، جفا طلبی میں اپنے استاد کے نقشِ قدم پر تھے، جہاں کیلئے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) کو خود بھی استعمال کرتے تھے، اور اس سے ایک اور کام بھی لیتے تھے۔ جو دلچسپ بھی تھا اور جس سے سائیکل کا وجود بھی خطرے میں پڑ جاتا تھا۔ شیرانوالہ دروازہ لاہور کی مسجد سے ملحق ہاکی فیلڈ کا ایک بڑا میدان تھا جب کوئی مولوی صاحب کسی عربی مدرسہ کے فارغ التحصیل وہاں آجاتے تھے اور درس میں شرکت کی اجازت طلب کرتے تھے تو انسے پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ آپ سائیکل کی سواری کر سکتے ہیں؟ جواب عموماً نفی میں ہوتا تھا، کیونکہ اس زمانہ میں علماء کے لئے سائیکل کی سواری ان کے منصب کے خلاف سمجھی جاتی تھی، بس حکم ہوتا تھا کہ میری سائیکل لیجئے اور سیکھ کر آئیے تب درس میں شرکت ہو گی۔ ہم لوگ رحم کی نگاہوں سے ان بیچاروں کی بے کسی کا نظارہ کرتے تھے جو مولانا کی سائیکل کا گلا دبوچے ہاکی فیلڈ میں دھما دھم گرتے پڑتے رہتے تھے۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ "قرآن کے حامل کو موٹر، ہوائی جہاز اور تمام مشینوں پر عبور ہونا چاہیئے نہ کہ علماء سائیکل کی سواری سے ناواقف ہوں۔ اس زمانہ میں یہ بڑی روشن خیالی کی بات تھی۔"

(ماخوذ از ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ ص ۵۴، ۵۵)

[1] یہی بزرگ لکھتے ہیں کہ "جس چیز نے مجھ کو سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ان کا مداومتِ عمل" تھا، گھڑی کی سوئی بھی اتنی پابند نہیں ہے جتنا مولانا کا ہر فعل وقت کا پابند تھا۔ نیند اور کھانا بس تقاضائے بشریت تک محدود تھے۔ علی الصباح تہجد کے لیے اٹھ جانا اور پھر تمام دن تعلیمِ قرآن میں مشغول رہنا، یہ تھا اوقات کا ایک مجمل سا خاکہ۔"

(وہی صفحہ اور وہی رسالہ)



toobaa-elibrary.blogspot.com

جس قسم کی محنت کی ضرورت ہوتی اس کے لئے وہ اپنے آپ کو تیار رکھتے تھے۔

حضرت مولانا یوں عقائد میں بڑے پکے تھے، مگر مسلمانوں کے اتحاد کے مسئلوں میں ان کے طریقوں میں بڑی لچک تھی، حزب الاحناف کے لوگ انہیں اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے مگر وہ ضروری موقعوں پر مولانا سید دیدار علی شاہ سے بھی جو ان دنوں احناف کے سرخیل تھے مشورہ کر لیا کرتے تھے، مجھے اچھی طرح یاد ہے جب پنجاب میں ایک مسلمان وزیر اعظم نے خاکساروں پر ظلم ڈھایا تو حضرت مولانا نے (جو اصلاحاً احرار کے مسلک کے آدمی تھے) سخت احتجاج کیا، اور اس کی پاداش میں نظر بند کر دیئے گئے۔

انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں محض اس لئے شرکت کرتے تھے کہ یہ انجمن تعلیم کی خادم انجمن ہے، اور انجمن کے بعض ارکان کی سرکار پرستی کو نظر انداز کر دیتے۔

حضرت مولانا نے مسلسل چالیس برس تک قال اللہ و قال الرسول کی شمع روشن رکھی، مطالعۂ قرآن کی تحریک کو تقویت دی، علم اسرار الدین کے رموز سے عوام و خواص کو آگاہ کیا ـــــ دینی ذوق کے ساتھ مسلمانوں کی آزاد سیاست کو اپنے پرزور خطبات کے ذریعے مستحکم کیا؛ اور یہ سب کچھ ایسے حالات میں کہ عمر بھر، بے روزگاری کا تسلط رہا مگر فقر و قناعت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

زمانے میں بڑے بڑے لوگ آتے رہیں گے مگر احمد علی کم پیدا ہوں گے۔ خدا تعالیٰ حضرت مولانا کی روح کو آسودہ رکھے اور ان کی برکات کے طفیل ہم پر بھی کرم کرے۔"

(بحوالہ بیس بڑے مسلمان از عبد الرشید ارشد صفحہ ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸)

علامہ انور صاحب صابری لکھتے ہیں "حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، خاتم المحدثین مولانا سید انور شاہؒ صاحب کو دیکھ اور ان کی چلتی پھرتی زندگیوں کو پڑھ کر مجھے وہ اسلام ملا جس کا وجود آج کی بداعمالیوں کے اندھیروں میں تقریباً گم ہو چکا ہے۔

میں نے تصوف کی عقل و خرد سوز سرمستیوں کا وہ ماحول اپنے گھر میں دیکھا ہے جہاں "عشق" کی حرکات پر حدِ شرعی جاری کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوتی - میرے آباؤ اجداد

toobaa-elibrary.blogspot.com

"فنانی الرسول" تھے، انہوں نے کبھی علماءِ حق کے ارشادات کو کافرانہ انداز سے نہیں سُنا اور نہ کبھی جراتِ تنقید کی۔

یہ لوگ پروانۂ شمع نبوت تھے اس لئے "فتووں کی نگارش کا انہیں ہوش ہی کہاں تھا، "عشق" امتحان گاہِ محبت میں فدا ہونا جانتا ہے دوسروں کو کافر کہنے کی فرصت ہوش اسے میسر ہی نہیں آتی۔

مولانا احمد علی صاحبؒ اپنے زمانہ میں "سیرت اقدس" کے مبلغ جلید تھے اس لئے ان میں اقطاب کا جلال، سالکین کا جمال، اور نظر شناسانِ رسولؐ کا مزاج شامل تھا۔ آپ انہیں مردہ کہہ لیجئے مگر میں مرتے دم تک یہ کفرِ عقیدت و خلوص گوارا نہیں کر سکتا۔"

(بحوالہ خدام الدین شیخ التفسیر نمبر ص)

بڑوں کی تعزیت

اخبارات و رسائل کے علاوہ "بڑوں" نے بھی تعزیت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی، ۱۱ر مارچ ۱۹۶۲ء کو باغ بیرون موچی دروازہ میں تمام مکاتب فکر کے بڑوں کا ایک تعزیتی جلسہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا غلام غوث ہزاروی، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، شیخ حسام الدین صاحبؒ، مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، شورش کاشمیری اور مولانا عبدالستار خاں نیازی نے خطاب فرمایا۔ اور آپ کی زندگی اور کارناموں پر شاندار خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔ "جانے والوں نے اپنے خیمے جنت میں گاڑھ دیئے ہیں، حضرتؒ کی رحلت پر سارا ملک سوگوار ہے۔ حضرت مرحوم نے نصف صدی تک قرآن حکیم کا درس دیا اور یہ مسلسل اور پیہم خدمت بڑی چیز ہے۔ آپ زہد و تقویٰ کی بے نظیر مثال تھے۔"

مولانا کا تعزیتی بیان بھی پڑھیئے: "مولانا احمد علی کی وفات میرے لئے انتہائی صدمہ کا باعث ہے۔ مرحوم ملک کے ممتاز علماء میں سے تھے ان کے سانحۂ ارتحال سے ملتِ اسلامیہ کو جو نقصان پہنچا ہے وہ ناقابل تلافی ہے۔ مولانا نے توحید و سنت کی اشاعت اور بدعات کو مٹانے کے لئے جو تکالیف برداشت کی ہیں آج کے نوجوان علماء ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جب تک یہاں انگریز رہا، مرحوم نے انگریزی استعمار کے خلاف جہاد جاری رکھا اور اس راہ میں تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، میں نے انہیں ہر مرحلے میں مخلص و ہمدرد رفیق پایا۔ آج ملتِ اسلامیہ ایک عالمِ باعمل، مجاہد فی سبیل اللہ، عابد و زاہد اور علوم قرآن کے معلم و مبلغ سے محروم ہو گئی ہے۔ دعا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

پاکستان یونانی طبیہ کالج کے پرنسپل جناب حکیم شمس الحق نے فرمایا کہ: آپ کی موت ایک جہان کی موت ہے۔ آپ بلاشبہ ایک چشمۂ فیض تھے، آپ نے اپنی تمام زندگی دین مبین کی خدمت واشاعت میں صرف کی۔ مخالفین اسلام کے سامنے آپ ایک آہنی دیوار تھے، آپ بطلِ حریت اور ایک باعمل مجاہد تھے۔

پیر دیول صاحب نے روزنامہ جنگ راولپنڈی مجریہ ۶ر مارچ ۱۹۶۲ء کو حسب ذیل بیان دیا:۔

حضرت پیر صاحب نے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ان کے ورثار کے نام تعزیتی پیغام دیتے ہوئے کہا کہ حضرت اقدس مولانا ئے بکرم ایک صاحب نظر اور بہت ہی بزرگ ولی اللہ تھے، ان کی وفات سے روحانی دنیا میں بہت بڑا خلا ہوا ہے، یہ خلا ایسا ہے کہ اس کو پُر ہوتے برسوں گزر جاتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب نے ان کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے عقیدت مندوں کے نام پیغام دیا ہے کہ سب حضرت اقدس مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح پُرفتوح کے لئے ایصالِ ثواب کریں۔"

مراثی آپ کے وصال پر نثراً و نظماً طبع آزمائی کی گئی۔ نثر کے چند نمونوں کے بعد اب چند مرثیوں کا تذکرہ ضروری ہے

جناب احسان دانش "برشیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر" لکھتے ہیں کہ:۔

اے دل ہے کس خیال میں غلطاں ادھر تو دیکھ — اک عاشقِ رسولؐ کی شانِ سفر تو دیکھ

سوئے جناں رواں ہے وہ خلدِ دل ونگاہ — سینہ تھا جس کا کارگہِ ضربِ لا الٰہ

بڑھ کر سمومِ مرگ، لطافت کو لے گئی — مسند نشینِ رشد و ہدایت کو لے گئی

خاموش ہے وہ شمعِ سعادت بجھی ہوئی — جس سے دھواں کبھی نہ اٹھا روشنی ہوئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بزمِ چمن میں اب وہ گلِ خندہ رُو نہیں — گوش آشنا وہ مژدۂ لَاتَقْنَطُوْا نہیں
اب میرا انجمن جو نہیں انجمن کہاں! — جو پتھروں کو موم بنا دے وُہ فن کہاں
ہر آنکھ اشک ریز ہے ہر دل ہے داغ داغ — گل ہو گیا ہے زہد و عبادت کا اک چراغ
ذوقِ طلب کا شعلہ بیتاب بجھ گیا — فانوسِ حسن منبر و محراب بجھ گیا
کل تک تو ایسی تشنہ لبی میں نہ تھی زمین — آج ایک بحرِ علم و عمل پی گئی زمیں
اک منبعِ فراست و تبلیغ رُک گیا — اک پرچمِ متانت و تسلیم جھک گیا
انکھیں تو ہیں، مگر وہ حسین خواب ہی نہیں — مسجد تو ہے وہ جلوۂ محراب ہی نہیں
اب وہ مشیرِ شرع کہاں ہے نگاہ میں — دیوار تھا جو شرک و معاصی کی راہ میں
وہ جُود، وہ سخا، وہ تدبر کہاں نصیب — وہ حلم، وہ صفا، وہ تفکر کہاں نصیب
مہتاب ریز آج وہ ماہ مُبین کہاں؟ — اب پُرسکوں ادارۂ خدامِ دین کہاں؟
وہ پیکرِ خلوص و وفا آہ چل بسا — وہ نائبِ رسولِ خدا آہ چل بسا
ایسا عظیم صاحبِ ایماں کہاں سے آئے — اس شان کا مفسرِ قرآں کہاں سے آئے
یہ وجہِ اتقاء ہے یہ ہے برکتِ عُلُوم — شاہوں کی موت کو بھی یہ ملتا نہیں ہجُوم
سینوں میں سوزِ عشق و وفا عام کر گیا — تفویض جو ہُوا تھا اسے کام کر گیا
ایسا فریدِ شعلہ بیانی نہ آئے گا — کوہِ سخن سے سیل معانی نہ آئے گا
مانا کہ اس میں خار و خسِ زندگی نہیں — اس راہ سے کسی کو مگر آگہی نہیں
ہر چند زندگی میں بڑے کام کر گئے — ماتھے پیمبروں کے پسینے میں تر گئے

اللہ اس پہ لطف و عطا و کرم کرے
اس کے سکونِ روح کا ساماں بہم کرے

۱؎ ۱۹ اپریل ۱۹۶۸ء کے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کے ص ۵ پر احسان دانش صاحب کا یہ مرثیہ جناب سید انور حسین نفیس رقم کے قلم سے شائع ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماسٹر لال دین اخگر بی۔اے بی ٹی کا عنوان ہے "حضرت شیخ التفسیرؒ کے حضور میں"

اے شہیدِ درس قرآن مبین ڈھونڈتی ہیں تجھ کو آنکھیں ہر کہیں
آج ہے تیرا مکان خلدِ بریں ہائے تجھ سا مہربان ملتا نہیں

تیری صورت یاد آتی ہے ہمیں !
تیری فرقت خوں رلاتی ہے ہمیں

سب کی آنکھیں تیرے غم میں اشکبار سب کے دل تیری جدائی میں فگار
تو نہیں تو کس طرح آئے قرار جس کو دیکھیں پھر رہا ہے سوگوار

آہ وزاری میں اثر کوئی نہیں
اس شبِ غم کی سحر کوئی نہیں

تیری مرقد مطلع انوار ہے تیری تربت مرجع اخیار ہے
تیری منزل منزلِ احرار ہے تیری خلوت مخزن اسرار ہے

وارث پیغمبراں تھی تیری ذات
اللہ اللہ بندۂ مولےٰ صفات

اے امامِ اتقیائے ایں زماں اے امیر لشکر روحانیاں
قلبِ تو شرع مبیں راز داں جانِ تو با قدسیاں است ہم زباں

ہم نشینِ انبیاء قدسی نہاد
منزلت در جنتِ فردوس باد

ذوق قرآن تیری الفت کا ثمر علم وعرفاں تیری صحبت کا ثمر
اے خوشا تیری زیارت کا ثمر مل گیا دنیا میں جنت کا ثمر

تیری سیرت عارفوں میں لاجواب
تیری ہستی رہنمائے شیخ وشاب

اے کہ سب یمن وسعادت تجھ سے تھی اے کہ سب حسنِ مروت تجھ سے تھی
لاکھ انسانوں میں الفت تجھ سے تھی سب کے ایماں میں حرارت تجھ سے تھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہم یتیموں سے بھی ابتر حال ہیں
ہائے ہم پامال ہیں پامال ہیں

حریت تھی تیری فطرت کا خمیر
مردِ حق، درویش رو، روشن ضمیر
پدرِ مشفق، نرم خو، مثلِ حریر
سر تا پا شفقت، محبت کا سفیر

بایزید عصر دوراں بالیقین
قطبِ دوراں، ہادی روشن جبین

درسِ قرآن رحمتِ حق کا نشاں
چہرہ تاباں اور الہامی زبان
روحِ قرآں اور ترا حسنِ بیاں
سن رہے ہیں شوق سے کرّوبیاں

آج یزدانی نوا خاموش ہے
آج نورانی فضا مدہوش ہے

الوداع اے سید والا گہر
رو رہے ہیں گو تجھے دیوار و در
متفق ہیں اس پہ سارے ہم عصر
مدنیؒ و شاہ جیؒ تھے تیرے ہم سفر

اس لئے رضوان سے دعوت آگئی
اپنے حق میں اک قیامت آگئی

جناب محمود احمد عارف خازن جامعہ مدنیہ لاہور "بیادگار شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

شیخ عالم، قطبِ ملت، حق تعالیٰ کے ولی
وارثِ علم نبوت سیدی احمد علیؒ
عالمانِ دین قیم کے امیر کارواں
رحمتِ عالمؐ سے رکھتے تھے بڑی نسبت قوی
مطلعِ لاہور پہ برسوں رہے جلوہ فگن
آفتابِ علم و حکمت ماہِ تابِ آگہی
شیخ امروٹیؒ کے فیضانِ نظر کا شاہکار
مشعلِ راہ ہدیٰ جن کی تھی ساری زندگی
گلشن دین پور کی رنگینیٔ فصلِ بہار
جانِ اربابِ بصیرت قاسمِ فیضِ نبیؐ
مکتبِ فکر ولی اللہ کا وہ خوشہ چیں
عظمتِ اخیار کا عارف نشانِ آخری

toobaa-elibrary.blogspot.com

وہ چہیتا حضرت سندھی عبید اللہ کا
خاص شفقت کی نظر جس پر تھی شیخ الہندؒ کی

حضرت مدنی و انور شاہ کا وہ دستِ راس
اہلِ حق میں جن کی قائم آج تک ہے برتری

حق کی خاطر جو رہا سینہ سپر ہر حال میں
جس سے پائندہ رہی رسم وفائے یوسفی

دور میں اپنے رہا سرتاجِ بزم اولیا
زہد و تقویٰ میں کٹی جس کی مثالی زندگی

جان و دل سے جاں نثارِ سید کونین تھا
حلقۂ عشاق کی زیبا اُسے تھی سروری

صدقِ دل سے قدرداں تھا عارفِ گنگوہ کا
اس کا مسلک تھا یقیناً مسلک نانوتوی

جس کو حق نے پسر بھی بخشا حبیب اللہ سا
اسم جس کا با مسمّیٰ پاک جس کی زندگی

حضرتِ انور ہوئے ہیں بعد ان کے جانشین
وارثِ علم و فیوض حضرت احمد علیؒ

عصر حاضر میں وہ اک اسلاف کی تصویر ہے
اہلِ حق کے واسطے وہ مطلع تنویر ہے

جناب حافظ نور محمد انور صاحب کا عنوان ہے " دین کا روشن دیا "

عالم دینِ خدا تھے حضرت احمدؒ علی
ہادیٔ راہِ ہدیٰ تھے حضرت احمد علیؒ

اہلِ حق کے ہم نوا تھے حضرت احمدؒ علی
اہل بدعت سے خفا تھے حضرت احمد علیؒ

خدمتِ دینِ نبیؐ میں عمر دی ساری گذار
دین قیم پر فدا تھے حضرت احمد علیؒ

آفتابِ علم تھے جو عصرِ نو میں بالیقین
وہ سراپا باصفا تھے حضرت احمد علیؒ

رات دن جس نے دیا ہم کو سبق توحید کا
وہ مجسم باوفا تھے حضرت احمد علیؒ

کیوں نہ ان کی ذات پر ملت کو فخر و ناز ہو
عاشق ربِ العلا تھے حضرت احمد علیؒ

جو بھی آیا ان کی صحبت میں یہی اسنے کہا
نیک مخلص پیشوا تھے حضرت احمد علیؒ

کفر کی تاریکیوں میں بالیقین اس دور میں
دین کا روشن دیا تھے حضرت احمد علیؒ

کیوں نہ انورؔ اس لحد کی خاک عنبر بیز ہو
بندۂ حق باخدا تھے حضرت احمدؒ علی

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب جناب آغا عبدالکریم شورش کاشمیری کی باری آتی ہے۔ عنوان "مولانا احمد علیؒ" ہے۔

عمر بھر قرآن کا پیغام پھیلاتا رہا ہر گھڑی اسلام کی تبلیغ فرماتا رہا

دوستداران جنوں کا دل بڑھانے کیلئے اپنے تلوے راہ کے کانٹوں سے سہلاتا رہا

گوشۂ زنداں میں کیا دارو رسن کے ساز پر داستانِ جراتِ اسلاف دُہراتا رہا

سید خیر البشر کے خُلق کی تصویر تھا اس صنم آبادمیں توحید کی شمشیر تھا۔

علامہ انور صابری "نذرِ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان سے سامنے آتے ہیں:۔

اے کلام اللہ کے دانائے اسرار و رموز منکشف تھے ذہن پر تیرے مشیت کے کنوز

بابِ علم مصطفےٰ تیرا دل آگاہ تھا تو صراطِ مستقیم حق کا خضرِ راہ تھا

تیری پیشانی تھی انور شاہ کی آئینہ دار دین پوری کا فیض تھا تیری جبین سے آشکار

تجھ سے ملتا تھا نبوت کے حقائق کا سراغ رہنمائے فکر تھا محمود و قاسم کا دماغ

تو قرونِ اولین کا پیکرِ تفسیر تھا! خوابِ ماضی کی مجسم دلنشین تعبیر تھا!

تیرے اندازِ بیاں میں جذبۂ ایثار تھا عشق تیرا گوہر گنجینۂ کردار تھا

حکمت و دانش کو تو نے صاحبِ عرفاں کیا زندگی کو ہم مزاجِ مقصدِ قرآں کیا

بر بطِ جبریل کے نغمے تیرے کانوں میں تھے ولولے ایمان کے رقصاں تیری شریانوں میں تھے

تجھ کو سندھیؒ نے سکھائے تھے رموزِ انقلاب تھی خرد آموز تیرے واسطے ام الکتاب

درس نے تیرے کئے پیدا وہی خدامِ دین جن کی ہستی دولتِ ختمِ رسالت کی امین

فلسفہ اسلام کا تازیست سمجھاتا رہا فقر کو آدابِ سلطانی کے سکھلاتا رہا

تو رہا لاہور میں اور دل مدینے میں رہا بن کے اک موتی محمدؐ کے خزینے میں رہا

تھی دلیلِ زندگیٔ عصرِ نو تیری حیات روح کا پیمانہ تھا یا بحرِ تقدیسِ صفات

انورِ خورشید نسبت جاودانی بن گیا نورِ آنکھوں کا تری خود تیرا ثانی بن گیا

بایزیدِ دورِ حاضر کا تجھے زیبا خطاب تھا ترا ذوقِ عبادت اولیا کا ہم رکاب

گلشنِ فردوس کے سانچے میں ڈھلتی جائیگی تیری تربت سے سدا خوشبو نکلتی جائے گی

toobaa-elibrary.blogspot.com

صابری صاحب نے حضرت شیخ التفسیر کے مزار پر" کے عنوان سے ایک اور مرثیہ بھی کہا ہے :۔

یہ فضا اللہ کی رحمت میں ڈھلتی جائے گی
خاکِ مرقد سے تری خوشبو نکلتی جائے گی

جو تیرے الفاظ سے روشن ہوئی تھی دہر میں
آندھیوں میں بھی تری وہ شمع جلتی جائیگی

ہر نظر کو کیف تیرے دم سے ملتا جائے گا
روح تیرے سایۂ ایمان میں پلتی جائیگی

جس زمین کو تو نے سینچا ہے اپنے خون سے
وہ زمیں تفسیر کا سونا اگلتی جائے گی

ذہن سے تا عمر جا سکتا نہیں تیرا خیال
یاد تیری حشر تک دل میں مچلتی جائیگی

ربط باہم کے مبلغ، تیرے فیضِ روح سے
ہند و پاکستان کی دنیا بدلتی جائے گی

حق پرستوں کو محمدؐ سے جو ورثے میں ملی!
گردنِ باطل پہ وہ تلوار چلتی جائے گی

قصرِ دین کی تجھ سے جو دیوار مستحکم ہوئی
زلزلوں کی زد میں آ کر بھی سنبھلتی جائیگی

ہے یقین انور کو تیرے ذکر کی برکات سے
جو بلا بھی سر پہ آئے گی وہ ٹلتی جائے گی

اب جناب عثمان غنی صاحب بی۔اے واہ کینٹ کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں :۔

رہبر کامل ہمارا، اولیاء کا تاجدار
پیکر مہر و محبت، خلق کا آئینہ دار

حاملِ قرآن تھا وہ صاحب اسرار تھا
دوستوں کا دلنواز اور دشمنوں کا دوستدار

دامن احمد علیؒ سے جس کی ہو وابستگی
یہ سعادت ہے یقیناً مایہ صد افتخار

حشر کے میدان میں بھی اے خداوند کریم
ہو عطا ہم سب کو قرب حضرت والا تبار

انکے صدقے میں ہمیں بخش رب دو جہاں
جن کی تربت سے اٹھی تھی اک ہوائے مشکبار

ہیں حبیب اللہ، عبید اللہ، حمید اللہ سبھی
سالکانِ راہ حق و پاک طینت باوقار

آپ کے حصہ میں آئی مسندِ احمد علیؒ
اے عبید اللہ انور! یہ ہے فضلِ کردگار

ہوں عبید اللہ انور کو وہ حاصل رفعتیں
جن کے حامل تھے ہمارے ہادیٔ شب زندہ دار

یاالٰہی! میرے ہادی پر ہوں تیری رحمتیں
ان کا جنت میں مکان ہو اے میرے پروردگار

جس نے پایا فیض صحبت پیر کامل کا غنی
کامرانی سے ہوا لاریب وہ بھی ہمکنار

toobaa-elibrary.blogspot.com

بارشیں انوار کی ہوں روح پر حضرتؒ کی شاد — ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احمد بخش ریاض سرگودھوی لکھتے ہیں "شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں"

اے مفسر، شیخ کامل، سیدی احمد علیؒ — عاشقِ ذاتِ محمدؐ، حق تعالیٰ کے ولی
تھی بھری دل میں تیرے الفت رسولِ پاک کی — کی اشاعت عمر بھر دینِ شہِ لولاکؐ کی
ولولہ دل میں تھا تیرے خدمتِ قرآن کا — تو نے دکھلایا نظارہ گلشنِ ایمان کا
رہروانِ راہِ حق کی رہنمائی خوب کی — کشتیٔ دینِ نبیؐ کی ناخدائی خوب کی
عاملِ سنت تھا اور تو ناشرِ توحید تھا — نورِ حق سے قلب تیرا رشکِ ناہید تھا
تو سدا تخریبِ باطل پر کمربستہ رہا — زینتِ بزمِ حقیقت، مثلِ گلدستہ رہا
دل گرفتہ، غم زدہ بیٹھا ہوں تیری یاد میں — اک برس سے خیمہ زن ہوں عالمِ فریاد میں
خاکِ مرقد بھی تیری لاریب عنبر بار ہے — یہ خدا کا فضل ہے اور رحمتِ غفار ہے
ہو ریاضِ خلد میں تیرے لئے قصر بلند — اے خطیبِ نامور، اے پیشوائے ارجمند

جناب حکیم آزاد شیرازی صاحب "تفسیر حیات اولیاءؒ" کے عنوان سے لکھتے ہیں :-

شارحِ حق، قاطعِ اوہام تھے احمد علیؒ — تیغِ قرآن، خنجرِ اسلام تھے احمد علیؒ
زندگی ان کی تھی تفسیرِ حیاتِ اولیاءؒ — دینِ فطرت کا حسین پیغام تھے احمد علیؒ
وہ شریعت کے تھے عالم اور طریقت کے امام — ساغرِ جم — معرفت کا جام تھے احمد علیؒ
قوم نے اس نعمتِ حق کی نہ کی آزاد قدر — اصل میں — اللہ کا انعام تھے احمد علیؒ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی (مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور) "مَاتَ بِخَیْرٍ مولانا" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔

کیا کیف کا عالم ہوتا تھا کیا لطف کی بارش ہوتی تھی
جب خطبہ و درس میں ہوتا تھا حق حق کی ہدایت فرمانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا عشق کی گرما گرمی تھی، کیا فیض کی عام ارزانی تھی
ہر وعظ میں شعلہ بیانی سے افسردہ دلوں کو گرمانا
ہر ایک پہ مستی سرشاری ہر ایک کے دل کی سیرابی
وہ وجد میں ڈوبے لفظوں سے اک کیف کی بارش برسانا
اب نظریں ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور کان ترستے رہتے ہیں
وہ شکل، نہ وہ الفاظ، نہ وہ اللہ کے گھر کا دیوانا
وہ فصل گیا، وہ فیض گیا، وہ بزم گئی وہ رنگ گیا
تاریخ وفات اس طرح کہو ماتَ بِخَیرٍ مَولانا
۱۳۸۱ھ

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے عربی زبان میں "قطعۃ تاریخیۃ لرحلۃ الشیخ الاجل مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ" ۱۳۸۱ھ بھی تحریر فرمایا ہے، اب با ترجمہ ان کا بھی مطالعہ فرمائیے:۔

كَانَ فِيْ لَاهُوْرَ شَيْخٌ مَّاجِدٌ — فَاضِلٌ فِي الْعِلْمِ عَالٍ فِي الْعَمَلْ
لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ — علوم دین میں فاضل، اعمال میں بلند پایہ

اَلْمَعِيٌّ لَوْذَعِيٌّ بَارِعٌ — مُتَّقٍ تَقْوَاهُ فِيْ ذِرْوَى الْقُلَلْ
زیرک، ذہین، فائق — وہ متقی کہ انکا تقویٰ بلندی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھا۔

مُهْتَدٍ هَادٍ عَزِيْزٌ فَضْلُهٗ — اٰخِذُ الْاَيْدِيْ لِاَصْحَابِ الزَّلَلْ
راہ شناس راہنما بڑے فضل والے — لغزش والوں کے خاص دستگیر

مِفْضَلٌ اَحْمَدُ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى — قَدْ كَسَى الْاَحْبَابَ بِالتَّقْوٰى الْحُلَلْ
بڑے فاضل مولانا احمد علی قدس سرہٗ منتخب — جنہوں نے تعلق والوں کو تقویٰ کے حلّے پہنا دیئے

شَابَ سِنًّا صُوْرَةً لٰكِنَّهٗ — عِنْدَ اَبْطَالِ الْخَنٰى كَهْلٌ بَطَلْ
عمر میں صورت میں تو بوڑھے تھے لیکن — بدیوں کو مٹاتے وقت بہادر پہلوان تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

هَاتِكُ الْأَسْتَارِ عَنْ كَيْدِ الْعِدٰى — قَامِعُ الْبِدْعَاتِ قَلَّاعُ الدَّجَلْ

مخالفین کی مکاریوں کے پردے چاک کرنے والے — بدعتوں کا قلع قمع کرنے والے اور دجل و فریب کا استیصال کرنے والے

كَانَ مِنْ خُدَّامِ دِيْنِ اللّٰهِ إِذْ — مَالَ نَاسٌ نَحْوَ لَاتٍ أَوْ هُبَلْ

آپ ایسے وقت دین کے خادموں میں تھے جب — لوگ لات و ہبل کی طرف یعنی شرک پر مائل تھے۔

مَنْ أَتٰى فِيْ دَرْسِهٖ نَالَ الْهُدٰى — وَانْجَلَى الْوَسْوَاسُ وَانْسَدَّ الْخَلَلْ

جو آپ کے درس میں شامل ہوتا ہدایت پالیتا تھا — شبہات دور ہو جاتے اور ہر خلل ختم ہو جاتا

عَمَّ شُبَّانًا وَّشِيْبًا فَيْضُهٗ — كُلُّ أَشْكَالٍ لَّهُمْ مِنْهُ اضْمَحَلْ

آپ کا فیض جوانوں اور بوڑھوں کو عام تھا — ان کا ہر اشکال درس سے مٹ جاتا تھا

يَوْمُهٗ عِلْمٌ وَّذِكْرٌ دَائِمًا — لَيْلُهٗ فِي الشُّغْلِ بِاللّٰهِ اشْتَغَلْ

آپ کا دن تو علم اور مسلسل ذکر تھا — اور رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی میں گزرتی تھی

قَلْبُهُ التَّنُّوْرُ مِنْ نَارِ الْجَوٰى — كَانَتِ الْأَلْفَاظُ مِنْهَا كَالشُّعَلْ

آپ کا دل عشق الٰہی کی آگ سے تنور تھا — اسی کی وجہ سے آپکے الفاظ شعلوں کیطرح اثر والے تھے

جَازِهٖ يَا رَبِّ عَنَّا خَيْرَ مَا — جُوْزِيَ الْأَبْرَارُ فِيْ أَعْلَى الْمَحَلْ

اے رب! ہماری طرف سے انکو وہ بہترین جزا دے — جو نیک لوگوں کو اعلیٰ مرتبوں میں دی جاتی ہیں۔

رَاحَ فِيْ رَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ لَّهٗ — وَإِلٰى رَبِّيْ تَعَالَى الْمُرْتَحَلْ

آپ تو اللہ کی رحمت اور چمن میں پہنچ گئے — اور میرے رب کی طرف ہی سب کا سفر ہے

قَالَتِ الْأَحْبَابُ فَيْضٌ فَائِتٌ — قُلْتُ بِالرَّوْحِ وَبِالرِّضْوَانِ حَلْ

دوستوں نے کہا کہ بڑا فیض فوت ہو رہا ہے — میں نے عرض کیا مگر وہ تو رحمت اور رضائے الٰہی میں پہنچ گئے

آبَ جَاءٍ بَادَ زُهْدٌ كَامِلٌ — آهِ شَيْخٌ زَاهِدٌ حِبْرٌ رَّحَلْ

آنے والے واپس ہو گئے، زہد کامل رخصت ہو گیا — آہ! ایک بزرگ زاہد فاضل سفر کر گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تاریخ ہائے رحلت ملک کے مشہور ادباء نے آپ کی تاریخہائے وصال لکھیں، چند ایک درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی لکھتے ہیں:۔

وصف کی صورت سے تاریخ وصال — رہبرِ راہِ خدا احمد علی

۱۳۸۱ھ

یارغ اربابِ کشف سے آخر — بلبل قدس اڑ گیا، ہیہات

۱۶۰۹ — ۲۲۸ = ۱۳۸۱ھ

گلستانِ حدیث وقرآن سے — آج احمد چلے گئے افسوس

۱۴۳۴ — ۵۳ = ۱۳۸۱ھ

وفاتِ مفسرِ قرآن احمد علے — امیر انجمن خدام الدین بمرد

۱۳۸۱ھ — ۱۳۸۱ھ

غَفَرَ اللہُ لَہٗ

۱۳۸۱ھ

جناب نصرت قریشی لکھتے ہیں:۔

تڑپ کے بجلی فلک پہ چیخی — کہ عالم دینِ حق اٹھا اب
کہا یہ بادل نے رو کے نصرت — چراغ احمد علی بجھا اب

۱۳۸۱ھ

فکرِ عروجِ دینِ حق، بندوں کی آزادی کا غم
کیا خوب تھا کیا خوب تھا تیرا چلن احمد علی
ہم کو ردا کی فکر کچھ لاحق نہیں تیرے لئے
ہے ریشمی رومال، جو بہرِ کفن احمد علے

۱۳۸۱ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

مصرعۂ تاریخِ رحلت خوب ذوقی نے کہا۔

مرحبا کیفِ بہار خلد ہے احمد علیؒ

۱۳۸۱ھ

کجا روی پیر و مرشد من — کہ من نیابم سراغ کعبہ

چرا خموشی اندوہ ستانم — بگو کہ گل یک چراغ کعبہ

۱۳۸۱ھ

شمع را بکشت آہ بادِ اجل

۱۳۸۱ھ (ماخوذ از مرد مومن ص ۲۳۶)

مستری عبدالغنی صاحب گلشن وزیر آبادی نے پنجابی زبان میں "ولیٔ زماں کی یاد" کے عنوان سے بڑے اچھے اور عمدہ انداز میں مرثیہ لکھا ہے، پڑھیے اور لطف اٹھائیے:۔

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ — ظاہرا دنیا توں رحلت فرما گئے نے

عقیدت منداں نوں پر اجیں نظر آون — جویں اوہ ویکھوں ٹر دے آ گئے نے

درس پاک بھیں مسجد دے وچ حضرت — واہ واہ سوہنیاں رونقاں لا گئے نے

ایسا ہور کدروں سبق نہیں ملناں — میرے شیخ جو سبق پڑھا گئے نے

اپنی جگہ عبیداللہ انور تائیں — اپنے پچھوں خطیب ٹھہرا گئے نے

میرے بعد میرے وانگ درس دیناں — اونہاں گل ایہہ خوب سمجھا گئے نے

اوس عالم دین نوں وچ دُنیا — کامل انسان نہ کہیئے تے کی کہیئے

کلام اللہ دی شرح جو ساہن کردے — مفسر القرآن نہ کہیئے تے کی کہیئے

جو زمانے نوں فیض پہچاوندے سن — قطبِ زماں نہ کہیئے تے کی کہیئے

موتی علم والے جو لٹا گئے نے! — ابرِ نیساں نہ کہیئے تے کی کہیئے

محنت نال اوہ قوم دی بہتری لئی — لکھاں ہا رسالے بنا گئے نے

لوکیں پڑھ پڑھ جناں رسالیاں نوں — کئی قسم دے فائدے اٹھا گئے نے

چھوٹی مسجد قدیمی دے نال اوہناں — جامع مسجد جدید بنوا دتی!

toobaa-elibrary.blogspot.com

طالب علماں لئی ہائی پیمانے دی اک — درسگاہ تعمیر کرا دِتی
جامع مسجد دے نال اک ہور سی تھاں — لے کے اوہدی بھی نیں دھرا دتی
گویا علم دے باغ وچ اوس مالی — خوبصورت اِک کلی کِھلا دتی
اوہ ویکھو سکول جو لڑکیاں دا — اوہنوں اپنی ہتھیں بنوا گئے نے
زندگی بھر دی پاک کمائی تائیں — ساری جاریے صدقے تے لا گئے نے
پارسائی اس مرد دی وچ دساں — کِی کی گُن تے کی کی کمال ہے سن
چنگی طرح اوہ لوک جان دے نے — کردے بیٹھک جو اوہناندے نال ہے سن
جدھا جوہر ہی بھی مُل نہ پا سکن — گویا اوہ اِک قیمتی لال ہے سن
ہے سن مئے توحید وچ مست ڈاہڈے — واقف کار اوہ ماضی تے حال ہے سن
ساقی جام توحید دا طالباں نوں — بھر بھر ہتھاں دے نال پلا گئے نے
انشاء اللہ اوہ حشر تک قائم رہسی — جیہڑا رنداں نوں نشہ چڑھا گئے نے
گلاں سادیاں سادی زبان نالے — نالے سادا لباس اوہ پاؤندے سن
ہے سن سادے پر گلاں اوہ کرن کھریاں — ہماتڑ سن سن پئے تریاں کھاوندے سن
جہڑے لوک سن دانا تے سمجھ والے — اوہ پئے لطف تے لطف اٹھاوندے سن
بلکہ اک اک حرف تے صدق سیتی — پورا پورا اوہ عمل کماوندے سن
دے کے بانگ حقانی بلال وانگن — ستیاں ہویاں نوں پھڑ کے جگا گئے نے
بحر کفر وچوں ڈبیاں بیڑیاں نوں — ناخدا بن کے بنھیں لا گئے نے
قصہ مختصر دوستو عرض کرناں — اونہاں جیہا کوئی نشاند انسان ہوسی
جنہیں دین دی خدمت دے وچ اپنی — کیتی شوق دے نال گذران ہوسی
شیخ الحدیث تے شیخ التفسیر نالے — نالے پورا مفسر قرآن ہوسی
نالے علم والا نالے عمل والا — اونہاں جیہاں کوئی وچ جہان ہوسی
ہتونی فروری تے سن بانہٹھ دے دن — گلشن جنت دے ول سدھا گئے نے
جیہڑا نور پیشانی وچ چمک دا سی — اوسے نور دے وچ سما گئے نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور مولانا محمد صابر صاحب سرہندی خطیب منصور آباد لائل پور لکھتے ہیں "شیخ التفسیر کتھے"

اَج چار چوفیر اندھیر دسے ڈھونڈاں دوستو شیخ التفسیر کتھے!
لکھاں رب دیاں صفتاں کرن والے پراوہ سوہنے جیہی سوہنی تقریر کتھے
جس وچ چاشنی ہووے پیار والی اوہ پر لطف تے پُر تاثیر کتھے
دورِ حاضر وچ نبی دے عاشقاں چوں اس عاشق جیہی اعلیٰ تصویر کتھے
سنت نبی دی تے عمل کرن والے عاشق رب دے بدر منیر کتھے
مردہ دلاں نوں پل وچ کرے زندہ جذبہ کرے پیدا اوہ تحریر کتھے
گلا کٹے جو مشرکاں بدعتیاں دا پیاری اوہ توحید دی شمشیر کتھے
بے ایمان نوں باایمان کردے ایس تاثیر والا ہن اوہ پیر کتھے
سانوں چھڈ کے تے ایتھوں کوچ کر گئے ساتھیں ہوگئی اے خبرے تقصیر کتھے
شمع باجھ پروانے دا کی جینا ڈھونڈن جاویئے اج دلگیر کتھے
مڑ کے پھر اونہاں پھیرا نہیں پاؤناں سانوں ملن گے وسو اخیر کتھے
بھاویں صابرا لکھ تلاش کریئے، اے پر ملنے نہیں شیخ التفسیر کتھے

اخلاق و عادات

آپ بلند اخلاق کے مالک تھے، طبیعت میں سختی نہ تھی، پیرانہ سالی، بیماری اور ضعف کی وجہ سے عموماً انسان کے مزاج میں چڑچڑاپن اور سختی آجاتی ہے لیکن آپ کی زندگی کی ان گھڑیوں میں بھی تلخی کا نام و نشان تک نہ تھا بلکہ اس عمر میں بھی حلم کی صفت سے متصف تھے۔

بے نفسی کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ لاہور اسٹیشن پر اکابر دیوبند کے استقبال کیلئے تشریف لے گئے مگر وہ حضرات کسی وجہ سے اس گاڑی سے نہ آسکے، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور سے تشریف لا رہے تھے اور آپ کو جانتے نہ تھے، عالمانہ لباس اور شکل میں دیکھ کر یہ استدعا کی کہ آپ اس طالب علم کو مولانا احمد علی صاحب کے ہاں پہنچا دیں۔ آپ نے بخوشی طالب علم کا سامان خود اٹھا لیا اور اسے مسجد میں پہنچا دیا،

toobaa-elibrary.blogspot.com

صبح درسِ قرآن میں سنار تار ریس پر آپ کو دیکھ کر طالب علم بہت نادم ہوا کہ میرا سامان اس ہستی نے اٹھایا تھا۔

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ کبھی تنہا نہ کھاتے، حاجی دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ "ایک دفعہ حضرتؒ کے ساتھ سفر کا اتفاق ہوا، رات کو لاہور سے سوار ہوتے وقت میں نے اس نیت سے کھانا نہ کھایا تاکہ غفلت طاری نہ ہو جائے لیکن اوکاڑہ پہنچ کر ہی بھوک محسوس ہونے لگی، آخر میں نے ساہی وال سے ۴ سیر کھجوریں اور دو سیر سنگترے خریدے اور حضرت کے ساتھ رکھ دیئے۔ حضرتؒ نے سنگترے کھول کر پھانکیں کر دیں اور فرمایا کہ دائیں طرف سے ہر شخص کو ایک ایک حصہ دے آؤ، جب تمام مسافروں کو ایک ایک حصہ مل گیا تو باقی چھ کھجوریں اور دو پھانکیں بچیں، آپ نے دو پھانکیں اور چار کھجوریں مجھے دے دیں اور دو کھجوریں خود رکھ لیں"۔

ماسٹر سراج الدین صاحب لاہور کا بیان ہے کہ "۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے میں تانگے میں اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنے مکان واقع فاروق گنج لاہور میں جا رہا تھا، سرکلر روڈ اور فاروق گنج کے درمیان ریلوے لائن کے نیچے ایک تنگ پل ہے جس میں سے تانگہ نہیں گزر سکتا ہمارے پاس اتنا سامان تھا کہ ہم تینوں اٹھا بھی لیتے تو کچھ باقی بچ رہتا تھا، سامان تانگے سے اتار لیا گیا، اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر ایک آدمی اور مل جائے تو سامان لے جانے میں آسانی ہو جائے گی یکایک میری نگاہیں اٹھیں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ ایک اور بزرگ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ آتے ہی سلام میں سبقت فرمائی پھر فرمایا "سامان زیادہ ہے اور آپ کی تعداد کم ہے، اسلئے لائیے کچھ سامان ہم اٹھا لیتے ہیں"۔

خواجہ نذیر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ "حضرت بنی نوع انسان پر شفقت تو فرماتے ہی تھے، حیوانات اور پرندوں پر بھی اس قدر مہربان اور شفیق تھے کہ ایک دفعہ حضرتؒ کسی جلسے میں شمولیت کے لئے جا رہے تھے اسٹیشن پر پہنچے تو خیال آیا کہ حجرہ بند کر کے آیا ہوں، روشندان بھی بند ہے۔ کمرے میں چڑیوں کا گھونسلا ہے، فوراً جلسے کے منتظم کو تار دیا کہ میں جس گاڑی سے آ رہا تھا اس سے نہ آ سکوں گا دوسری سے آؤں گا، آپ واپس تشریف

toobaa-elibrary.blogspot.com

لائے، روشندان کھولا اور پھر دوسری گاڑی سے روانہ ہوئے"

تنقید و تردید...... میں چونکہ آپ کا محتاط اور معتدل رویہ تھا اسلئے ہر طبقہ کے لوگ آپکا احترام کرتے تھے، آپ نے کبھی کسی پر شخصی حملہ نہیں کیا، جس باطل نظریہ کی تردید کی لوجہ اللہ کی اور دلائل سے کی، ذاتی حملوں سے ہمیشہ مجتنب رہے

سنت کے اتباع میں آپ کی عادت بھی یہ تھی کہ کھانا پسند ہو یا نہ ہو کبھی نقص نہیں نکالتے تھے، ایک مرتبہ آپ کھانا کھانے بیٹھے تو نمک کی زیادتی کی وجہ سے سالن کڑوا ہو گیا تھا، آپ نے بدقت کھانا کھایا مگر اپنی اہلیہ سے تذکرہ نہ کیا۔ ہوا یہ کہ آپ کی اہلیہ نے نمک کی جوڑلی ہنڈیا میں ڈالی تھی وہ انہیں نکالنی یاد نہ رہی۔ جب بعد میں انہوں نے سالن چکھا تو اس بات کا احساس ہوا۔

غذا آپ کی غذا شروع سے سادہ تھی اور آخر تک سادہ رہی۔ آپ غذا کے حلال اور حرام ہونے کے علاوہ اور کوئی خیال نہیں فرماتے تھے۔

لباس غذا کی طرح لباس بھی بالکل سادہ ہوتا تھا۔ آپ نے گرمیوں میں ابتداءِ عمر سے لے کر وفات تک کھدر کا لباس استعمال کیا۔ آپ ہمیشہ کھدر کی لمبی قمیص، شرعی مغلئی ٹائپ کا پاجامہ، اور کھدر کی ٹوپی پر کھدر کی پگڑی استعمال کرتے تھے۔ پاؤں میں سرخ جوتی ہوتی تھی۔ سردیوں میں گرم کپڑے کی لمبی قمیص، گرم واسکٹ اور اوپر روئی کا لمبا کوٹ (جیسا کہ بخارا کے علماء استعمال کرتے ہیں یا پہنا کرتے تھے، پیروں میں گرم جرابیں ہوتی تھیں، جن پر شدید سردی کے موسم میں چمڑا چڑھا لیا کرتے تھے۔

سادگی آپ حضر اور سفر میں نہایت ہی سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ نواب بہاولپور کی دعوت پر بہاولپور تشریف لے گئے، نواب صاحب کی طرف سے ریلوے سٹیشن پر وزیر اعظم صاحب اور دوسرے خدام حاضر ہوئے، آپ جب پلیٹ فارم پر پہنچے تو آپ کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک مصلّی تھا جس کے ساتھ ایک جیب سا لگا ہوا تھا، اس میں بعض ضروری اشیاء رکھ لیا کرتے تھے، وزیر صاحب نے آپ سے پوچھا کہ سامان اور خدام کس ڈبے میں ہیں؟ آپ نے فرمایا "میرا سامان صرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے، خادم وغیرہ کوئی ساتھ نہیں، چنانچہ اسی سادگی میں تشریف لیگئے۔

بدعات سے نفرت

خواجہ نذیر احمد صاحب (لاہوری) کا بیان ہے کہ "سرگودھا کے ایک زمیندار نے (جو حضرتؒ کا مرید تھا) مجھے ایک دعوتی رقعہ بھیجا، جب میں وہاں جانے لگا تو حضرتؒ نے مجھے اس کے نام ایک رقعہ دیا جس کا مضمون یہ تھا۔

عزیزم! یہ تمہارا امتحان ہے، اگر خلافِ شرع رسومات کی گئیں تو پھر میرے دروازے پر کبھی نہ آنا اور اگر صحیح طریقہ سے برات اور ولیمہ کرو گے تو فلاح پاؤ گے۔

میں یہ پیغام لے کر سرگودھا پہنچا، زمیندار صاحب پڑھ کر سوچ میں پڑھ گئے، پھر میرے پوچھنے پر بولے کہ "شادی شریعت کے مطابق ہو گی"

حضرت علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ نے سچ کہا ہے کہ "شخصیتوں کی جانچ کے لئے اربابِ نظر کے نزدیک کوئی ایک معیار مقرر نہیں۔ ہر صاحبِ ذوق و فکر کے ذہن میں کسی شخصیت کا کمال جانچنے کے لئے جداگانہ معیار متعین ہے جو اس پر پورا اترا اس کو کامل سمجھا گیا ورنہ ناقص قرار پایا۔ ایسے محدود و اضافی معیار کے ذریعہ شخصیتوں کے متعلق اکثر فیصلے غلط اور خلاف واقع ہوا کرتے ہیں اور ایسے فیصلوں کو صحیح فیصلہ سمجھنا غلطی ہے تاوقتیکہ شخصی و طبقاتی معیار سے بلند ہو کر جنرل معیار پر تنقیدی کارروائی نہ کی جائے۔ جنرل معیار کا اساسی فضائل اور عالمگیر انسانی اقدار پر مبنی ہونا ضروری ہے جو کسی بڑی شخصیت اور باعظمت ہستی کے لئے حسب ذیل امور ہو سکتے ہیں:۔

۱۔ اپنی ذات کے اعتبار سے اس کی سیرت بلند اور پختہ ہو۔

۲۔ دوسروں کے لئے اس کا وجود سراپا منفعت ہو۔

۳۔ اصلاحِ خلق و تعمیر سیرت بشری کے لئے اسکی زندگی جہدِ مسلسل ہو۔ اور

۴۔ اسکی صحبت میں اصلاحی تاثیر موجود ہو۔

میری رائے میں یہ چار معیاری امور حضرت مولانا کی ذات میں جمع تھے"

(بحوالہ خدام الدین شیخ التفسیر نمبر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حافظ ریاض احمد اشرفی لکھتے ہیں کہ "میرے والد مرحوم نے کسی روز مولانا دیدار علی شاہ مرحوم کے انتقال کی خبر آپ کو سنائی تو آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خطاؤں سے درگزر کرے اور ان کی قبر کو روضۃ من ریاض الجنۃ" بنائے"۔ یہ دعائیں اس عالم دین کے لئے ہیں جو ان کو کافر کہنے والی جماعت کے سربراہ تھے۔

حضرت شیخ التفسیرؒ علماء اور اکابر ملت کی نظر میں

آپ خود تمام اکابر کا احترام کرتے تھے، کسی کو دکھ نہ دینا آپ کی تعلیمات کا ایک اہم اصول تھا، اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طبقہ کے اکابر نے آپ کو سر آنکھوں پر بٹھایا، ذیل میں چند مشاہیر کے ارشادات درج کئے جاتے ہیں!۔

میاں شیر محمد شرقپوریؒ

قطب دوراں حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ اکثر و بیشتر آپ کے درسِ قرآن میں شرکت کیا کرتے تھے، انہوں نے بارہا فرمایا کہ "احمد علی اللہ کا نور ہے۔ میں شیرانوالہ کی طرف نگاہ کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فرشِ زمین سے عرشِ بریں تک نور کی قندیلیں روشن ہیں اور دنیا کو منور کر رہی ہیں"

آج سے تقریباً پچاس برس پہلے جب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ شرقپور تشریف لے گئے تو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بصد اصرار آپ کو منبر پر بٹھایا اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر آپ کے امام وقت ہونے کا اعلان کیا"

علامہ انور شاہ کشمیریؒ

جن کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

"نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں"

آپؒ کے کارہائے نمایاں کو اپنے اوپر احسان سے تعبیر فرمایا کرتے تھے اور قیام لاہور کے دوران آپ کے ہاں ہی ٹھہرتے تھے"

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

حضرت مدنیؒ کا یہ حوالہ پہلے آچکا ہے ایک بار پھر پڑھ لیجئے

"علم کی تحصیل آپ نے آٹھ سال دیوبند میں رہ کر کی، لیکن آپ کی تکمیل حضرت مولانا احمد علیؒ کے دورہ تفسیر سے ہو گی۔ اللہ کا ایک شیر لاہور کے دروازہ شیرانوالہ میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

بیٹھا ہوا اللہ اللہ کی ضربوں سے کائنات کا دل مسخر کرنے میں مصروف ہے وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ اس کے درس قرآن میں شمولیت جنت کی ضمانت ہے۔"

قاضی عبدالرحمٰن بانی جامع مسجد عثمانیہ اوکاڑہ ضلع ساہیوال کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں بیعت ہونے کی درخواست کی، تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ "لاہور میں قطبِ زمانہ موجود ہیں، آپ ان سے بیعت کر لیجئے"۔ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت لاہوریؒ سے بیعت کی۔"

شیخ الشیوخ حضرت مولانا عبدالقادرؒ صاحب رائے پوری

آپؒ کے وصال کا سُن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور بیقراری کے عالم میں فرمایا "مجھے لاہور لے چلو" اگر ڈاکٹروں کا مشورہ مانع نہ ہوتا تو اسی وقت لاہور آ جاتے۔ چنانچہ وہیں سے آپ نے درج ذیل تعزیتی پیغام خدام الدین کے نام بھجوایا:۔

"حضرت اقدس سیدی و مولائی احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خبر وصال سنکر سخت صدمہ ہُوا۔ حضرت مرحوم بہت ہی بڑے بزرگ اور اولیاء اللہ میں سے تھے، ہمیں اس بات کا شدید صدمہ ہے کہ وہ ہم سے اوجھل ہو گئے، مگر کیا کریں یہ بات ایک نہ ایک دن سب کو پیش آنے والی ہے۔ سب کو اسی راستے سے گزر کر اپنے مولائے حقیقی کے ہاں حاضر ہونا ہے اور محل بقاء جس کے بعد فراق نہیں اس کے واسطے اس راستے سے گزرنا ناگزیر ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو بھی خاص الخاص قرب سے نوازے اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔"

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

حضرت حاجی دین محمد صاحب فرماتے ہیں کہ "میں نے حضرت شاہ جیؒ سے حضرت لاہوریؒ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا"۔ آپ کے شیخ کا رتبہ کیا عرض کروں ایک سو سال پہلے اور ایک سو سال بعد تک مجھے ان جیسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَلْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ "انسانی زندگی کو قرآن حکیم نے تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا:"

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبَاقِیَاتُ الصَّالِحَاتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ (الکہف آیت ۴۶) ترجمہ: مال اور بیٹے ہیں زیبائش زندگی دنیا کی اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں آپ کے رب کے یہاں ثواب کے لحاظ سے اور بہتر ہیں توقع کے اعتبار سے"

مال اور اولاد زینت حیاتِ دنیا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں ہی ہیں، اگر انسان اپنی اولاد کی دین قیم کے لئے تربیت کرتا ہے تو وہ بھی اس کے "باقیات الصالحات" میں شمار ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو مال اطاعت خداوندی میں صرف کیا جائے باقیات الصالحات میں شمار ہوتا ہے۔

آپ کے "الباقیات الصالحات" میں روحانی اولاد تو ہزاروں کی تعداد میں ہے جو مفسر، محدث، فقیہہ راہ نمائے طریقت کی شکل میں موجود ہیں، اور آپ کی صلبی اولاد بھی وہ اولاد ہے جو "قرۃ العین" کا مصداق اور ذریۃ طیبہ کی مکمل تصویر ہے۔ ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:۔

۱۔ حضرت الحاج حافظ حبیب اللہ صاحب (۱۹۱۶ — ۱۹۷۲ء) آپ کے بڑے فرزند ہیں، ۱۹۱۶ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے ۱۹۳۷ء میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مولانا محمد صادق صاحبؒ کی خواہش پر مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں حسبتہ للہ تدریس کا آغاز کیا اپنے والد ماجد سے روحانی تربیت حاصل کر کے ۱۹۴۶ء میں اولین خلفاء کی فہرست میں سرفہرست رہے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ارض مقدس حجاز ہجرت کی وہاں بھی درس قرآن وحدیث حسبتہ للہ دیتے رہے، ۹ رجمادی الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۷۲ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو عصر سے آدھا گھنٹہ قبل با وضو قرآن مجید کی مختلف آیتیں پڑھتے ہوئے فرمایا "میرا کام بن گیا اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے تاریخی اور مبارک احاطہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے برابر دفن کئے گئے۔

۲۔ الحاج مولانا عُبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی

آپ کے دوسرے فرزند ہیں، ۱۲ر اگست ۱۹۲۶ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۹۴۷ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد، کچھ عرصہ آپ نے اپنے برادر بزرگ کے ساتھ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں تدریس کی، پھر حضرتؒ کے ارشاد پر واپس لاہور آ گئے، مفری شاہ میں ایک چبوترہ پر درس قرآن دینا شروع کیا وہ چبوترہ بعد میں جامع مسجد کی شکل اختیار کر گیا، اچھرہ لاہور کی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ دیتے رہے سلوک کی منزلیں اپنے والد صاحب سے طے کر کے خلافت حاصل کی ۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء کو بعد نماز فجر حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دین پوری مدظلہ العالی نے جانشینی شیخ التفسیرؒ کی آپ کو باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرتؒ کے متوسلین کو جملہ معاملات اور منازل سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ اس جانشینی کا خوب حق ادا کر رہے ہیں۔

۳۔ حضرت الحاج حافظ حمید اللہ صاحب

آپ کے تیسرے فرزند ہیں۔ ۱۹۲۸ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب سے کوئی ۱½ برس چھوٹے تھے۔

قرآن مجید ناظرہ والدہ صاحبہؒ سے پڑھا، حفظ حافظ شہاب الدین صاحب یکی دروازہ لاہور سے کیا۔ ۱۹۴۳ء میں اپنے بڑے بھائی مولانا عبیداللہ صاحب کے ہمراہ تحصیل علم کے سلسلہ میں دیوبند پہنچے، موقوف علیہ کی تکمیل کر چکے تھے، دورۂ حدیث باقی تھا کہ ملک

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقسیم ہوگیا، دارالعلوم دیوبند کے بعد کسی مدرسہ میں آپ کا دل نہیں لگتا تھا، بالآخر جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ اپنے والد صاحب سے روحانی اسباق کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔

جامع شیرانوالہ میں درس قرآن دیا کرتے، مولانا عبید اللہ انور صاحب کی عدم موجودگی میں مجلس ذکر اور خطبہ جمعہ کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔ آپ پر جذب کی کیفیت کا اثر دکھائی دیتا تھا، ذیابیطس کی بیماری سے بروز بدھ ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۰ھ ۸ بجے شب آپ کا انتقال ہوا۔

۴۔ عائشہ بی بی آپ کی سب سے بڑی دختر نیک اختر ہیں، آپؒ کے شاگرد مولانا نور اللہ صاحب کے عقد میں ہیں، لاہور میں قیام پذیر ہیں اور صاحب اولاد ہیں۔

آپ کے وہ تمام دینی اور علمی کام باقیات الصالحات کے گل سرسبد ہیں جن کی اجمالی فہرست درج ذیل ہے:۔

۱۔ جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور۔ ۲۔ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور۔ ۳۔ مسجد رحمان پورہ۔ ۴۔ مدرسۃ البنات شیرانوالہ۔ ۵۔ مسجد اچھرہ لاہور۔ ۶۔ مسجد فاروق گنج۔ ۷۔ مسجد مصری شاہ۔ ۸۔ مسجد میو ہسپتال۔ ۹۔ مسجد بیگم پورہ۔ یہ چھ مسجدیں بھی لاہور ہی میں ہیں۔

۱۔ ہفت روزہ خدام الدین۔ ۲۔ تصانیف جن کی مجموعی تعداد ساٹھ ہے۔ ۳۔ ترجمہ قرآن حکیم لفظی۔ ۴۔ ترجمہ قرآن حکیم تفسیر اور حاشیہ کے ساتھ۔ ۵۔ ترجمہ و تفسیر بزبان سندھی از حضرت مولانا تاج محمود صاحب امروٹیؒ جو آپؒ ہی نے شائع فرمایا۔

وصیت آپ اپنی زندگی میں جائیداد کے حصے کر کے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ "میں اس حالت میں مرنا نہیں چاہتا کہ میرے نام پر اینٹیں اور روڑے لکھے ہوئے ہوں۔" وصیت کے طور پر آپ نے اپنے فرزندوں کو تین باتوں کی تلقین فرمائی۔ ۱۔ کیمیا گری کے چکر میں نہ پڑنا۔ ۲۔ ہمزاد اور جنوں کو قابو کرنا ٹھیک نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

صرف ذکر الٰہی میں مداومت کرنا اور کبھی کسی کی ضمانت نہ دینا۔

ترکہ

ایک رہائشی مکان جو کہ لائن سبحان خاں میں ہے آپ نے ترکہ میں چھوڑا اور یہ بھی آپ نے اپنی زندگی میں اپنی اہلیہ اور بچوں کے نام رجسٹرڈ کروا دیا تھا۔ اس کے علاوہ چند ہزار روپے تھے جو کہ عمرہ پر جانے کی غرض سے رکھے تھے وہ شرعی طریقے سے آپ کی اولاد میں تقسیم کر دیئے گئے"۔

(مرد مومن ص ۲۲۵، ۲۲۶)

روحانی اولاد

آپ کے "باقیات الصالحات" میں آپ کی روحانی اولاد بھی شامل ہے، روحانی اولاد میں آپ سے ہر قسم کا استفادہ کرنے والے آجاتے ہیں، ایک وہ حضرات ہیں جنہوں نے آپ سے تفسیر قرآن کا درس لیا اور آج خود درس دے رہے ہیں اور دوسرے وہ جنہوں نے تفسیر قرآن بھی پڑھی اور آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر روحانی اسباق کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔ خلفاء اور مجازین کے علاوہ آپ سے بیعت ہونے والے مرد اور عورتیں بھی آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ ان کی تعداد کا تعین مشکل ہے اس لئے کہ آپ کسی مرید کا پتہ نہیں لکھا کرتے تھے۔ اندازہ یہ ہے کہ ایسے حضرات کی تعداد بھی کئی ہزار ہے آپ اپنی روحانی اولاد کی تربیت کیسے کرتے تھے۔ ذیل میں مطالعہ فرمائیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ :-

"میری عمر تقریباً ۹ سال کی تھی جب میں نے حضرت دین پوری کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور ۱۰۱ سال کی عمر میں وصال فرمایا، حضرت امروٹی بھی میری تربیت فرماتے رہے۔ دونوں نے مجھے اللہ کا نام بتلایا اور دوسروں کو اللہ کا نام بتلانے کی اجازت مرحمت فرمائی، مگر جب تک یہ حضرات زندہ رہے جو شخص میرے پاس بیعت کے لئے آتا اگر اس میں استطاعت ہوتی تو میں اس کو ان کے پاس بھیج دیتا"۔

آخر ۱۹۳۶ء میں حضرت مولانا تاج محمود امروٹی نے حکم فرمایا کہ "احمد علی بیٹا! تم خلق خدا کو بیعت کے لئے دور دراز کا سفر طے کرنے کی تکلیف نہ دیا کرو آئندہ خود لاہور ہی میں بیعت کر لیا کرو"۔ چنانچہ آپ نے اس کے بعد بیعت لینا شروع کر دیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

طریقۂ بیعت آپ اپنے مریدوں سے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیعت لیتے تھے اور آپ نے اپنے خلفاء مجاز کو بھی یہی ہدایت فرمائی تھی "توبہ کی میں نے شرک سے، کفر سے، تیری نافرمانی سے — اے اللہ! میں تیرے دروازے پر آیا ہوں تو مجھے اپنا شوق نصیب فرما، اپنا نام نصیب فرما، مجھ سے وہ کام کروا جس میں تو راضی ہو۔

میں آپ سے بیعت کرتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم آپ بتائیں گے اس پر صدق دل سے عمل کروں گا اور اس بات پر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔"

اس کے بعد آپ بیعت کرنے والے (مردوں)[ل] کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیتے اور لطیفۂ قلبی پر اللہ کے نام کی تلقین فرماتے پھر مندرجہ ذیل بارہ[۱۲] روحانی لطائف سلسلہ راشدیہ قادریہ کی تکمیل کرواتے۔

۱۔ ذکرِ قلبی۔ ۲۔ ذکرِ روحی۔ ۳ ذکرِ سری۔ ۴ ذکرِ نفسی۔ ۵ ذکرِ خفی۔ ۶ ذکرِ اخفیٰ ۷۔ پاس انفاس۔ ۸ ذکرِ ارادہ۔ ۹ ذکرِ سبع صفات۔ ۱۰ سلطان الاذکار۔ ۱۱ نفی اثبات۔ ۱۲ مراقبہ صفات سبعہ۔ ۱۳ مراقبہ اسم ذات نورانی۔

ان لطائفِ روحانی کی تکمیل کے بعد توجہ دینا۔ کشفِ قبور، کشفِ قلوب اور اسی قسم کی دوسری چیزیں بتاتے، تکمیل کرنے والوں کے بارے میں روضہ اطہر پہ استخارہ کر کے انہیں "اجازت بیعت" کا شرف عطا فرماتے۔ آپ کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ کسی عالم باعمل کو ہی خلافت دی جائے لیکن کچھ لوگ اس کلیہ سے مستثنیٰ بھی ہیں۔

آپ نے بطور شیخ طریقت ہزاروں افراد کو سچی توبہ کروائی، اتباع سنت پہ ڈالا اور عقیدۂ توحید دل و دماغ میں پیوست کر دیا، آپ کو اس کام کی وجہ سے بجا طور پر "قطب الارشاد والتکوین"

ل عورتوں سے دست بدست بیعت بالکل ناجائز ہے اجنبی عورت کے بدن کو ہاتھ لگانا گناہ ہے۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود احتیاط فرمائی تو کسی پیر کو باپ یا فرشتہ سمجھ کر ایسی غیر شرعی رسم کی اجازت کیوں کر دی جا سکتی ہے۔ حقیقت بیعت کی محض معاہدہ ہے سو زبانی کافی ہے ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہا گیا ہے۔ یہاں پر آپ کے شجرہ کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ

شجرہ خاندان عالیہ قادریہ راشدیہ

الٰہی بحرمت شمس الضحیٰ نور الہدیٰ احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم	روضہ اطہر مدینہ منورہ
الٰہی بحرمت باب العلوم اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	مزار نجف شریف غالباً
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ
الٰہی بحرمت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ	طرطوس
الٰہی بحرمت شیخ ابوالحسن ہنکاری قریشی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی اول رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت شیخ سیف الدین عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید صفی الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت حضرت سید مسعود رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الٰہی بحرمت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف

toobaa-elibrary.blogspot.com

الہٰی بحرمت حضرت سید شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید شمس الدین جیلانی بغدادی حلبی اوّل رحمۃ اللہ علیہ	حلب شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید محمد غوث گیلانی الحسنی حلبی اُچی رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید عبد القادر ثانی رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید حامد گنج بخش کلاں رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت عبد القادر ثالث رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید عبد القادر رابع رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید حامد گنج بخش ثانی رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید شمس الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ	اُچ شریف
الہٰی بحرمت حضرت سید عبد القادر جیلانی خامس رحمۃ اللہ علیہ	پیر کوٹ سدھانہ
الہٰی بحرمت حضرت سید محمد بقاء رحمۃ اللہ علیہ	پیر گوٹھ پگارا
الہٰی بحرمت حضرت سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ	پیر گوٹھ پگارا
الہٰی بحرمت حضرت شاہ حسن رحمۃ اللہ علیہ	مسوئی شریف
الہٰی بحرمت حضرت شیخ حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ	بھرچونڈی شریف

الہٰی بحرمت شیخ المشائخ خلیفہ غلام محمد رح — مزار دین پور شریف بہاولپور

الہٰی بحرمت قطب الاقطاب سید مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ — امروٹ شریف سندھ

الہٰی بحرمت حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب قدس سرہ — لاہور (میانی شریف)

آپ کے خلفاء

آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے خلفاء مقرر فرما دیئے تھے اور ان کو تاکیداً فرما دیا تھا کہ اس سلسلہ کو بوجہ اللہ قائم رکھا جائے، اس خدمتِ دین میں للہیت اور خلوص کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ ان حضرات کی تعداد "مردِ مومن" کے مطابق ۴۲ ہے اور یہی مستند بھی ہے۔ ان میں سے ہر ایک بحمد اللہ تعالیٰ اپنی اپنی جگہ ایک مستقل ادارہ ہیں اور یہ تمام حضرات آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مخلوق خدا کو اللہ سے جوڑنے اور اس کے دل اللہ کیطرف موڑنے میں لگے ہوتے ہیں، ان کے ذریعہ آپ کا یہ فیض عام ہو رہا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:-

۱۔ حضرت الحاج مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب خلفِ اکبر حضرت لاہوریؒ مہاجرِ مدنی متوفی ۹ رجمادی الاخری ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۰ر جولائی ۱۹۷۲ء۔
۲۔ حضرت الحاج مولانا عبدالہادی صاحب جانشین سلطان العارفین حضرت دین پوری مدظلہ۔ دین پور شریف، خان پور ضلع رحیم یار خان۔
۳۔ حضرت الحاج سید ابوالحسن ندوی مدظلہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو۔
۴۔ حضرت الحاج مولانا عبدالعزیز شاہ صاحبؒ مسجد نور ساہیوال (متوفی ۱۹۷۲ء)
۵۔ حضرت الحاج مولانا مفتی بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ شاہی مسجد پسرور ضلع سیالکوٹ
۶۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ۔ امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور۔
۷۔ حضرتِ الحاج مولانا حافظ حمید اللہ صاحب شیرانوالہ گیٹ لاہور (المتوفی ۱۷ر رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ)
۸۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب ہزاروی مدظلہ حال: میاں علی، ضلع شیخو پورہ
۹۔ حضرت الحاج مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ جامع مدنیہ کیمبلپور۔
۱۰۔ حضرت الحاج مولانا عرض محمد صاحبؒ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ (متوفی ۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۱ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۔ حضرت الحاج سید احمد شاہ صاحبؒ چوکیرہ، ضلع سرگودھا (متوفی ۵ محرم ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۹ء۔)

۱۲۔ حضرت مولانا محمد طاہر ودن صاحب مدظلہ نفر یچانی، سکھر۔

۱۳۔ حضرت مولانا گل محمد صاحب مدظلہ ۔ ایران ۔

۱۴۔ حضرت الحاج مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ ۔ خانیوال ۔

۱۵۔ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب مدظلہ ۔ مسجد گنبد والی جہلم ۔

۱۶۔ حضرت مولانا خلیفہ حافظ غلام رسول صاحب مدظلہ مسجد حجاماں والی ڈیرہ اسمٰعیل خان

۱۷۔ حضرت الحاج مولانا قاری عبدالکریم صاحب ترکستان مدظلہ حال مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ ۔

۱۸۔ حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ کھیڑہ، گھروٹ ضلع سرگودھا ۔

۱۹۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مدظلہ رحیم یار خان ۔

۲۰۔ حضرت مولانا احمد شاہ صاحب دیوانی، سندھ ۔

۲۱۔ حضرت حاجی میر محمد صاحب جونگل، ضلع جیکب آباد ۔

۲۲۔ حضرت الحاج علامہ امین الحق صاحب طوروی مدظلہ صوبائی خطیب محکمہ اوقاف، پنجاب مقیم شیخوپورہ

۲۳۔ حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ، جامعہ فاروقیہ ملتان ۔

۲۴۔ حضرت الحاج مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ مہتمم مدرسہ شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ سندھ ۔



toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کے فرزند ارجمند، اور مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہٗ کے بڑے بھائی ہیں، حضرت لاہوریؒ کے ۱ خلیفہ مجاز ہیں، تقسیم ملک کے بعد ارض مقدسہ کی طرف ہجرت کی اور ۲۴ سال تک وہاں کی برکات سمیٹتے رہے ۱۲ اور اسی پاک زمین میں مدفون ہوئے۔

ولادت ۱۹۱۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں حاصل کی، حافظ شہاب الدین صاحب (آف بکی دروازہ) سے قرآن مجید حفظ کیا ساتھ ہی مڈل تک کا نصاب بھی پڑھ لیا۔

اعلیٰ تعلیم اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے ۱۹۳۷ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

تدریس فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی کی خواہش پہ تدریس کا آغاز کیا۔ ضروریات کے لئے اخراجات حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھیجواتے تھے۔

روحانی تربیت اپنے والد محترم سے روحانی تربیت حاصل کی، اور ۱۹۴۶ء میں جب حضرت لاہوریؒ نے استخارہ کیا تو سب سے پہلے خلفاء میں آپکا نام آیا حالانکہ (حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور کی روایت کے مطابق) حضرتؒ نے آپ کا نام سب سے آخر میں رکھا تھا۔ دوسرے خلفاء جن کو آپ کے ساتھ خلافت ملی وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کے فرزند ارجمند، اور مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہٗ کے بڑے بھائی ہیں، حضرت لاہوریؒ کے ۱ خلیفہ مجاز ہیں، تقسیم ملک کے بعد ارض مقدسہ کی طرف ہجرت کی اور ۴۲ سال تک وہاں کی برکات سمیٹتے رہے ۱۲ اور اسی پاک زمین میں مدفون ہوئے۔

ولادت ۱۹۱۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں حاصل کی، حافظ شہاب الدین صاحب (آف بکی دروازہ) سے قرآن مجید حفظ کیا ساتھ ہی مڈل تک کا نصاب بھی پڑھ لیا۔

اعلیٰ تعلیم اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور وہاں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے ۱۹۳۷ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

تدریس فراغت کے بعد حضرت مولانا محمد صادق صاحبؒ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی کی خواہش پہ تدریس کا آغاز کیا۔ ضروریات کے لئے اخراجات حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بھیجواتے تھے۔

روحانی تربیت اپنے والد محترم سے روحانی تربیت حاصل کی، اور ۱۹۴۶ء میں جب حضرت لاہوریؒ نے استخارہ کیا تو سب سے پہلے خلفاء میں آپکا نام آیا حالانکہ (حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور کی روایت کے مطابق) حضرتؒ نے آپ کا نام سب سے آخر میں رکھا تھا۔ دوسرے خلفاء جن کو آپ کے ساتھ خلافت ملی وہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دین پوری حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی - مولانا عبدالعزیز صاحبؒ ساہی وال اور حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری ہیں۔

ہجرت

قیام پاکستان کے بعد آپ نے "دیار حبیبؐ" کا رخ کیا، پہلے ہر سال کے لئے حضرتؒ سے اجازت لیتے رہے پھر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ سال کا کچھ حصہ مکہ مکرمہ میں اور کچھ مدینہ منورہ میں گزارتے تھے، وہاں عمر بھر فی سبیل اللہ درس دیتے رہے۔ اور پھر ان مبارک جگہوں کے ساتھ ایسی محبت ہوگئی کہ ان سے چند لمحوں کی جدائی بھی ناقابل برداشت ہوگئی۔

جناب الحاج محمد یوسف صاحب (کراچی والے) آپ کے بے تکلف احباب میں سے ہیں، انہوں نے چار حج آپ کے ساتھ کئے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "حضرت کے پاس ایک چھوٹی سی نوٹ بک تھی، اس میں سال بھر میں جتنا ذکر کرتے اس کی تعداد اربوں کے حساب سے درج ہوتی، وہ کسی سے زیادہ گفتگو بھی اس لئے نہیں کرتے تھے کہ بات چیت میں ذکر رہ جائے گا وہ سخت طبیعت نہ تھے بلکہ قیمتی گھڑیوں کو ذکر اللہ کے علاوہ کہیں اور صرف کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔" وہ یہ سمجھتے تھے کہ ؎

صرفِ عصیاں ہُوا وہ لحظۂ عمر　　جو تری یاد میں بسر نہ ہُوا

وُہ فرماتے تھے کہ یہ سرزمین آخرت بنانے کے لئے ہے، بیت اللہ اور مسجد نبویؐ میں گفتگو سے کیا غرض! یہاں کی کوئی ساعت ذکر اللہ سے غفلت میں گزرنی نہ چاہیئے۔ ذکر اللہ میں مشغول رہتے اور اسی میں ان کی خوشی ہوتی، شاعر نے کہا ہے ؎

وہی دن ہے ہماری عید کا دن　　جو تری یاد میں گزرتا ہے

اور حضرت فرماتے تھے کہ "دنیا کی بادشاہت حاصل کرلینا بہت آسان ہے مگر جہنم کی آگ سے بچنا بہت مشکل۔"

اسی فکر آخرت نے آپ کو دنیا کی فکر سے بیگانہ کر دیا۔ والدہ ماجدہ نے شادی کرانے کے لئے بلائیں لیں لیکن آپ نے نہایت ادب سے معذرت کردی کہ میں طواف اور زیارت اور دیگر جو دینی کام کر رہا ہوں ان سے مجھے لمحہ بھر کی فرصت نہیں، آپ کا خلوت کدہ بھی ساری

toobaa-elibrary.blogspot.com

یا سے الگ تھلگ تھا، وہ بیت اللہ العظیم کے تہ خانوں کے نو مرے میں شمار ہونیوالے حجروں میں سے ایک الگ حجرہ تھا جس میں بجلی کا انتظام اور زمزم کے پانی کی نالی ۲۴ گھنٹے جاری رہتی، اسی زمزم کو استعمال کرتے۔ طواف پہ طواف کرتے سخت دھوپ میں طواف کرنے سے رنگت کالی ہو گئی تھی لیکن آپ کو رنگت سے کیا غرض ؏

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ مجھے کام اپنے ہی کام سے

ترے ذکر سے، تیرے فکر سے تیری یاد سے ترے نام سے

ماڈل ٹاؤن لاہور کے ایک بزرگ الحاج میاں بشیر صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت کا طواف بھی عجیب ہوتا تھا، بہت ہی آہستہ آہستہ طواف کرتے چلے جاتے اور ایک ایک چکر میں سوا پارہ قرآن مجید کا پڑھتے تھے۔

وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سے درخواست کی کہ مجھے سیر کرائیں، فرمایا! "کل عصر کے بعد انشاءاللہ چلیں گے۔" دوسرے روز عصر کے بعد مجھے ان بے آباد جگھوں میں سے لے گئے جن میں دل کی آبادیاں تھیں، دل کو سکون ملتا تھا، مجھ سے رہا نہ گیا پوچھ لیا حضرت اس جگہ کی سیر دل کو فرحت بخش رہی ہے کیا ماجرا ہے؟ فرمانے لگے اسی راہ سے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیر کو تشریف لے جاتے تھے۔ آپ کے حجرہ کا قالین کالا ہو چکا تھا، اسی پر تھوڑی دیر آرام کیا کرتے پھر اپنے معمولات کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

آپ کی والدہ محترمہ نے یکم ستمبر ۱۹۶۲ء کو ایک خط لکھا کہ "آپ کے استخارہ جات آپ کو ادھر (پاکستان) آنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن میں مامتا کو کیسے دباؤں؟" اسکے جواب میں درج ذیل خط تحریر فرمایا۔ "یہ امر واقع ہے کہ میں ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو ارضِ مقدس حجاز میں پہنچا تھا اور مرحوم و مغفور لہ اعلیٰ حضرت قبلہ اباجان رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو ہوا۔ یعنی کہ ان کے انتقال پر ملال سے ٹھیک ۱۴ برس قبل (۱۴ برس سے دو ماہ کم ہوتے ہیں) میں ارضِ مقدس میں پہنچ گیا تھا، اس چودہ برس کے عرصہ میں انہوں نے سینکڑوں مرتبہ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان عظیم پر شکر کرنے کی تلقین فرمائی کہ شکر کرو سارے لاہور میں ایک

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماں ایسی نہیں جس کے بیٹے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے المسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر قال اللہ وقال الرسول کی خدمت کی توفیق بخشی ہو بلکہ پورے پاکستان کا ایک فرد بھی ایسا نہیں جو عربی زبان میں الحرم النبوی الشریف میں دین کی خدمت کے شرف سے مشرف ہو، پورے پاکستان میں اللہ نے اس شرف سے مجھ عبدِ حقیر وفقیر کو نوازا ہے وہ مرحوم ومغفور بار بار اسی لئے آپ کو تلقین فرماتے تھے کہ اس کی مفارقت اور جدائی پر صبر کرنا اور صبر پر اللہ تعالیٰ سے اجر کی توقع رکھنا۔ صبر کا جو درس چودہ برس تک انہوں نے آپ کو پڑھایا ابھی ان کے وصال کو ایک سال بھی پورا نہیں گزرا کہ وہ سبق آپ بھول گئے اگر انسان کی ساری خوشیاں اور مرادیں دنیا میں ہی پوری ہونے لگ جائیں تو وہ کیا دنیا ہوئی وہ تو جنت ہوگئی۔

اب دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی ہوگی:

ا۔ یا تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اپنی ہدایات ومغفرت اور اپنے والدین الماجدین کی مغفرت ونجاتِ آخرت کے لئے المسجد النبوی الشریف میں بیٹھ کر دین کی خدمت کروں۔

ب۔ یا پھر ان تمام سعادتوں سے محروم ہو کر صرف آپ کی ملاقات کے لئے لاہور آجاؤں "قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے تو پہلی بات اختیار کرنے کی آپ کو ۱۴ برس تلقین فرمائی۔ اب آپ ان کی روح پُرفتوح کو بھی ناراض کرنا چاہتے ہیں؟ آپ تھوڑا سا صبر فرمائیں، صبر پر اللہ نے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کا اجر قیامت کے دن ماپ تول کر ملے گا اِلَّا واحِدَ عمل۔ اور وہ صرف صبر کا عمل ہے۔ بے صبری میں آ کر اپنے آپ کو اور ہم کو سعادتِ دارین کے شرف سے محروم نہ کیجئے، مرحوم ومغفور اعلیٰ حضرت قبلہ ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ برس تک جس صبر کی آپ کو تلقین فرمائی ہے تمام عمر اس پہ قائم رہیں اور وہ سبق بقیۃ العمر بھولنے نہ پائے"۔

ایک اور مکتوب سے آپ کی دلی تمنا اور آرزو کا پتہ چلتا ہے، اس کی چند سطریں بھی ملاحظہ ہوں "یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جو وجدان سے تعلق رکھتی ہے، یہ استدلالی چیز نہیں، مجھ کو المدینۃ المنورۃ کے قیام میں جو روحانی سرور ونشاط، جو قلبی سکون وطمانیت میسر ہے اور علیٰ حسب ما قدرہ اللہ لی الخیر والسعادۃ والتوفیق۔ جو عبادات کی توفیق من جانب اللہ حاصل ہے، دنیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی سب نعمتوں کو اس پر قربان کر سکتا ہوں لیکن اس روحانی سرور و نشاط اور اس قلبی سکون و طمانیت کو دنیا کی کسی نعمت پر قربان نہیں کر سکتا۔ میرے دل کی یہی پیاس ہے کہ بقیۃ العمر اللہ تبارک و تعالیٰ حسنِ ادب پر قائم رہتے ہوئے المدینۃ المنورہ ہی میں قیام کا شرف بخشے اور اس شرف سے محروم نہ فرمائے۔ لاہور میں میرے دو بھائی ہیں[1] میں ان کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے غیب کے فیض سے ان کی تائید و نصرت فرمائے اور وُہ اباجان کی مسند پر بیٹھ کر رشد و ہدایت کے اس سلسلہ کو جاری رکھ سکیں۔ آمین۔

یہ امر واقع ہے کہ مجھ عبدِ حقیر و فقیر پر جو اللہ تبارک و تعالیٰ کا فضل و احسان ہے، دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں اور شہنشاہوں پر اللہ کا وہ انعام نہیں ہوا ۔۔۔ ہندوستان کے جتنے مغل سلاطین گزرے ہیں ان میں سے کسی ایک مغل شہنشاہ کو اس دربار کی حاضری کا شرف حاصل نہیں ہوا، ان کے قلعے، ان کے مقبرے، اُن کی جامع مسجدیں دنیا میں ایسی یادگار ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ایرانی سفیر نے کہا تھا کہ "شاہان ہند شاہی نمی کنند، خدائی میکنند" آخرت میں ان کے قلعے، مقبرے اور پُرشکوہ عمارتیں کام نہیں آئیں گی۔ اگر یہاں کی حاضری کا شرف حاصل ہو جاتا تو وہ آخرت میں ضرور ان کے کام آتا۔ حتیٰ کہ جتنے سلاطین آلِ عثمان گزرے ہیں ان سب خلفاء کو بھی حرمین الشریفین کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا، حالانکہ حرمین الشریفین ان کی قلمرو میں تھا اور ہمیشہ جمعہ کے دن امام خطبہ میں آٹھ سو برس تک یہ پڑھتے رہے ہیں سلطان البرین والبحرین خادم الحرمین والقبلتین السلطان فلان بن فلان۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ ہر روز ستر ہزار فرشتے آسمان سے دن کو اور اسی طرح ستر ہزار فرشتے رات کو روضۂ اطہر پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ آسمان سے ملائکہ عظام جس مقام کی تقدیس و تبریک حاصل کرنے کے لئے نازل ہوتے ہوں وہاں پر مجھ عبدِ حقیر و فقیر و مذنب (گنہگار) کا قیام میرے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک بہت ہی بے بہا انعام ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ جس مقدس مقام پر

---

[1] افسوس کہ ۱۰ نومبر ۱۹۷۰ء کو حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب انتقال فرما گئے، اب حضرت انور ہی حضرت لاہوری کی نشانی ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سربسجدہ دعائیں فرمائیں اور تمام حضرات خلفاء الراشدین اور سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے دعائیں کیں، اور تمام عالم اسلام کے صلحاء شرقاً وغرباً جہاں بھر سے ہر سال صدیوں سے جمع ہو کر دعائیں فرماتے ہیں اس مقام کو قبولیت دعا کے ساتھ خاص مناسبت ہے، میں اس مقام پر خصوصیت کے ساتھ آپ حضرات، والدین الماجدین کے لئے اور اپنے خاندان کے سب افراد کے لئے دن رات بہت دعائیں بامید قبولیت کرتا رہتا ہوں۔

۲۸ رجولائی ۱۹۷۲ء کے اخبارات میں پی پی آئی کے حوالہ سے آپ کے وصال کی خبر

وصال

ان الفاظ میں شائع ہوئی :-

"حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے فرزند اور حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نائب امیر جمعیۃ علمائے اسلام پاکستان کے بڑے بھائی حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ حال ہی میں حجاز مقدس میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

مولانا حبیب اللہ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اور دینی مدارس میں اعلیٰ دینی علوم کی تحصیل کی۔ آپ گزشتہ چوبیس ۲۴ برس سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بلا کسی معاوضہ کے درس قرآن اور درس حدیث دیتے رہے تھے۔

آپ مکہ مکرمہ کے بلند ترین زہاد (زاہد کی جمع) میں شمار کئے جاتے تھے، سابق شاہ سعود آپ کے درس قرآن اور درس حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ سے مولانا حبیب اللہ مکہ معظمہ میں مقیم تھے اور آپ علیل رہا کرتے تھے، آپ کی رحلت کی اطلاع حضرت

---

[1] حضرت مولانا عبید اللہ صاحب پر صدموں پر صدمے آ رہے ہیں ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو آپ کے والد حضرت لاہوری کا وصال ہوا، ۱۵ ستمبر ۱۹۶۳ء کو والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا، ۱۰ نومبر ۱۹۷۰ء کو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب کی رحلت ہوئی، ۴ جون ۱۹۷۱ء کو آپ کی بھاوج زوجہ حافظ حمید اللہ صاحب نے دنیا سے کوچ کیا، اور ۲۰ رجولائی ۱۹۷۲ء کو آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان تمام صدموں پر حضرت انور کو صبر کرنے کی وجہ سے اجر جزیل عطا فرمائے اور ہم گنہگاروں پر ان کا سایہ قائم رکھے آمین یا الہ العالمین۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبید اللہ انور صاحب کو بذریعہ خط ملی ۔"

مکہ مکرمہ سے وصال کا خط

آپ کے خادم خاص مولانا حافظ محمد اسحاق صاحب نے حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کو لکھا کہ "حضرت (مولانا حبیب اللہ صاحب) نے قرآن مجید کی مختلف آیات پڑھتے ہوئے فرمایا" میرا کام بن گیا" اور کلمۂ طیبہ پڑھتے پڑھتے ابدی نیند سو گئے "۔

حافظ محمد اسحاق صاحب کے مکتوب کے ساتھ ہی دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے نائب مہتمم جناب مولانا محمد مسعود شمیم صاحب کا مفصل تعزیتی مکتوب موصول ہوا۔

" برادرِ مکرم و محترم فضیلت مآب قدوۃ السلف جناب مولا عبید اللہ انور صاحب متع اللہ المسلمین بحیاتہ ۔ آمین۔

سلام مسنون! ذات باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ ہر طرح مع الخیر ہوں گے، نہایت رنج و ملال کے ساتھ یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ کل جمعرات کے مبارک دن ۹ رجمادی الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۲۰ رجولائی ۱۹۷۲ء عصر سے آدھا گھنٹہ قبل (یعنی مکہ مکرمہ کے عربی وقت سے ساڑھے آٹھ بجے) ہمارے قابلِ قدر بزرگ اور آپ کے برادرِ محترم مولانا حبیب اللہ صاحب اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے ۔ انا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۔

اور نماز عشاء میں در کعبہ کے سامنے نماز جنازہ ہوئی، لاکھوں ساکنانِ حرم نے اس میں مِن جانب اللہ شرکت کی اور اکابر دار العلوم مدرسہ صولتیہ کے تاریخی اور مبارک احاطہ میں حضرت اقدس مجاہد اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برابر دفن ہوئے ۔

اب سے دس دن قبل منگل کے دن قلب کی تکلیف شروع ہوئی تھی، باوجود احباب کے اصرار کے ڈاکٹر سے علاج نہیں کرایا اور فرمایا کرتے کہ " یہ دوائیں مشکوک ہیں، اعدائے اسلام کے ہاتھ کی بنائی ہوئی دوائیں استعمال کرنے کو دل نہیں چاہتا ۔ ان دواؤں کے استعمال سے نور کے ضائع ہوتے کا خطرہ ہے "۔ اپنی یونانی دوائیں اور خمیرہ جات استعمال کرتے رہے ۔ ایک حکیم صاحب بھی معاینہ اور تشخیص کے لئے آتے تھے ۔ جمعرات کو یعنی

toobaa-elibrary.blogspot.com

وفات کے دن ظہر سے قبل خود غسل کیا، کپڑے بدلے بستر کی چادر بدلوائی، ظہر کی نماز (پوری) نہایت اطمینان سے پڑھی، غسل کر کے عطر بھی لگایا۔ وفات سے ایک گھنٹہ قبل اپنے خادم بھائی اسماعیل گجراتی سے فرمایا کہ "اب تک تو مجھے فکر تھا مگر اب اللہ کا شکر ہے کہ اطمینان ہے۔" اس کے بعد چہرے پر بے حد اطمینان اور نور ظاہر ہونے لگا۔ بستر پر لیٹے ہوئے زیر لب کچھ پڑھتے رہے، پھر اچانک آذانِ عصر کو دریافت کیا، جب بتایا گیا کہ آدھا گھنٹہ باقی ہے تو خاموشی کے ساتھ زیر لب تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی حالت میں باوضو نماز کے انتظار میں بحالت ذکر تلاوت پوری طہارت و پاکی کے ساتھ جان جان آفرین کے سپرد کر دی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

عصر کے بعد حافظ ارشاد صاحب کا مدرسہ صولتیہ میں اطلاعی فون آیا جس نے ہم سب کو بے قرار کر دیا۔ اسی وقت مشورہ ہوا کہ مولانا حبیب اللہ صاحب جیسی بزرگ اور قابل قدر ہستی کو بزرگان مدرسہ صولتیہ کے پہلو اور پڑوس میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ میں نے سب کو مطلع کر دیا کہ قبر کا انتظام مدرسہ صولتیہ کی طرف سے ہوگا۔ مولانا حبیب اللہ صاحب کے تمام تجہیز و تکفین کے انتظامات اور نگرانی ہمارے مکرم و محترم حافظ ارشاد صاحب نے کی۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مولانا غلام رسول صاحب نے نہایت اہتمام سے سنت کے مطابق غسل دیا، سارے ہی تبلیغی احباب، مدرسہ صولتیہ کے اکثر لوگ اور مکہ معظمہ کے تقریباً دو سو مہاجرین و متوسلین جنازہ میں شریک تھے اور سب ہی اشکبار تھے۔ مولانا حبیب اللہ صاحب جیسے خدا رسیدہ اور تارک الدنیا تھے، اسی قدر لوگ ان کی ذات سے تقویت محسوس کرتے تھے۔ خیر سلف کے خیر خلف تھے اور صالحین کا نمونہ۔

اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور تمام اعزہ و متوسلین کو اور آپ کو صبر و ہمت عطا فرمائے۔ آمین حضرت والد صاحب قبلہ مولانا محمد سلیم صاحب آپ کو بعید سلام مسنون اور دعائیں لکھوا رہے ہیں۔ حج کے موقع پر جو احباب مولانا حبیب اللہ صاحب کے مزار کی زیارت کرنا چاہیں وہ مدرسہ صولتیہ میں تشریف لائیں۔ آپ کب

toobaa-elibrary.blogspot.com

عمرہ یا حج کے لئے تشریف لا رہے ہیں، اس سال تو عام اجازت ہے، یہاں آپ کا گھر موجود ہے۔ وَالسَّلَامُ مَعَ الْاِکْرَام

محمد مسعود شمیم نائب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ "۔

تعزیتی اداریئے ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کا اداریہ جو محترم مولانا مجاہد الحسینی صاحب کے قلم سے ہے پڑھیے:۔

حضرت لاہوریؒ کے فرزند مولانا حبیب اللہؒ کا سانحۂ ارتحال

علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا خورشید جہاں تاب سرزمین مقدس مکہ مکرمہ میں غروب ہوگیا۔ صرف پاکستان ہی کے نہیں دنیائے اسلام کے دینی حلقوں میں یہ خبر نہایت رنج و غم کے ساتھ سنی جائیگی کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر حضرت الحاج مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب مہاجر مکی و مدنی گذشتہ جمعرات مورخہ ۲۰ رجولائی ۱۹۷۲ء کو مکہ معظمہ میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

مولانا حافظ حبیب اللہ مہاجر مکی و مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۱۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ "لاہور" میں پائی۔ اور سندِ فراغت دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی۔ آپ نے اپنے والد گرامی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حضرت مولانا تاج محمود امروٹی اور حضرت الشیخ مولانا غلام محمد دین پوری رحمہما اللہ تعالیٰ کے روحانی فیوض و برکات سے استفادہ کیا۔

مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے خصوصاً متاثر تھے، لیکن بایں ہمہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا قاری محمد طیب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند اور شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ کا بے حد احترام کرتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ سے حج کی اجازت لے کر ۱۹۴۸ء میں مکہ معظمہ روانہ ہوگئے، وہاں پہنچ کر اپنے والد گرامی اور حضرت والدہ محترمہؒ سے آئندہ سال

toobaa-elibrary.blogspot.com

حج کرنے کی اجازت طلب کی، والدین نے مزید سال بھر قیام کی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ چند برس اسی طرح حصول اجازت کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مستقل قیام کی اجازت حاصل کر لی۔ اور آپ دوران سال ۹ ماہ مدینہ منورہ اور تین ماہ مکہ معظمہ میں قیام پذیر رہتے۔

مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ بیت اللہ اور مسجد نبوی میں وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رکھتے۔ آپ کا درس اس قدر موثر اور دل نشیں ہوتا کہ سامعین کی کثیر تعداد اکتسابِ فیض کرتی۔ بعض اوقات مملکت سعودیہ کے سربراہ شاہ سعود بھی آپ کے درس میں شریک ہونے کا شرف حاصل کرتے۔

حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کم گو، اور تنہائی پسند تھے، محدود افراد اور مریدین خاص ہی آپ سے انفرادی ملاقات کرتے تھے، آپ ہمہ وقت ذکرِ الٰہی و فکرِ آخرت میں مستغرق رہتے۔

ان دنوں آپ مکہ معظمہ میں قیام پذیر تھے کہ اچانک آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی، تین دن بیمار رہے اور گذشتہ جمعرات کے روز ۲۰ جولائی ۱۹۷۲ء کو نمازِ عصر کے بعد علم و فضل، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا یہ خورشید جہاں تاب سرزمین مقدس مکہ معظمہ میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اور آپ کو تحریک آزادی برصغیر پاک و ہند کے ممتاز رہنما حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے پہلو میں قبرستان جنت المعلیٰ مکہ معظمہ میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی! دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان بالخصوص آپ کے چھوٹے بھائی جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ آپ کے اعزہ و اقارب اور جملہ متعلقین و متوسلین جو نہ صرف پاکستان اور ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں سب کو صبر و استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

(خدام الدین ۴ اگست ۱۹۷۲ء صہ ۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ ماہنامہ "بینات" کراچی بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ ص ۱۳ پر لکھتے ہیں کہ "ماہ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ میں مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب کی، جو عارف باللہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری کے بڑے صاحبزادے تھے، مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی۔ حرمین شریفین کے مہاجر تھے، دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ غالباً تیس سال سے حرمین میں مقیم تھے، زیادہ تر مدینہ طیبہ میں اقامت رہی، ابتداءً مدرسہ علوم شرعیہ میں حسبتہً للہ تدریس کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ چند سال جامع ترمذی بھی پڑھائی، آخر میں حرم مدینہ میں تفسیر ابن کثیر پڑھایا کرتے تھے، زندگی کے آخری چند سال مکہ مکرمہ میں بسر کئے، عابد و زاہد، اور دنیا کی راحتوں سے بے نیاز تھے، نہایت خاموشی اور گمنامی کے ساتھ حرمین شریفین کی زندگی بسر کی اور حرمین شریفین کی برکات سے مالا مال ہوئے۔ جنت معلیٰ کے پرانوار مقبرہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے، حق تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں ان کی قبر اور جسد مبارک پر ہوں"

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب مدظلہ اپنے ماہنامہ "انوار مدینہ" بابت ماہ رجب ۱۳۹۲ھ ص ۳ پر تحریر فرماتے ہیں: "نہایت ہی افسوس ناک حادثہ ہے کہ حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلف اکبر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، مجاور مکہ معظمہ ۲۰ جولائی بروز پنجشنبہ صرف دو تین روز زیادہ علیل رہ کر اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

سات آٹھ سال ہوئے کہ انہوں نے ایک دفعہ گرمیاں مکہ معظمہ میں گزاریں، دن بھر شدید گرمی میں طواف معمول رہا، گرمی کے بدرقہ کے لئے املی کا شربت زیادہ استعمال فرماتے رہے، جس کا اثر موسم سرما میں یہ ظاہر ہوا کہ بدن میں درد رہنے لگا، یہ ان کی علالت کا آغاز تھا۔

ان کے زہد و جذبۂ عبادت و ریاضت نے انہیں پھر بھی اپنے بدنی معالجہ کی فرصت نہ دی، ادھر جیسے یہ جذبہ عروج پر تھا بیماریوں نے زور پکڑنا شروع کر دیا، حتیٰ کہ دل پر بھی کچھ اثر محسوس فرمانے لگے، مگر و تبتل الیہ تبتیلا مطمع نظر رہا، اور ایک ایک کر کے سب سے ہی طبیعت

toobaa-elibrary.blogspot.com

لاتعلق ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ صرف ایک ہی ذات پر نظر رہ گئی اور اسی خالقِ حقیقی سے روح مبارک جاملی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً وَاسعۃً۔

فضیلتِ مقام وفات کے لئے یہ حدیث کافی ہے " مَنْ مَاتَ بِمَکَّۃَ فَکَاَنَّمَا مَاتَ فِی السَّمَآءِ۔ جس نے مکہ مکرمہ میں موت پالی گویا آسمان میں اس کی موت ہوئی "

لیکن اس کے ساتھ ایک سعادت یہ بھی نصیب ہوگئی کہ حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے پاس تدفین نصیب ہوئی ؎ پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

ہم حضرت مولانا کے جملہ پس ماندگان سے اور خصوصاً ان کے برادرِ خورد حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہم سے تعزیت کناں ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ ان کو اور سب پس ماندگان کو اس صدمہ پر اجر دے، صبر دے اور ان کی حیات وفیوض میں برکت عطا فرمائے۔ "امین" (صے)

استاذ محترم حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہم اپنے ماہنامہ "الارشاد" کیمبلپور میں " وَصَلَ الْحَبِیْبُ اِلَی الْحَبِیْبِ " کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "ایک سالک پچیس ۲۵ سال کی محنت کے بعد کامیاب ہوگیا۔

مخدوم عالم شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ کے فرزند ارجمند مہاجر الحرمین مولانا حافظ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۰ جولائی ۱۹۷۲ء کو " بلد امین " میں وصال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ ۱۹۴۸ء میں بہ ارادہ حج تشریف لے گئے اور پھر عشق حرمین میں اس قدر سرشار ہوئے کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، کبھی مسجد حرام کے انوار توحید میں غوطہ زن رہے اور کبھی مسجد نبوی کی برکات رحمت سے مشرف ہوئے ۲۴ سال اس ارض پاک کی تجلیات سے بہرہ ور ہونے کے بعد اپنی رحلت سے چند منٹ پہلے خدام سے فرمایا۔ الحمد للہ میں کامیاب ہوگیا۔ پھر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اور درود شریف پڑھتے ہوئے محبوب حقیقی عزاسمہ سے جاملے، بیت اللہ مقدسہ کے دروازے کے سامنے نمازِ جنازہ ادا کی گئی، اور ام المومنین خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں شیخ الدلائل عبد الحق کے پہلو میں ابدی آرام گاہ ملی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ۔

(ماہنامہ الارشاد بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۹۲ھ ص۸)

ہفت روزہ "ترجمانِ اسلام" لاہور بابت ماہ اگست دہم (اگست ۱۹۷۲ء) کے اداریہ میں مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب "ہمہ گریاں و او خنداں" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ جسے چاہیں دینی خدمت، اپنی عبادت اور فوق الادراک خلافت کے لئے چن لیں، عرصہ ہوا اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو خدمت قرآن کے لئے منتخب فرمالیا تھا۔ چنانچہ قطب عالم، مفسر قرآن حضرت لاہوریؒ تقریباً چالیس سال مسلسل درس قرآن کے فیوض سے ملک کے اطراف و جوانب کے مسلمانوں کی روحانی پیاس بجھاتے رہے، اگرچہ آپ کے ظاہری فیوض سے رسوم و بدعات اور کفر و الحاد کے قلعوں میں بھی زلزلہ پڑا، اور باطنی فیوض سے قلات سے لے کر ڈھاکہ تک اور برصغیر سے باہر کے مسلمان بھی فیضیاب ہوتے رہے، لیکن آپ کی زندگی کی جو نمایاں خصوصیت رہی وہ بلاناغہ درس قرآن تھا۔ آپ کے بعد یہی خدمت آپ کے چھوٹے فرزند حافظ مولانا حمید اللہ صاحب انجام دیتے رہے، جنہوں نے یہ خدمت اپنے ذمہ لے کر اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کو افاضۂ طریقت کے لئے فارغ کر رکھا تھا مگر ان کی عمر نے بھی وفا نہ کی، وہ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر اپنے باخدا والدین سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

چنانچہ مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ کو اسباق طریقت دینے کے ساتھ روزانہ درس قرآن اور جمعرات کو مجلس ذکر کے فرائض بھی انجام دینے پڑ رہے ہیں۔ ان کے سوا جمعیت علماء اسلام کی ذمہ داری کا بوجھ بھی اٹھایا ہوا ہے۔ ان دونوں سے بڑے بھائی سے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب عرصہ دراز سے ہجرت کر کے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مدت تک روضۂ اطہر کے پاس مسجد نبوی میں عربی زبان میں درس دیتے رہے، ایک بار آپ کے درس سننے کے لئے شاہ سعود مرحوم بھی شریک ہوئے، آخر عمر میں آپ مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور طواف کعبہ کی لذتوں سے سرشار ہونے لگے،

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہاں تک کہ ایک طواف میں جب کہ سات بار خانۂ کعبہ کے گرد چکر لگانا پڑتا ہے جس کو شوط کہتے ہیں، اس ہر شوط میں آپ ایک پارہ قرآن پاک تلاوت فرماتے، گویا ایک طواف میں سات پارے تلاوت کر دیتے۔ اسی طرح دن رات طواف ہی میں لذت وصال سے بہرہ اندوز ہوتے، دنیا و مافیہا سے منقطع ہو کر فنا فی الذات رہے، دنیا میں بڑے بڑے عُبّاد و زہاد گزرے ہیں اور اب بھی ہیں مگر ایسے بزرگ کی مثال ملنی مشکل ہے۔ جو روزانہ چند لاکھ بار اسم ذات کا ذکر بھی فرمائیں اور درود و سورہ قرآن کا ذکر ہی کیا ہے۔ دراصل ان معمولات کی توفیق و تکمیل بھی ان حضرات کی کرامات میں داخل ہوتی ہے۔ زائرین حرمین شریفین جب وہاں جاتے تو حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے دیدار سے حضرت لاہوریؒ کی یاد تازہ کر لیتے۔ مگر آہ! کہ آخری ایام میں حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خالق کی خاطر مخلوق سے تبتّل و علیحدگی اختیار فرمالی تھی، آخر کار تین دن بیمار رہ کر واصل باللہ ہو گئے۔" وہ بے شک من اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ "کے موافق خوش و خرم اور خنداں و فرحاں تشریف لے گئے، مگر ہم سب کو گریاں چھوڑ گئے۔ آہ! یہ خادم قرآن خاندان ختم ہو گیا، اب ایک چراغ روشن باقی ہے جن کو حضرت مولانا عبید اللہ انور کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور مرحوم کو رفیق اعلیٰ کے ہمراہ اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کی سرپرستی میں ان کے اپنے بچے اور مولانا حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم کے بچے حفظِ قرآن سے فارغ ہو کر علوم ظاہری و باطنی کے فاضل بن کر اس چشمۂ فیض کو جاری رکھیں۔ آمین۔" (ص ۱۴۳)

تعزیتی اجلاس و قرار دادیں

آپ کی وفات حسرت آیات پر ملک بیرون ملک تعزیتی قرار دادیں پاس کی گئیں، ہفت روزہ "ترجمان اسلام" لاہور بابت ماہ اگست (۲۵ اگست ۱۹۷۲ء ص ۱۴) پر پاکستان کے مختلف شہروں میں جو تعزیتی قرار دادیں پاس ہوئیں ان میں سے چند ایک مندرج ہیں۔

ملتان۔ جمعیت علمائے اسلام ضلع ملتان کا ایک تعزیتی اجلاس دفتر ضلعی جمعیت

toobaa-elibrary.blogspot.com

خانیوال میں ہوا جس کی صدارت امیر شہری جمعیت خانیوال مولانا محمد حسن صاحب نے کی، ایک قرارداد میں حضرت حافظ صاحب مرحوم کی وفات پر اظہار رنج و غم کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی گئی، اجلاس میں حکیم محمد عالم جاوید اور مولانا محمد حسن نے حضرت مرحوم کے مختصر حالات بتائے اور حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ سے اظہار تعزیت کیا:

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

"کارکنان و مبلغین مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کا ایک اجلاس حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر[1] مدظلہٗ امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت منعقد ہوا جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ حافظ صاحبؒ کی وفات کو ملک و ملت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا، مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا اور دعائے مغفرت کی"۔

گوجرانوالہ

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب کی وفات حسرت آیات پر ضلع گوجرانوالہ کے جماعتی حلقوں میں گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا، مختلف مقامات پر ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی۔ خطبائے کرام نے خطبات جمعہ میں مولانا مرحوم کی خدمات پر انہیں خراج تحسین پیش کیا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم سے اظہار تعزیت کرنے والوں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر مدظلہٗ حضرت مولانا صوفی عبد الحمید صاحب، مولانا مفتی عبد الواحد صاحب، مولانا عبد القیوم صاحب، مولانا احمد سعید صاحب، علامہ محمد احمد لدھیانوی، حافظ بشیر احمد صاحب، علامہ محمد یوسف عثمانی کے علاوہ.... حافظ آباد سے مولانا محمد الطاف، علی پور سے مولانا محمد اسحاق و مولانا محمد اقبال، وزیر آباد سے مولانا محمد فاضل و قاری نصیر الدین، گکھڑ سے ملک اختر، تھانہ نوشہرہ ورکاں کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر غلام محمد بسمل، تھانہ کامونکی کے امیر مولانا مفتی محمد امین، تھانہ واہنڈو کے امیر مولانا نذیر احمد و ناظم اعلیٰ مولانا فضل الٰہی اور دیگر متعدد احباب شامل ہیں"۔

۱۵ ستمبر ۱۹۷۲ء کے "خدام الدین" میں ایک مضمون مولانا جمیل احمد میواتی کے قلم سے آیکی

---

[1] افسوس کہ حضرت الاستاذ لال حسین اختر بھی انتقال کر گئے۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ!

toobaa-elibrary.blogspot.com

زندگی کے چند حالات و واقعات" پر شائع ہوا، اس میں سے صرف چند ایک واقعات نقل کئے جاتے ہیں، مولانا جمیل احمد میواتی لکھتے ہیں کہ "حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا کہ "میرے بیٹے حبیب اللہ نے کبھی دینی خدمت پر کوئی تنخواہ یا دیگر معاوضہ نہیں لیا، اس کے دیگر ساتھی باقاعدہ مشاہرہ وصول کرتے تھے پھر بھی وہ بیچارے مقروض رہتے تھے، اور میرا بیٹا باوجودیکہ تنخواہ وغیرہ نہیں لیتا تھا اور فراخ دلی سے خرچ کرتا تھا، کبھی تنگیٔ معاش میں مبتلا نہیں ہوا۔ بوریاں بھر بھر کر دانہ گنبدِ خضراء روضہ اطہر پر بیٹھنے والے کبوتروں کو ڈالا کرتا تھا۔ علمی شوق کی بناء پر کتابوں کا کافی ذخیرہ بھی ان کے پاس موجود تھا، نیز ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب بھی میں اس کی والدہ کو ساتھ لے کر حج کے لئے وہاں حاضر ہوتا تو میرا بیٹا میری مہمانی پر خوب خرچ کرتا تھا، مجھے خیال بھی ہوتا کہ اس کا اس قدر خرچ ہو رہا ہے لیکن وہ کمی اور تنگیٔ معاش میں مبتلا ہونے کا خطرہ محسوس تک نہ کرتا تھا، حکومت کی طرف سے اس کو ایک مرتبہ تنخواہ نہ لینے پر تنبیہ بھی ہوئی لیکن اس نے صاف کہہ دیا کہ میرے ابا جان نے منع فرما دیا ہے کہ خدمت دین کے عوض قطعاً نہ لینا۔ جس کا دین ہے وہ خود اپنے بندوں کی کفالت کرے گا۔"

ایک مرتبہ حضرت اماں جی مرحومہ کی علالت کے پیش نظر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے عرض کیا گیا کہ آپ پاکستان تشریف لے چلیں، حضرتؒ کی وفات پر تو آپ حاضر نہیں ہو سکے۔ اب اماں جی صاحبہ کی طبیعت خراب رہتی ہے عرض کیا انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں سب سے ملاقات ہوگی۔"

حضرت مولانا صاحبزادہ عبید اللہ انور مدظلہ جو شرم و حیاء کے پتلے ہیں ارشاد فرمایا کہ "بھائی جان نے ابھی تک تو کسی کو اپنی طرف سے سلسلہ کی اجازت نہیں دی ہے اور اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ عمر بھر کسی کو اجازت نہ دیں[1]۔ ایک مکتوب گرامی میں اس طرف اشارہ تھا کہ "میں نے کسی کو اجازت نہیں دی۔"

---

[1] حاجی محمد یوسف صاحب کراچوی نے بھی اس کی تائید فرمائی کہ انہوں نے کسی کو بھی اجازت نہیں دی۔ مرتب ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت (لاہوری) نوراللہ مرقدہٗ سے میں نے ایک مرتبہ یہ بھی سُنا کہ میرا بیٹا حبیب اللہ میرا اتنا ادب کرتا ہے کہ کبھی میری طرف پیٹھ کر کے نہیں چلا۔ اس نے مجھے ہمیشہ خوش رکھا، میں بھی اس کے لیئے دل سے یہاں بیٹھا دعا کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر بلاو مصیبت و آزمائش و ابتلاء سے محفوظ رکھے۔"

انتقال سے چند ماہ قبل حضرت مولانا الشیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے برادر خورد حضرت مولانا عبیداللہ انور کو بلایا کہ معلوم نہیں زندگی کتنی ہے، نامعلوم موت کب آجائے، آکر مل جاؤ۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور مع اہل و عیال کے وہاں حاضر ہوئے، کچھ عرصہ قیام فرمایا، واپسی پر سب بچوں کو خوب خوب پیار کیا، یہ حضرت مرحوم کی آخری ملاقات ثابت ہوئی۔" (صفحہ ۱۰۱۹)

۱۱؍ اگست ۱۹۷۲ء کے "خدام الدین" میں حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ کا خطبہ جمعہ شائع ہوا جس میں انہوں نے فرمایا کہ "حضرت لاہوریؒ نے فرمایا تھا کہ حافظ حبیب اللہ تصوف و سلوک کی منزلوں میں میری زندگی میں ہی مجھ سے کہیں آگے بڑھ گئے ہیں۔"[1]

۱۸؍ اگست ۱۹۷۲ء کے "خدام الدین" میں آپ کے انتقال پر جو ۳؍ اگست کو تعزیتی جلسہ جامع شیرانوالہ میں ہوا اس کی تفصیلات مندرج ہیں، عنوان ہے "اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر۔"

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ علم و عمل اور زہد و ریاضت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔" (مولانا غلام غوث ہزاروی)

ان کی وفات سے عرب و عجم کے دینی حلقوں میں بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے۔

(خطیب پاکستان مولانا محمد اجمل)

ہمارے لیئے ان کی زندگی مشعل راہ ہے۔ الیسی ہستیاں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔" (مرزا غلام نبی جانباز)

اس جلسہ میں باشندگانِ لاہور کے علاوہ پنجاب کے مختلف شہروں اور قصبات سے

---

[1] صفحہ ۱،

toobaa-elibrary.blogspot.com

آئے ہوئے عقیدت مندوں نے بھی بھاری تعداد میں شرکت کی۔
علماء میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا محمد اجمل صاحب کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں صاحب، جامع ٹبولیاں لوہاری منڈی کے خطیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور جامع مسجد انارکلی کے خطیب حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب نے بھی شرکت کی۔ (۱۰/۹)

مراثی اسی شمارہ میں صہ پر جناب حافظ نور محمد صاحب انور کے قلم سے آپ کا مرثیہ موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے۔ عنوان ہے "آہ مولانا حبیب اللہؒ"

حضرت احمد علیؒ کے آہ! وہ لختِ جگر — جن کا برسوں تک رہا مکہ مدینہ میں قیام
ہو گئے دنیا سے رخصت آج وہ نیکو سیر — جن کو حاصل تھا جہان میں ارفع واعلیٰ مقام
فقر و درویشی میں ان کی مل نہیں سکتی مثال — خوگرِ اخلاص والفت، سادگی کے تھے امام
تھی دیارِ مصطفیٰ سے ان کو اک ایسی لگن — جو کبھی واپس نہ آئے زندگی کر دی تمام
عمر بھر والد کے نقشِ پا پہ جو چلتے رہے — عالمان دین حق میں تھا درخشاں جن کا نام
درسِ قرآن و حدیثِ پاک تھا جن کا شعار — کیوں نہ حاصل ان کو ہو فردوس میں اونچا مقام

حشر تک روشن رہے تربت حبیب اللہ کی
صدقۂ شاہِ امم، فخرِ رسل، خیر الانام!

صلا پر جناب حکیم آزاد شیرازی صاحب مدیر "تذکرہ" نے "عارفِ حق یا" سالک راہِ خدا" کے الفاظ سے سالِ وفات ۱۳۹۲ھ اور "حافظ حبیب اللہ" سے ۱۹۷۲ء نکالا ہے۔ مرثیہ کے اشعار ملاحظہ ہوں:۔

عارفِ حق، سالکِ راہِ خدا — جادہ پیمائے رہِ عشق و وفا
مولوی حافظ حبیب اللہ کہ بود — در جہاں مثلِ چراغِ رہ نما
جانشینِ مولوی احمد علیؒ — کرد ہجرت از وطن بہر خدا
ترک دنیا کرد آں مردِ جری — در جوانی توبہ کرد آں باوفا
خاکِ پاکِ طیبہ کحلِ چشم کرد — کرد مسکن بر درِ خیر الورےٰ

toobaa-elibrary.blogspot.com

شغلِ او تدریس قرآن و حدیث — هم حبیب و هم غلام مصطفیٰ

مولوی انور کہ سرتا پا جمال — نرم خو، پاکیزہ رو، شیریں ادا

مولوی حافظ حمید اللہ جلال — در طریقت ایں جلال او را روا

مولوی حافظ حبیب اللہ ولے — از جمال و از جلال آراستہ

آں جلال الدین رومیٔ زماں — آں جمال الدین افغاں سرتا پا

ذاتِ او گنج جلال و ہم جمال — اسمِ او ہم معنیٔ یارِ خدا

زینتِ تن، زیب بر ہرگز نکرد — جبہ و عمامہ و رنگین قبا

آں بباطن عارف و ظاہر نکس — آں نپوشد جامۂ مکر و ریا

بارہا دیدم کہ در گنج چمن — نغمہ کرد آں بلبل رنگیں ادا

نغمۂ او می شنیدند اہل دل — جلوہ اش دیدند ہم اہل وفا

کرد سفرِ آخرت آں مردِ حق — نیست ممکن، ہیچ کس عمر بقا

آخرت باقی و دنیا فانی است — عمرِ دنیا بالیقین آخر فنا

شد قیامش در بہشتِ آخرت — در قدومش چشمۂ آبِ بقا

گرچہ مارا مرگِ او غم می دہد — آں حبیب ما شود از ما جدا

شکوہ کردن از خدا ناواجب است — سر نہادن شرطِ تسلیم و رضا

جنت اعلیٰ مقام او بود!

صبر دہ مارا خدا! بہر خدا

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا محمد موسیٰ صاحب استاذِ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور نے "رثاء" کے عنوان سے جو مرثیہ لکھا ہے وہ پڑھنے کے قابل ہے:-

قفا نبك الحبيب من الفراق
میرے دوستو! ٹھہرو، حبیب کے فراق میں روئیں

بمكة فالمدينه فالعراق
مکہ، مدینہ اور عراق میں

ايا سعدى ارحمينا لا تبيني
اے محبوب! ہم پر رحم کیجیے اور جدا نہ ہوجیے

فحين للورى بين الفراق
کیونکہ آپکا ایک لمحہ فراق دوستوں کیلئے موت کا باعث ہے

وصبك ذوالهوى العذرى يبكى
آپکا محب سچی محبت والا سخت ماتم کنندہ ہے

بكاء بعد يأس من تلاق
ملاقات سے ناامید ہوجانیکے بعد سے

وهمنا اذ اصابتنا الرزايا
ہم حواس باختہ ہوئے جبکہ ہمیں مصائب پہنچے

وفارقنا كريم ذو خلاق
اور ہم سے جدا ہوئے بزرگ بڑے نصیب والے

حبيب الله حب الناس طرا
(مولانا) حبیب اللہ جو کہ سب لوگوں کے محبوب تھے

نعاه اليوم ناع في شهاق
آج ایک شخص نے دھاڑیں مار مار کر انکی موت کی اطلاع دی

على الدنيا وساكنها سلام
دنیا اور دنیا کے رہنے والوں کو ہمارا آخری سلام ہے

فما بعد الحبيب من ائتلاق
مولانا حبیب اللہ کے بعد اس میں روشنی نہ آسکے گی۔

أنرجو بعد هذا اليوم صفوا
کیا آج کے بعد بھی ہم خوشی کی امید رکھ سکتے ہیں؟

وقد ولى كريم ذو فواق
جبکہ نیک بخت اور بڑے نصیب والے ہم سے رخصت ہوئے

اجار المصطفى عشرين عاما
اے جو بیس سال کعبہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

واربعة غريبا باشتياق
پردوس میں پردیسی بنکر بڑے اشتیاق سے رہنے والے

اجار الله، والبيت المعلى
اے اللہ اور خانہ کعبہ کے ہمسائے!

نجوت وفزت في امراد تفاق
آپ سہولت حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے

فربّ امنحه اذ للجار حق
اے اللہ! ہمسائے کا بڑا حق ہوتا ہے

نعيما باصطباح واغتباق
سو آپ اپنے ہمسائے کو نعمتوں کے پیالے صبح و شام پینے کے لئے عنایت کیجئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حَبِیْبُکَ، صِلْہُ، رَبِّ، وَکُلُّ حِبٍّ
اے اللہ وہ آپکا حبیب ہے، اسے اپنے ساتھ ملائیے

یُوَاصِلُ حِبَّہٗ وَصْلَ اعْتِنَاقٍ
ہر دوست اپنے دوست کو وصل اور معانقہ سے نوازتا ہے۔

نَزِیْلُکَ ضَیِّفْہُ، وَکُلُّ مَلْکٍ
اے اللہ وہ آپ کا مہمان تھا آپ اسے عزت دے کر اپنا مہمان بنا دیں

یُحِلُّ نَزِیْلَہٗ اَعْلَی المَرَاقِیْ
کیونکہ ہر بادشاہ اپنے مہمان کو اعلیٰ مقامات سے نوازتا ہے۔

فَمِثْلُکَ کَیْفَ یَخْشٰی لفح نَارٍ
اے مولانا حبیب اللہ! آپ جیسے کو آگ کے شعلوں سے کیا خوف

وَجَارُ حِمَاہُ یُحْمٰی مِنْ حِرَاقٍ
اسلئے کہ حرمِ خدا کا ہمسایہ آگ سے محفوظ ہوتا ہے۔

وَمَنْ یَاْتِیْہِ یُضْحِیْ اٰمِنًا اٰنْ
حسبِ اعلان قرآن جو حرم میں آجاتا ہے

یُعَتَّفَ فِیْ قِیَادٍ اَوْ سِیَاقٍ
وہ فرشتوں کے سخت کھینچنے اور ہانکنے سے بےفکر ہوتا ہے

وَلَسْتَ بِمَیِّتٍ بَلْ اَنْتَ حَیٌّ
آپ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں

مِنَ الطَّاعَاتِ وَالْکَلِمِ الْبِرَاقِ
اپنی نیکیوں اور مبارک انفاس کے طفیل

وَمَنْ یَحْسَبُکَ مَیْتًا فَھُوَ غِرٌّ
جو آپ کو مردہ سمجھتا ہے وہ نادان ہے

وکیف یموتُ ذوالخلق العتاقِ
اور نیک خصلتوں والا کیسے مر سکتا ہے

اَجِرْ رَبِّیْ غَرِیْبًا مُسْتَجِیْرًا
اے میرے رب! اس غریب مسافر کو پناہ دیجئے

بِبَیْتِ اللّٰہِ مِنْ اَھْلِ النِّفَاقِ
جو اہل نفاق سے بھاگ کر بیت اللہ کی پناہ لینے لگے

وَرَبِّ امْنَحْہُ فِی الْفِرْدَوْسِ حُوْرًا
اے رب! انہیں جنت الفردوس میں حوریں عنایت کیجئے

یَرُحْنَ عَلَیْہِ بِالْکَاسِ الدِّھَاقِ
جو ان کی خدمت میں بھرے ہوئے پیالے پیش کرتی رہیں۔

وَصَیِّرْ قَبْرَہٗ رَوْضًا، لِیَاْتِیْ
اور ان کی قبر کو باغیچہ بنا دیجئے تاکہ

لَدَیْہِ رِزْقُہٗ رَغَدًا یُفَاقٍ
فراخ رزق بڑے بڑے برتنوں میں ان کے پاس پہنچتا رہے۔

(ماہنامہ انوارِ مدینہ بابت ماہ محرم ۱۳۹۳ھ ص ۴۳، ۴۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی شمارہ میں آپ کے حالات زندگی، سوانحی نقوش پر ایک فاضلانہ مقالہ جناب ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان ایم بی بی ایس، ۱۱۱/بی گلبرگ لاہور کے قلم سے بھی شائع ہوا ہے۔ پڑھنے کے لائق ہے، تقریباً ۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، افسوس کہ ہم طوالت سے بچتے ہوئے اس کے اقتباسات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

ص۱۳ سے محترم جناب عثمان غنی صاحب بی۔ اے کا مضمون ہے جس میں انہوں نے حضرت لاہوریؒ سے سنے ہوئے چند واقعات کا دلنشین انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

آپ کا مقام

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ" مولانا حبیب اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔ حضرت (لاہوری) رحمۃ اللہ علیہ نے آخری زندگی میں متعدد بار ان کے متعلق فرمایا کہ وہ میری زندگی میں ہی مجھ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ حج سے واپس تشریف لائے تو برادر معظم حافظ حبیب اللہ کے متعلق فرمایا کہ" ہمیں وہاں جا کر پتہ چلا کہ اللہ نے انہیں کتنا بڑا مقام عطا کیا ہے۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ جب بھی حافظ صاحب کو خط لکھیں میرا سلام لکھیں اور میرے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کریں۔ زندگی بھر شادی نہیں کرائی، کہتے اگر میں نے شادی کرا لی تو بیوی بچوں میں میرا خشوع و خضوع بٹ جائے گا، اور پھر اس طرح عبادت اور دین کی خدمت نہ کرسکوں گا۔

امریکہ میں متعین مصری سفیر نے (آپ کو) بلایا تو جواب دیا" حرمین شریفین سے غیر حاضری میں برداشت نہیں کر سکتا"

ایک دفعہ والدہ مرحومہ نے پاکستان آنے کے لئے خط لکھا تو نہایت ادب سے جواب دیا" امّی جان! اب آپ سے میری ملاقات جنت میں ہوگی"

حضرت انور مدظلہ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ" حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب کو دین کی اشاعت اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی خدمت کا جو موقع ملا، وہ حضرت والدہ مرحومہ کی دعاؤں اور تربیت کا نتیجہ تھا۔ والدہ مرحومہ ایک مرتبہ امام مالکؒ کے بارے میں ایک کتاب

toobaa-elibrary.blogspot.com

پڑھ رہی تھیں جس میں لکھا تھا کہ امام مالکؒ کے والد بزرگوار اپنی اہلیہ کو چند اشرفیاں خرچ کے لئے دیکر کسی دور دراز سفر پر تشریف لے گئے، کافی مدت کے بعد جب واپس آئے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے اشرفیوں کا حساب مانگا، انہوں نے کہا ذرا پہلے مسجد نبوی میں دیکھ آیئے کیا ہو رہا ہے پھر آپ کو ان اشرفیوں کا مصرف معلوم ہو جائے گا۔ وہ دیکھ کر آئے تو فرمایا، وہاں تو کچھ بھی نہیں ہو رہا ایک عالم درس دے رہا ہے۔ ان کی اہلیہ نے عرض کیا "یہ آپ کا بیٹا ہے اور اس کو اللہ نے امام کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر والدہ ماجدہ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تیرے خزانوں میں کمی نہیں، تو میرے بھی ایک بچے کو اس کام کے لئے قبول فرمالے، چنانچہ یہ اس دعا کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہندی نژاد سے عرب میں اپنے دین کی خدمت لے لی۔"

؎ ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں"

"مولانا حبیب اللہ صاحب تقریباً ۲۵ سال سے حرمین شریفین میں مقیم تھے، اس عرصہ میں وہ کبھی وہاں سے باہر نہیں گئے۔ ابتدا کے دس بارہ سال انہوں نے مدینہ طیبہ میں گزارے اور بہت پابندی سے مسجد نبوی میں اپنے والد ماجد کے طرز پر درس قرآن دیا، پھر بعض مجبوریوں کی بنا پر مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی، وہیں جان جان آفرین کے سپرد کی، اس پورے قیام میں ریاضتِ شاقہ طویل مدت تک مسلسل روزے اور تقلیل طعام و منام کا معمول رہا۔ پوری زندگی تجرد و انقطاع میں گزاری، آخر میں یکسوئی اور خلوت پسندی کا اتنا غلبہ ہو گیا تھا کہ چند گنے چنے احباب و خدام کے سوا جن سے خاص مناسبت اور اتحادِ ذوق تھا، کسی سے ملنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ذکر کا بڑا غلبہ تھا اور زندگی بالکل زہد و قناعت بلکہ مجاہدہ کی تھی، آخر میں کسی سے خدمت لینا اور علاج معالجہ بھی گوارا نہیں تھا، علالت کے آخری دنوں میں ایک دوست نے بہت اصرار کیا تو فرمایا کہ بھائی میں نے باری تعالیٰ سے رجوع کیا، علاج بے سود ہے، بس دعا کرو، مجی حکیم معراج الحسن صاحب مقیم مکہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

toobaa-elibrary.blogspot.com

تین دن پہلے بے چینی بہت بڑھی ہوئی تھی، فرمایا جمعہ تک انتظار کرو، انشاء اللہ جمعہ تک بالکل تندرست ہو جاؤں گا۔ بس دعا کرتے رہو۔ انتقال سے چند منٹ پہلے دیوار سے سہارا لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا الحمد للہ! اللہ نے میرا کام بنا دیا کلمہ شریف پڑھا اور رخصت ہو گئے۔"

مولانا عالم دین و حافظ اور فاضل دیوبند تھے۔ ان کو اپنے والد مولانا احمد علی صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت بھی تھی۔ حالات نہایت رفیع تھے ریاضت شاقہ اور علوئے استعداد کی بنا پر والد ماجد کی طرح کشف و اشراق بہت بڑھا ہوا تھا۔[1]

---

[1] مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: پرانے چراغ؛ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۵ء، ص ۱۴۵ (حاشیہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا عبدالهادی صاحب مدظلہ دین پوری

آپ شیخ طریقت حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب دین پوریؒ کے فرزند ارجمند ہیں۔ "دین پور" تحصیل خانپور ضلع رحیم یار خان میں آج سے کوئی ستر سال پہلے پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ روحانی اسباق کا درس اپنے والد مکرم سے لیا۔ تکمیل اپنے والدِ محترم کے خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ سے کی اور مجاز بیعت ہوئے۔ جن خوش نصیبوں کو حضرت لاہوریؒ نے سب سے پہلے خلافت عطا فرمائی ان میں دوسرے نمبر پر آپ کا اسم گرامی آتا ہے۔

آپ نے اس سلسلہ میں بہت مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں۔ نہایت عابد و زاہد بزرگ ہیں۔ آپ اس وقت دین پور شریف کے سجادہ نشین ہیں۔ آپ کے مریدین اور متوسلین کا حلقہ نہایت وسیع ہے۔ بہاول پور ہسپتال میں ایک مرتبہ عیادت کے لئے جانے کی سعادت ملی تو حضرت نے بہت شفقت فرمائی اور آخر میں جو دعا فرمائی اس سے سب دعا کرنے والوں پر رقت طاری ہو گئی۔ مفہوم یہ تھا "اے اللہ! لرزتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ آپ سے مانگ رہے ہیں، ہمیں خالی ہاتھ نہ موڑنا"۔ اور ہمیں یہ تعلیم فرمائی کہ "ہم تو جوانی گنوا بیٹھے ہیں اور آج ہاتھ مل رہے ہیں[۱]۔ آپ اپنی جوانیوں کو گنوانے کے بجائے اللہ کی عبادت میں لگا کر کار آمد بنائیں تاکہ ہماری طرح آپ کو ہاتھ نہ ملنے پڑیں"۔

---

[۱] ہاتھوں پہ رعشہ طاری تھا، اس کی تعبیر ہاتھ ملنے سے فرمائی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

ناظم ندوۃ العلماء لکھنو، معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو۔

صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو۔

رکن عربی اکیڈمی دمشق۔

رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ،

رکن مجلس تاسیس رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ۔

رکن مجلس موتمر عالم اسلامی، بیروت۔

رکن مجلس انتظامی اسلامک سینٹر جنیوا

رکن مجلس انتظامی ومجلس عاملہ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔

سابق وزیٹنگ پروفیسر دمشق یونیورسٹی۔

〃 〃 〃 جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ۔

رکن موتمر عالم اسلامی ۔ قدس۔

رکن علماء کمیٹی شام۔

ولادت وخاندان آپ کا سن پیدائش ۱۳۳۳ھ ہے، وطن شاہ علم اللہ رائے بریلی (ہندوستان) ہے آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو ندوۃ العلماء کے ناظم اور اسلامی ہند کے سب سے زیادہ وسیع النظر، محتاط قلم اور سنجیدہ بیان مصنف تھے، اردو میں گل رعنا، تاریخ

toobaa-elibrary.blogspot.com

گجرات اور عربی میں نزہتہ الخواطر (آٹھ جلدوں میں) اور "الہند فی العہد الاسلامی" مشہور کتابیں ہیں جن سے واقفیت علم کا معیار ہے۔ ان کے علاوہ بھی ان کی متعدد کتابیں عربی اور اردو میں ایسی ہیں جن سے کسی کتب خانہ کا خالی ہونا اس کے لئے عیب کی بات ہے۔ ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۳ء کے شروع میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کے جدامجد مولانا حکیم فخر الدین خیالی فارسی کے نامور مصنف اور شریعت و طریقت کے جامع بزرگ تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ قرآن کریم کی حافظہ، معاشرت و خانہ داری کے فن میں خداداد بصیرت اور طبعی ذوق رکھنے والی بزرگ خاتون تھیں، طبیعت موزوں پائی تھی، بہتر تخلص فرماتی تھیں۔ ان کی تمام تر شاعری مناجات اور ابتہالات کے لئے وقف تھی۔ آپ اپنی والدہ کے اکلوتے فرزند ہیں، آپ کی دو بہنیں ہیں، دونوں آپ سے عمر میں بڑی ہیں، ان میں سے ایک نے ریاض الصالحین "کا زادِ سفر" کے نام سے اردو ترجمہ کیا ہے، اور بچوں کی قصص الانبیاء تالیف کی ہے، دوسری ہمشیرہ کی اولاد میں تین لڑکے موجود ہیں، تینوں عالم، فاضل، ادیب اور اپنی خاندانی روایات کے حامل ہیں۔

آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ ایک جامع کمالات بزرگ تھے، ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے، درسیات دار العلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ سے تمام کیں، شیخ حسین صاحب عرب سے حدیث کی اجازت لی، ۱۳۲۹ھ میں دار العلوم دیوبند

لہ جنۃ المشرق و مطلع النور المشرق، یہ کتاب عربی میں ہے اور زمین فنون۔ جغرافیہ سنہ تاریخ اور آثار پر مبنی ہے۔ معارف العوارف فی انواع العلوم والمعارف، یہ کتاب بھی عربی میں ہے اسی طرح تلخیص الاخبار، منتہی الافکار فی شرح تلخیص الاخبار، تذکرۃ الابرار، کتاب الغنا، قرابادین، تحفۃ الاحباب، طبیب العائلہ، شرح سبع معلقات، ریحانۃ الادب و شمامۃ الطرب اصلاح، تعلیم الاسلام، نور الایمان، رسالہ دربیان سلاسل خانوادہ نقشبندیہ، تعلیقات علی سنن ابی داؤد، اور القانون فی انتفاع المرتہن بالمرہون (عربی) وغیرہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

گئے اور دورۂ حدیث میں شریک ہو کر مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ سے ترمذی و بخاری و مولانا انور شاہ صاحب سے ابوداؤد و مسلم اور کچھ سبق حافظ احمد صاحب سے پڑھے اور دارالعلوم دیوبند کے آخری امتحان میں کامیابی حاصل کی۔ لکھنو واپس آکر کریسچین کالج میں جماعت نہم میں داخل ہوئے، ۱۹۱۵ء میں یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان سائنس کے مضامین کے ساتھ پاس کیا، میٹرک کے بعد ایف ایس سی کا امتحان پاس کر کے کیننگ کالج سے ۱۹۱۹ء میں بی ایس سی کا امتحان کالج میں اول اور یونیورسٹی میں دوم رہ کر پاس کیا اور دو تمغے حاصل کئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کالج اور دارالعلوم دیوبند کی زندگی میں کوئی فرق نہ تھا، اساتذہ بھی احترام کرتے تھے، ۱۹۱۹ء میں حکیم حافظ اجمل خان صاحبؒ کے ہاں چھ ماہ تک طب یونانی میں مزید استفادہ کیا۔ دہلی سے واپس آکر اسی سال لکھنو میڈیکل کالج میں داخلہ لیا اور پانچ سال تکمیل تعلیم حاصل کر کے ۱۹۲۵ء میں ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی، اور اپنے قدیم محلہ جھاؤلال میں مطب شروع کیا، ان کا مطب طب قدیم و جدید کا جامع تھا، ۱۹۲۶ء میں علامہ خلیل عرب کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا، ۱۹۳۰ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے بھی عمر بھر ممبر رہے، الغرض موصوف اپنی وضع قطع میں سلف کا نمونہ، علم و اخلاق میں، اپنے خاندان کا گل سرسبد اور علماء اور صوفیاء کی مجلسوں میں شہ نشین میں جگہ پانے والے بزرگ تھے، ان کے اکلوتے فرزند مولانا محمد الحسنی ہیں جن کی تعلیم و تربیت خود ڈاکٹر صاحبؒ نے کی ہے، عربی صحافت میں پاکستان و ہند میں ان کی ٹکر کا کوئی انشاپرداز نہیں ہے کسی عرب ملک میں تعلیم حاصل کرنا تو کجا کہیں کا سفر بھی عرصہ تک نہیں کیا تھا، صرف حجاز ایک مرتبہ حج کے لئے اور دوسری مرتبہ موتمر الشباب الاسلامی کے اجلاس میں مندوب کی حیثیت سے شرکت کے لئے گئے تھے، ان کی عربی تحریر پر بڑے بڑے عرب ادباء اور اہل قلم رشک کرتے ہیں، زہد و تقویٰ کے لحاظ سے شَابٌّ نَشَأَ فِی طَاعَةِ اللّٰهِ کے حقیقی مصداق ہیں یہ ہے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا خاندان۔

نسبی لحاظ سے آپ حسنی سید ہیں حضرت حسن بن علیؓ کے خاندان کی اس شاخ سے آپ کا تعلق ہے جس میں عبداللہ المحض تھے۔ آپ کے خاندان نے ہندوستان آکر اپنے نسب کی حفاظت

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں بڑی احتیاط بلکہ ایک حد تک غلو سے کام لیا ہے، نسب کے اس تحفظ کی قیمت بھی ادا کی ہے، یعنی آپس کی شادیوں کی وجہ سے جسمانی صحت کا عمومی معیار بگڑا ہوا ہے لیکن قلوب کی سلامتی اور دین و ایمان کی صحت ایسی ملی ہے جس پر ہزاروں صحتیں قربان ہوں۔

آپ ابھی نو سال کے تھے کہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا، معمولی سی زمینداری تھی اور معاشی لحاظ سے تنگی، قناعت اور صبر و استغناء کی تربیت کا قدرتی انتظام تھا، آپ کی تربیت اور کفالت کی ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب کے سر آئی جو خود ان دنوں طالب علمی سے نئے نئے نکلے تھے اور ایک ٹریننگ لے رہے تھے، لیکن انہوں نے اس خوش اسلوبی اور حوصلہ و عزم سے اس بار کو اٹھایا کہ شفقت پدری سے محرومی ہونے کا احساس نہیں پیدا ہونے دیا۔

ابتدائی تعلیم

قرآن مجید اور فارسی کی کتابیں اپنے وطن رائے بریلی میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے پڑھیں۔ صرف و نحو، ادب و درسیات کی تعلیم شیخ خلیل بن محمد بن شیخ حسین الیمنی سے حاصل کی، شیخ خلیل آپ کو عربی پڑھاتے، عربی میں گفتگو کرتے، اور ہمہ وقت تربیت میں مصروف رہتے۔ آپ کے ذہن کا پہلا سانچہ عرب صاحب نے خالص عربی انداز میں ڈھال دیا، صغر سنی میں آپ نے لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کا امتحان دیا جب کہ درسی کتابوں کا وزن آپ کے وزن سے زیادہ تھا، پہلی کوشش ناکام رہی، لیکن اس کی تلافی دوسرے سال ۱۹۲۹ء میں ہوئی، آپ اے گروپ میں فرسٹ آئے اور انعام کے مستحق قرار پائے، اگرچہ اس وقت بھی عمر ایسی تھی کہ اپنے ہم درس ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تو باپ بیٹے کا فرق معلوم ہوتا، ۱۹۳۰ء میں اسی یونیورسٹی سے فاضل حدیث کا امتحان پاس کیا۔

دینیات کی تعلیم مولانا شبلی جیراج پوری سے اور حدیث کی تعلیم مولانا حیدر حسن خان (خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ) سے حاصل کی۔ یہ دونوں بزرگ دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ تھے، انہی دو سالوں (۳۰-۱۹۲۹ء) میں آپ نے مولانا حیدر حسن خان صاحب شیخ الحدیث ندوہ سے تحقیق کے ساتھ دورۂ حدیث کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے درس حدیث میں شرکت کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر ندوہ آکر علامہ شیخ محمد تقی الدین الہلالی مراکشی (سابق ادیب اول ندوۃ العلماء) سے ادب عربی کی اونچی کتابیں پڑھیں، بچپن میں جو ذوق شیخ خلیل نے پیدا کیا تھا اس کو جوانی میں ہلالی صاحب نے جلا دی۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ آپ نے ہر علم کی علیحدہ علیحدہ تحصیل کی۔

تفسیر اور اسرارِ شریعت کی تعلیم کے لئے آپ لاہور حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حضرت کے درس قرآن[1] میں باقاعدہ شریک رہے۔ کتاب حجۃ اللہ البالغہ سبقاً سبقاً پڑھی، اور اس کے ساتھ ہی روحانی تربیت بھی حاصل کی، اور وہ مجاہدے اور ریاضتیں کیں جن کے لئے بڑے پختہ عمر کے صحت مند انسان بھی آسانی سے تیار نہیں ہو سکتے تھے، حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اپنے شیخ کی بیعت میں داخل کرا دیا اور خود تربیت کی ذمہ داری لی بالآخر خلافت سے سرفراز کیا۔

صحافتی زندگی کا آغاز

لاہور سے واپس آکر آپ ندوۃ العلماء میں مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کے ساتھ "الضیاء" (عربی ماہنامہ) کی ادارت میں شریک ہوئے، مولانا مسعود عالم صاحب آپ کے کمالات کے معترف تھے، اور زندگی بھر اس رفاقت کے قصے مزے لے لے کر بیان کرتے۔ الضیاء میں آپ کے مضامین مقبول ہوئے۔ ایک مفصل مضمون حضرت سید احمد شہیدؒ کی حیات پر عربی میں لکھ کر مصر بھیجا[2] جو "سیرت احمد بن عرفان" کے نام سے مصر کے ممتاز عالم و ادیب محب الدین الخطیب ایڈیٹر "الفتح" نے شائع کیا تھا، آپ کا یہ پہلا عربی رسالہ تھا جو مصر سے شائع ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔

اسی طرح اردو تصنیف "سیرت سید احمد شہیدؒ" بھی سب سے پہلی تصنیف ہے جس سے آپ کی تاریخی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۲، ۲۳ سال سے زیادہ

---

[1] حضرت لاہوریؒ کے "حلقۂ درس قرآن و تفسیر" کے ۱۹۳۳ء کے امتحان میں بھی انتیا نہ آپ نے کامیابی حاصل کی۔ [2] پہلے "المنار" مصر میں شائع ہوا پھر ایک مستقل رسالہ کی صورت میں طبع ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھی، مگر تحریر میں سلاست، ترتیب مضامین میں پختگی، اور انداز بیان میں وہ جوش صداقت ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے جسم کی خشک رگوں میں گرم خون کی لہر دوڑنے لگتی ہے، اس کتاب کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اور بجائے ایک جلد کے اب دو ضخیم جلدوں میں یہ تصنیف مرتب ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

عربی ماہنامہ "الضیاء" مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کی ادارت میں نکلا کرتا تھا۔ آپ ان کے شریک اور معاون تھے، کچھ عرصہ بعد یہ تجویز ہوئی کہ اسکی ادارت آپ کے سپرد کر کے مولانا مسعود عالم صاحب عراق چلے جائیں کہ اسی مقصد سے وہ ندوہ کے اسٹاف میں آکر شریک ہو گئے تھے، مولانا مسعود عالم کے بعد ۱۹۲۷ء میں آپ نے سفینۂ تدریس کو سنبھالا، اور ایک عرصہ تک تفسیر، حدیث اور ادب کے اسباق پڑھاتے رہے۔

قرآن کریم کا مطالعہ اور تفسیر کا علم آپ نے ایسے صاحب دل اور صاحب نسبت بزرگ (حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل کیا تھا جنہوں نے قرآن کریم کی عظمت، محبت اور اس کے لفظ لفظ سے وابستگی اس درجہ پیدا کر دی تھی کہ قرآن کریم کا معجزہ ہونا آپکے لئے ایک علمی نظریہ نہیں بلکہ بدیہی چیز تھی۔ اتفاق یہ کہ آپ کے تینوں اساتذہ خلیل عرب صاحب بلالی صاحب اور حضرت لاہوری قرآن کریم سے غیر معمولی شغف رکھنے والے تھے، اور ان کے اندر اس کا ذوق اس درجہ رچا ہوا تھا کہ قرآن کریم ہی ان کی زندگی کا مرکزی عنوان تھا، تفسیر پڑھاتے وقت آپ قرآن کریم کے دعوتی پہلو، اور ہر زمانہ میں اور ہر بدلتی ہوئی حالت میں اس کے پیغام کی یکسانی، اسکی ہمہ گیری اور فطرتِ انسانی سے ہم آہنگی ظاہر فرماتے اور طلبہ میں قرآن کی عظمت و محبت پیدا کرنے کی سعی فرماتے۔

ادب کی تعلیم میں آپ کا رجحان یہ تھا کہ طلبہ کے اندر لفظ اور جملوں کی لطافت کا احساس پیدا ہو اور جو لذت وہ خود محسوس کرتے ہیں طلبہ بھی اس سے آشنا ہوں۔

زمانۂ تدریس میں آپ طلبہ کے محبوب استاذ تھے۔ اسی زمانہ میں رسالہ "الندوہ" کا دوبارہ اجراء ہوا اور اس کی ادارت آپ کے سپرد کی گئی۔

سنہ ۱۳۷۶ھ کا آپ کی زندگی میں ایک دور ثابت ہوا جب کہ آپ حضرت مولانا

toobaa-elibrary.blogspot.com

محمد الیاس صاحب دہلویؒ سے متعارف ہوئے، حضرت دہلوی کی بصیرت نے آپ کو ایک نظر میں پہچان لیا، انہیں حضرت شہیدؒ کی خاندانی نسبت بھی عزیز تھی اور آپ کا جوہر قابل بھی، ادھر آپ کا شغف ان کی ذات اور ان کے کام سے محبت کی منزل سے گزر کر فنائیت کے حدود تک پہنچ گیا، تدریس کی طرف سے رجحان کم ہونے لگا اور اہل دل بزرگوں سے شغف بڑھ گیا، اسی زمانہ میں آپ کی ملاقات مرشدی و مولائی حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ سے ہوئی حضرت رائے پوریؒ کے جذب اور آپ کے انجذاب نے آپ کو ان کا فریفتہ بنا دیا اور ان کی زندگی کے آخری لمحے تک آپ ان سے وابستہ رہے، اور ان کے دستِ مبارک پر دوسری بیعت کی۔ حضرت رائے پوریؒ نے بھی آپ کو چاروں سلسلہ کی خلافت عطا فرمائی۔

یہاں پر ایک واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ صاحبہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ نے چار کرتے پہنے ہوئے ہیں اور چاروں کا رنگ مختلف ہے، اور ہر رنگ جھلک رہا ہے، اس کی تعبیر یہی تھی کہ تصوف کی قبا آپ کے جسم پر راس آئے گی اور چاروں کا اجراء آپ کی ذات سے ہوگا۔

آپ نے اپنے عہد کے ہر اہل دل بزرگ سے استفادہ کیا اور ہر ایک کے محبوب و عزیز رہے، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی شفقتوں سے بہرہ مند ہو کر آئے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ آپ کو بچپن ہی سے جانتے تھے جب لکھنؤ تشریف لاتے تو ہمیشہ آپ ہی کے مکان پر قیام فرماتے اور گھر کے ایک بزرگ فرد کی حیثیت سے ہر ایک کے ساتھ معاملہ فرماتے۔ اسی طرح مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اور آخر میں شاہ محمد یعقوب مجددی بھوپالی کی صحبتوں سے بھی محظوظ ہوتے رہے، جس اہل نظر نے آپ کو دیکھا وہ آپ کا گرویدہ ہوا اور آپ اس پر فریفتہ رہے۔

تصنیفی خدمات

اب ہم ذیل میں آپ کی تصنیفی خدمات کا تذکرہ تفصیل سے کرنا چاہتے ہیں۔

۱۹۲۹ء میں آپ نے ایک عربی مضمون لکھا، اس کی اصلاح کی خدمت آپ کے استاذ محترم ہلالی صاحب نے انجام دی، پہلے وہ علامہ رشید رضا مصری کے رسالہ "المنار"

toobaa-elibrary.blogspot.com

ں شائع ہوا، اور پھر "ترجمہ السید الامام احمد بن عرفان" کے نام سے علیحدہ کتاب کی شکل میں مصر سے شائع ہوا۔

۱۹۳۶ء میں آپ نے سید صاحبؒ اور ان کی جماعت و خلفاء کا مبسوط تذکرہ ـــ "التذکرہ" کے نام سے لکھا جس کے ۳۰۰ کے قریب صفحات ہیں" ـــ (تراجم علمائے حدیث ہند جلد ۱ ص۵۴۴)

سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدوں میں)

---

۱ آپ کی اس کتاب پر حضرت مولانا محمد اشرف خاں صاحب صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی کا ریویو جو انہوں نے اپنی "علمی و مطالعاتی زندگی" (مطبوعہ ماہنامہ "الحق") میں کیا ہے ملاحظہ فرمائیے :۔ (آپ کی) "چوتھی کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ ہے، امیر المؤمنین فی الہند مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید (رائے بریلوی)، ہمارے بزم دوشین کے گوہر شب چراغ، قافلہ یسین کے سالار، جہاد و حریت کے علم بردار، ناموس شریعت کے پاسبان امیر شہید اور امام شہید (سید اسماعیل شہیدؒ) کے کارناموں میں صحابہ کی حیدراری و فدائیت، اخلاص و تقویٰ اور اتباع شریعت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ آہ ـــ ؎

درمیان کارزار کفر و دین ؂ ترکش مارا خدنگ آخرین

انگریز نے اپنے استعماری مفادات کے پیش نظر ان کی مخالفت کا ایسا صور پھونکا کہ ہما شما یگانے و بیگانے اس کی آواز میں گم ہو گئے اور مظلوم امیر شہید کو (سوائے ایک مخصوص حلقے کے) غیر تو کیا اپنوں نے بھی ہدف ملامت بنایا، خدا کا شکر ہے کہ انہیں کے خاندان کے ایک فرد فرید کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور انہوں نے امیر شہید اور ان کے رفقاء پر سے گرد و غبار کے تو بر تو پردوں کو ہٹایا اور ان کی عظمت جس کے سامنے بالاکوٹ کی بلندیاں پست ہیں دنیا کے سامنے ظاہر ہو گئی، فقیر کے علم میں سید احمد شہید پر حضرت علی میاں (ابوالحسن علی ندوی) اور مولانا غلام رسول مہر کی کتابوں سے بہتر کتابیں نہیں لکھی گئیں"۔

(ماہنامہ الحق بابت ماہ اگست ستمبر ۱۹۷۳ء ص۶۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین:- یہ آپ کی سب سے پہلی عربی تصنیف ہے جس نے آپ کو عالم اسلام میں متعارف کرایا، اس کے آٹھ ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں اور نواں ایڈیشن زیر طبع ہے، مملکت سعودیہ کی وزارت تعلیم نے اس کتاب کو اپنے کلیات (کالجوں) کے نصاب میں داخل کیا ہے۔ انگلستان کا ایک موقر ادارہ انگلش یونیورسٹیز پریس اس کا انگریزی میں دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں قارئین کو یہ معلوم کر کے دلچسپی اور خوشی ہوگی کہ جب اس کتاب کو اس ادارہ نے اپنے علمی مشیروں اور ماہرین فن کے سامنے اظہار رائے کے لئے پیش کیا تو ڈاکٹر بکھنگم (لندن یونیورسٹی میں مڈل ایسٹ سیکشن کے چیرمین) نے ان الفاظ میں اس پر تبصرہ کیا کہ "کتاب کو برطانیہ سے شائع ہونا چاہیے کیونکہ اس صدی میں مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقہ پر ہوئی ہے اس کا نمونہ اور دستاویز ہے"۔

اس کے بالمقابل دوسرے ماہر فن سارجنٹ نے جو کیمرج میں ڈاکٹر آربری کے معاون ہیں یہ رائے دی کہ "اگر برطانیہ میں کسی کتاب کی درآمد پر پابندی لگانے کا رواج ہوتا تو میری سفارش یہ ہوتی کہ اس کتاب کے داخلہ پر پابندی عائد کی جائے، اس لئے کہ اس کتاب میں صرف مغربی تہذیب کی مذمت کی گئی ہے"۔

ان دو متضاد آراء کے پیش نظر ادارہ نے اس کو ایک تیسرے صاحب نظر اور ماہر اسلامیات نامور مستشرق پروفیسر منٹگمری واٹ صدر شعبہ اسلامیات ایڈنبرا یونیورسٹی کے حوالہ کیا کہ وہ اپنی فیصلہ کن رائے دیں انہوں نے اس کتاب[1] کو اشاعت کا مستحق قرار دیا! اور اس کی طباعت کی تائید کی"۔

۱۹۶۵ء میں ایران کے سنجیدہ اور باوقار اسلامی ادارہ "جلسات علمی اسلام شناسی"

---

[1] اس کتاب کا انگریزی ترجمہ "Islam and the World" ہے یہ ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کی کاوش کا نتیجہ ہے، برطانیہ میں یہی ترجمہ شائع ہوا، عربی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ نومبر دسمبر ۱۹۶۱ء کے اسلامک ریویو لندن میں اس کتاب پر شاندار تبصرہ بھی شائع ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رقم) نے اس کا فارسی ترجمہ" با ضعف مسلمین دنیا در خطر سقوط" کے نام سے شائع کیا ہے، معلوم ہوا ہے کہ وہ ایران میں شوق اور دلچسپی سے پڑھا جا رہا ہے۔ اردو فارسی، انگریزی، انڈونیشی اور ترکی میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں، اس کا اردو ترجمہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ چھاپا ہے۔ اس کا نام "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" ہے، اور اس کے ۴۵۲ صفحات ہیں۔ الغرض مصنف کی یہ تصنیف مغرب کیلئے ایک چیلنج اور مشرق کے لئے ایک تازیانہ ہے۔ اس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی چودہ سو سالہ تاریخ جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ پروفیسر مولانا محمد اشرف خان صاحب (اسلامیہ کالج پشاور) اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ " یہ اپنی نوع کی منفرد کتاب اور مصنف کی دیدہ وری، تاریخ دانی، بصیرت اور فکر دینی کا ثبوت، اور ان کی زندگی کا روشن کارنامہ ہے۔" (الحق صـ۶۵)

جناب ڈاکٹر عبداللہ صاحب (فاضل ندوہ، ایم۔ اے پی ایچ ڈی۔ لندن) مشیر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ تحریر فرماتے ہیں کہ "شام کے ایک بلند پایہ ادیب استاذ جواد مرابط نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ وسیع النظر اور تحقیقی مطالعہ کا ذوق رکھنے والے ادباء اور مفکرین کی نگاہ میں یہ کتاب اس صدی کی تین کتابوں میں سے ایک ہے جو عالم اسلام کی ہیں، دوسری دو کتابوں میں ایک علامہ شکیب ارسلان کے حواشی ہیں جو موجودہ دنیائے اسلام نامی کتاب پر انہوں نے لکھے تھے اور تیسری کتاب "الاستعمار و التبشیر" ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کے بعد آپ نے حجاز، مصر، سوڈان کا دورہ کیا اور دوسرے سال کا حج کر کے ۱۳۷۱ھ میں واپس آئے۔ مصر کے دوران قیام میں وہاں کی علمی جمعیتوں کو خطاب کیا، الاخوان المسلمون کے ممبروں کے لئے "ادیداأن أتحدث الی الاخوان" کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا، اور وہاں کے اکثر و بیشتر علمی و دینی شغف رکھنے والے علماء سے رابطہ پیدا کیا جو آج تک باقی ہے۔ حجاز کے علماء، ادباء، مصلحین اور اخبار نویس آپ کی تحریر اور شخصیت سے متاثر ہوئے اور آج تک نیازمندوں اور شاگردوں کی طرح ملتے ہیں۔ جب سے آپ نے تدریسی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کی اعلیٰ مضامین کی آمد اور دعوت

toobaa-elibrary.blogspot.com

تبلیغ کے نئے نئے عنوانات کا ایک چشمہ اُبل پڑا۔ بیسیوں عربی کے رسائل تحریر فرمائے، اور ہر رسالہ سب سے پہلے عرب ممالک میں مقبول ہوا، بعض رسالوں کے ایڈیشن بیک وقت شام، عراق، مصر اور حجاز سے مختلف سائزوں میں شائع ہوئے۔ ایک رسالہ جس کا عنوان ہے۔ "اسمعوھا صریحۃ منی ایھا العرب" ایک لاکھ کی تعداد میں شائع ہو کر تقسیم ہوا۔ تحقیقی کتابوں میں "الارکان الاربعۃ" کے متعلق اہل نظر علماء کا خیال ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی "حجۃ اللہ البالغہ" کے طرز پر یہ دوسرا کام ہوا ہے اور اس کام میں ایک کامیاب اور ترقی یافتہ اضافہ ہے۔ آپ کی تالیفات کی اصل زبان عربی اور پھر دوسرے نمبر پر اردو ہے لیکن اکثر کتابوں کے انگریزی ترجمے ہو چکے ہیں۔ ترکی، انڈونیشی، فرنچ اور ڈچ زبانوں میں بھی چند کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں، فارسی میں اب تک ماذا خسر العالم" کا ترجمہ ہوا ہے، دوسری کتابوں کے ترجمے اب شروع ہوئے ہیں۔ ترکی میں متعدد کتابوں کے ترجمے کئی بار شائع ہوئے ہیں اور مسلسل ہو رہے ہیں۔

افسوس کہ تفصیل کی گنجائش نہیں، مختصراً یہ کہ برصغیر پاک و ہند کا کوئی عالم مصنف اور صاحب فکر عالم اس وقت پورے عالم اسلام میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے زیادہ مقبول نہیں ہے۔ عرب ممالک میں کہیں جائیے۔ کسی کتب خانہ کی چھان بین کیجئے، کسی پروفیسر یا پڑھے لکھے انسان سے دریافت کیجئے وہ آپ کو مولانا کے متعلق اپنی معلومات سے آگاہ کرے گا۔

آپ رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) کے رکنِ رکین ہیں، جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی مجلس شوریٰ کے ممبر ہیں، موتمرِ عالم اسلامی بیروت، موتمر عالم اسلامی (قدس) کے ممبر ہیں۔ شام کی علماء کمیٹی کے ممبر ہیں، جنیوا کے اسلامک سینٹر کے رکن ہیں، ہندوستان میں دارالمصنفین، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور مجلس عمل کے رکن ہیں، اور ندوۃ العلماء کے ناظم ہیں، آپ کے عہد میں ندوہ نے جو عروج حاصل کیا ہے وہ اس سے پہلے کبھی حاصل ہوا تھا اور نہ اسکی توقع کی جا سکتی تھی۔ آپ کے قلم کی جولانی سیرت نگاری میں نمایاں ہے۔ مولانا محمد الیاس، مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا حکیم سید عبدالحی، مولانا فضل الرحمان

toobaa-elibrary.blogspot.com

گنج مرادآبادی کی سوانح حیات آپ تحریر فرما چکے ہیں، ان کا نمایاں وصف یہ ہے کہ کہیں خود نمائی نظر نہیں آتی، آپ دیکھیں گے کہ کسی معاصر بزرگ کی سیرت پر لکھنے والے صاحب سوانح کی بات سے زیادہ اپنی شخصیت نمایاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا قدرۃً مجبور ہوتے ہیں کہ بات بات پر اپنا ذکر کریں۔ مگر آپ ان سوانح کو دیکھئے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے مصنف کی اپنی بھی کوئی حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ "شرق اوسط کی ڈائری" جو عربی اردو میں چھپ چکی ہے، اس کو پڑھ جائیے کہیں آپ کو "میں نے کہا" "میں نے بتایا" "میرے نزدیک" "میرے یہاں" کا ماحول نظر نہیں آئیگا۔ اگر کہیں ذکر آنا ناگزیر ہوا تو بھی اس طرح کہ "ایک خادم نے عرض کیا" "ایک مسافر نے محسوس کیا" "ایک شریک مجلس کا یہ احساس تھا کہ" غرض انکارِ ذات کی جو شکل اس زمانہ میں ممکن ہے وہ ان تحریروں میں ملتی ہے۔" (مکتوب)

تاریخ دعوت و عزیمت (تین جلدیں)[1] پہلی جلد میں پہلی صدی ہجری سے لے کر نویں صدی

---

[1] مولانا محمد اشرف خاں صاحب نے دوسرے نمبر پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے، انکا اس کتاب پر تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیے: "دوسری کتاب تاریخ دعوت و عزیمت ہے جو امتِ مسلمہ کے لافانی کمالات، سجاودانی اثرات، دائمی ثمرات بار آور مزاج، مثمر فطرت اور زرخیزی زمین کا بیّن ثبوت ہے۔ حضرت علی میاں مدظلہ نے یہ کتاب لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کر دیا ہے، اسلامی دعوت و عزیمت کے اعاظم الرجال اپنے ماحول میں جن فتن و آزمائشوں سے دوچار ہوئے اور انہوں نے اپنی خداداد بصیرت و ذہانت، علم و معرفت، للہیت و تقویٰ، بیداری و عزم، قربانی و فتوت سے تاریخ کے مختلف ادوار میں امت کی شکستہ صفوں کو ثبات بخشا، ان کی رہنمائی کی اور اسے ساحل مراد تک پہنچایا، وہ امتِ مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ خاص، امت کی فضیلت اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معجزہ ہے۔ اس اعجاز و کمالات کا ایک زندہ و پرشعور، جاندار و پرسوز متحرک عمل و مفید علمی مرقع و مجموعہ ایک سید و سعید قلم کے ہاتھوں مرتب ہو گیا ہے جس کے مطالعہ سے امت کی بقا و ترقی کے بارے میں یاس و قنوطیت کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور مستقبل میں بھی رحمت الٰہیہ سے ایسے نفوس قدسیہ کے پیدا ہونے کی امید پیدا ہو جاتی ہے کہ یہ امت لافانی، یہ دین ابدی ہے۔"

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہجری تک کی رو داد اصلاح و دعوت کا پر اثر بیان ہے شخصیتوں کے لحاظ سے سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ سے لے کر مولانا جلال الدین رومیؒ تک کے اصحاب دعوت و عزیمت کا تعارف اور ان کے مصلحانہ اور اولوالعزمانہ کارناموں کی تفصیل ہے۔ اس کے بڑے سائز کے ۳۸۶ صفحات ہیں۔ دوسری جلد میں شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی سوانح حیات، ان کی صفات و کمالات، ان کی علمی و تصنیفی خصوصیات، ان کا تجدیدی و اصلاحی کام اور مقام اور ان کی اہم تصنیفات کا مفصل تعارف اور ان کے ممتاز تلامذہ اور منتسبین کے حالات ہیں۔ یہ دونوں جلدیں مطبع معارف اعظم گڑھ سے شائع ہوئیں، تین تین چار چار سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں۔

تیسری جلد۔ میں خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کی سوانح حیات، ان کے صفات و کمالات، ان کے تجدیدی و اصلاحی کام اور مقام، ان کے تلامذہ و منتسبین و مسترشدین کا تعارف، ابتداء میں اس ملک میں سلسلہ چشتیہ کی آمد، تبلیغ اسلام اور خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور ان کے جانشینوں کا تذکرہ ہے۔ یہ جلد مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔

ہندوستانی مسلمان:۔ اس کتاب میں ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کا کردار ان کے شہرۂ آفاق علمی و تعمیری کارنامے، زندگی و تمدن پر گہری چھاپ، جنگِ آزادی میں قیادت و رہنمائی اور ان کے موجودہ مسائل کا بیان ہے۔ عربی، اردو اور انگریزی تینوں زبانوں میں پیش کی گئی ہے۔ عربی نام "المسلمون فی الهند" ہے، اور انگریزی "Muslims In India" ہے۔ انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمد آصف قدوائی صاحب کے قلم سے ہے۔ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا ہے۔

قادیانیت۔ ردِ قادیانیت پر آپ کی یہ ایک اہم سنجیدہ کتاب ہے جس میں مناظرانہ طرز سے ہٹ کر خالص علمی، تحقیقی اور تاریخی نقطۂ نظر سے تحریک قادیانیت اور ربانی تحریک کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ۱۹۶۶ء تک اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے تھے، پاکستان میں بھی ایک ایڈیشن نظر سے گزرا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ اس کا نام "Qadyanism" ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کش مکش" کی افادیت کا تذکرہ کئے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ موجودہ دور میں فتنہ افرنگ نے اپنی ہوش ربائی، مکر و کید، ظاہری چمک دمک، مادی ترقیات سے جس طرح اسلامی ممالک کو مسحور کیا ہے اور انہیں اپنی راہ پر لگا دیا ہے، مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے عظیم المیہ ہے۔ اس کتاب میں مختلف زاویوں سے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے، کتاب قابلِ دید و لائق داد ہے۔" (مولانا محمد اشرف خاں صاحب)

اپریل ۱۹۶۴ء میں لکھنؤ سے اسکا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا صفحات ۲۶۰

"سوانح حیات مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ" پر مولانا محمد اشرف خاں صاحب کا تبصرہ پڑھئے:

"تیسری کتاب سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ ہے جس کی ہر سطر کسی سوختہ ساماں کے ربودہ قلب اور سینہ بریاں کی پکار ہے۔ علی میاں نے اپنے شیخ کو محض ذاکر شاغل بزرگ اور زاہد مرتاض کی حیثیت سے پیش نہیں کیا نہ ہی ان کی کرامات حسی کا تذکرہ کیا بلکہ اپنے شیخ عالی مقام کی بصیرتِ فن، اعتدالِ مسلک، وسعتِ قلب و جامعیت، حقائق بینی و مہارتِ سلوک اور تربیت کے غوامض و دقیقہ رسی کا بیان اس انداز سے فرمایا ہے۔ کہ دل و دماغ، نفس و روح سیراب و شاداب ہو جاتے ہیں، ان کی زندگی کے واقعات بتاتے ہیں کہ ہمارے بوریا نشین گلیم فقر میں کس طرح مختلف طبقات کے دلوں پر شاہی کرتے تھے، اور معاشرہ پر اثر انداز ہوتے تھے۔ یہ سچ ہے۔[۵]

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ایسا وہ سپاہ کی تیغ بازی یہ نگاہ کی تیغ بازی

"نیا طوفان اور اس کا مقابلہ":۔ یہ بھی آپ کی عربی کتاب ردۃ ولا ابا بکر لہا کا ترجمہ ہے:" ایک نہایت اہم، وقیع اور پر اثر مقالہ ہے۔ جس کا پڑھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے:" اس مقالہ پر مولانا محمد اشرف صاحب کے تاثرات" صدقِ جدید" لکھنؤ میں پانچ قسطوں میں شائع ہوئے۔ انگریزی میں بھی اس کتاب کا ترجمہ لکھنؤ میں چھپ چکا ہے۔

---

[۵] اس کتاب کے ۱۵ ابواب ہیں بڑے سائز کے ۳۵۲ صفحات ہیں، دوسرا ایڈیشن بھی ختم ہونے کو ہے۔ مقدمہ مولانا محمد منظور نعمانی کے قلم سے ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت"؛ "مولانا موصوف کی جس کتاب نے سب سے پہلے گھائل کیا وہ سوانح مولانا الیاس ہے۔ جو بار بار پڑھی اور ہر مرتبہ قلب و روح نے لطف تازہ پایا۔ ایک مردِ حق آگاہ جس کی زندگی ؎

مسلمانی غم دل در خریدن — چو سیماب از تپ یاراں تپیدن
حضور ملت از خود در گذشتن — دگر بانگ "انا الملت" کشیدن

کا عملی نمونہ تھی، اس کا سراپا سوانح ایک دلفگار قلم نے آب دیدہ و خون جگر سے لکھا ہے، کمال یہ ہے کہ جذبات کا تلاطم اور جوش محبت کتاب کی سنجیدگی، ثقاہت و ہوش پر غالب نہیں آیا۔ سچ ہے ؎

در کف جام شریعت در کف سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام سندان باختن۔ (مولانا محمد اشرف)

کتاب کا مقدمہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے ایجاز رقم کا اعجاز ہے۔

"مکتوبات مولانا محمد الیاس"۔ عنوان تعارف کا محتاج نہیں، ہند اور پاکستان سے اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ کتب خانہ انجمن ترقی اردو دہلی سے پہلی بار شائع ہوئے۔ سال اشاعت ۱۹۵۲ء ہے، صفحات ۱۴۴ ہیں۔

"مکاتیب یورپ"۔ آپ انیس ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء کو اسلامک سینٹر جنیوا کی دعوت پر جنیوا تشریف لے گئے اور یورپ کے مختلف ملکوں کا دورہ کیا۔ ان شہروں میں لندن، پیرس، گلاسکو، جنیوا، برلن اور اسپین کے شہر قابل ذکر ہیں۔ ان خطوط میں ان ملکوں کی دینی، اخلاقی، تاریخی اور تمدنی حالت پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ لکھنؤ سے شائع ہوئے۔

"حیات عبدالحی"۔ آپ نے والد کی سوانح لکھی جو ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوئی، سال اشاعت ۱۹۷۰ء ہے۔ اور بڑے سائز کے ۴۰۴ صفحات ہیں۔

"دو ہفتے ترکی میں"۔ اسے سعید الاعظمی ندوی نے عربی میں "اسبوعان فی ترکیا الاسلامیۃ الحبیبۃ" کے نام سے منتقل کیا جو لکھنؤ کے عربی رسالہ "البعث الاسلامی" بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ میں بالاقساط طبع ہوا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"دو ہفتے ترکی میں" یہ کتاب مکتبہ اسلام لکھنؤ سے ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی اسکے صفحات ۱۱۶ ہیں۔

"معرکہ ایمان و مادیت" (سورۂ کہف کا مطالعہ تفسیر قرآن، حدیث، قدیم تاریخ، جدید معلومات اور حالاتِ حاضرہ کی روشنی میں) عربی کتاب کا مولانا محمد الحسنی کے قلم سے اردو ترجمہ ہے۔ اب ملک برادرز "تاجران و ناشران کتب کارخانہ بازار لائل پور نے اسے خوبصورتی کے ساتھ (مجلد) ۱۳۶ صفحات میں شائع کیا ہے۔ محبت فاتح عالم۔ مطبوعہ لکھنؤ

کاروانِ مدینہ۔ "الطریق الی المدینۃ" عربی کتاب کا آپ کے اور آپ کے عزیزوں کے قلم سے اردو ترجمہ ہے۔ مختلف تقریروں اور مضامین کا مجموعہ جن کا تعلق ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک سیرت، اس کی تعلیمات، پیام، اس کے عطیات و احسانات اور اس کے عالمگیر نتائج و اثرات سے ہے۔ آخر میں ایک نعتیہ تمثیلی مشاعرہ بھی ہے۔ جس میں فارسی اور اردو کے مشہور شعراء کا بارگاہ نبوی میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ ۲۹۴ صفحات میں، مکتبہ اسلام لکھنؤ سے یہ مجموعہ شائع ہوا۔ ○ ذکر خیر (اپنی والدہ کا سوانحی تذکرہ)

جب ایمان کی بہار آئی۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۴ء بڑے سائز کے ۲۷۲ صفحات۔

دریائے کابل سے دریائے یرموک تک۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۴ء بڑے سائز کے صفحات ۳۰۴۔ ○ مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں (لکھنؤ، لاہور)

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی: یہ چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم کا سوانحی تذکرہ ہے۔ ○ دو انسانی چہرے قرآنی مرقع میں۔

طوفان سے ساحل تک: یہ نو مسلم محمد اسد صاحب کی کتاب "الطریق الی مکۃ" (Road to Mecca) کا خلاصہ ہے جو مصنف کی اجازت سے آپ نے شائع کیا۔ ○ رمضان اور اس کے تقاضے۔ مطبوعہ لکھنؤ صفحات ۴۶)

پرانے چراغ، بار اول ۱۹۷۵ء لکھنؤ بڑے سائز کے ۴۶۴ صفحات،

مذہب و تمدن۔ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل یہ آپ کا ایک تحقیقی مقالہ ہے جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی تحریک و فرمائش پر لکھا گیا۔ اور ۱۹۴۲ء کی ایک منتخب مجلس میں (جس میں جامعہ کے فاضل اساتذہ، طلبہ اور دہلی کے اہل علم و اہل ذوق شریک تھے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پڑھا گیا اور پسند کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں مکتبہ جامعہ ملیہ کی طرف سے دہلی سے شائع ہوا اور جلد نایاب ہوگیا، دوبارہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا، پھر آپ کی اجازت سے ادارہ نشریاتِ اسلام رحیم یار خاں سے شائع ہوا، اس میں مذہب، فلسفہ اور تمدن کے مشترکہ سوالات پر نہایت عمدگی کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

شرقِ اوسط میں کیا دیکھا؟ (۔) مقام انسانیت، ( ) پیام انسانیت، ( ) سیرت محمدی کا پیغام بیسویں صدی کی دنیا کے نام ( ) عرب قوم پرستی اسلامی نقطہ نظر سے خطرناک کیوں؟ ( ) سیرت نبوی دعاؤں کے آئینے میں ( ) لسانی وتہذیبی جاہلیت کا المیہ اور اس سے سبق ( ) ایک اہم دینی دعوت ( ) نقوش اقبال۔ یہ آپ کی مشہور عربی کتاب "روائع اقبال" کا مولانا شمس تبریز خاں کے قلم سے رواں دواں اردو ترجمہ ہے۔ پہلا ایڈیشن لکھنؤ سے شائع ہوا، اور دوسرا حال ہی میں کراچی سے۔ بڑے سائز کے ۲۹۴ صفحات ہیں، مجلس نشریاتِ اسلام ناظم آباد والوں نے اسے خوبصورتی کے ساتھ چھاپا ہے۔ ( ) عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب، ( ) انسان کی تلاش ( ) نشانِ راہ ( ) صورت وحقیقت ( ) ہندوستانی یورپ ( ) مرد خدا کا یقین، ( ) نیا خون ( ) آنکھوں کی سوئیاں ( ) یہ اخلاقی گراوٹ کیوں؟ ( ) ہندوستانی سماج کی جلد خبر لیجئے۔ ( ) طالبانِ علوم نبوت کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں، ( ) صحبتے با اہل دل (دوسرا ایڈیشن) ( ) اصلاحیات ( ) تبلیغی تقریریں، ( ) آپ بیتی (آپ حج کیسے کریں؟ ( ) روشنی کا مینار ( ) مذہب یا تہذیب ( ) مسلمانوں پر ایک نظر ( ) دنیا کی سالگرہ۔

عربی تصانیف

مختارات من ادب العرب۔ یہ کتاب دوسری بار بیروت سے شائع ہوئی، عربی ادب کے طلبہ کے لئے ایک بیش قیمت خزانہ ہے بڑے سائز کے ۴۰۲ صفحات ہیں پشاور یونیورسٹی (ایم۔اے عربی) کے نصاب میں داخل ہے۔

الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ والغربیۃ۔ ۱۹۶۵ء میں پہلی بار لبنان

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے شائع ہوئی، صفحات ۲۵۶ ہیں (رجال الفکر والدعوۃ۔ دار الفتح دمشق سے شائع ہوئی ۔ ۳۰۴ صفحات ہیں، ابتدائیہ کلیۃ الشرعیہ دمشق کے فاضل مدیر جناب مصطفیٰ السباعی (مرحوم) کے قلم سے ہے۔ پہلی بار ۱۹۶۰ء میں شائع ہوئی، دوسری بار ۱۹۶۵ء میں (القادیانی والقادیانیہ (صفحات ۱۵۴) اس موضوع پر عربی زبان میں یہ اولین تصنیف ہے۔ تیسرا ایڈیشن جاری ہے۔ (روائع اقبال۔ عربوں کو پہلی بار اقبال کا جس نے تعارف کرایا، مطبوعہ دار الفتح بیروت، صفحات ۱۹۲ پہلی بار لکھنؤ سے پھر بیروت سے بھی دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ (الارکان الاربعۃ۔ (الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الصوم، الحج) فی ضوء الکتاب والسنۃ مقارنۃ مع الدیانات الاخری۔ مطبوعہ ۱۹۶۷ء دار الفتح بیروت۔ بڑے صفحات ۲۸۶

ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین، اس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب کا ابتدائیہ سید قطب کے قلم سے ہے، ۱۹۵۰ء میں مکتبہ دار العروبہ، قاہرہ (مصر) سے اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہوا، اب آٹھواں جاری ہے۔ صفحات ۱۳۸۔ بڑا سائز)

المسلمون فی الھند، اس پر شام کے مشہور ادیب علی طنطاوی نے مقدمہ لکھا ہے۔ دار الفتح دمشق سے شائع ہوئی، اس کے ۱۶۰ صفحات ہیں۔

ربانیۃ لا رھبانیۃ (طبع دوم) بیروت، (۱۳۸۸ھ) صفحات ۱۷۴۔

حدیث مع الغرب۔ مطبوعہ دار الارشاد بیروت (۱۹۶۷ء) صفحات ۱۲۴۔

الطریق الی المدینۃ۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۷۱ء صفحات ۲۴۱، و مطبوعہ حجاز۔

مذکرات سائح فی الشرق العربی۔ مکتبہ وہبہ مصر ۱۹۵۴ ص ۳۰۴

اذا ھبّت ریح الایمان۔ مطبوعہ دار عرفات، رائے بریلی، انڈیا، بہت خوبصورتی کے ساتھ چھاپی گئی ہے۔ سال اشاعت ۱۳۹۳ھ ہے اور صفحات ۲۸۰ ہیں۔

نظامان الھیان للغلبۃ والانتصار۔ مطبوعہ دار عرفات رائے بریلی صفحات ۴۰۔

الصراع بین الایمان والمادیۃ۔ مطبوعہ ۱۹۷۱ء، دار القلم کویت۔

موقف العالم الاسلامی، قصص النبیین للاطفال (۱، ۲، ۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسمعوها منی صریحة ایها العرب (مطبوعہ ندوہ) ولا ابا بکر لها (
الفتح للعرب المسلمین (مطبوعہ دار عرفات، جدیدہ) تعداد ایک لاکھ۔ (
مواساة ام مساواة؟ مطبوعہ لکھنؤ (۱۳۸۶ھ) رائے بریلی) صفحات ۳۶ (
منہج افضل فی الاصلاح للدعاة والعلماء بار دوم لکھنؤ سنہ ۱۹۷۱ء)
کارثة العالم العربی واسبابها الحقیقیة۔ مطبوعہ دائرہ بریلی، ندوة العلماء -
اسمعی یا ایران۔ مطبوعہ دار عرفات، رائے بریلی، ۱۳۹۳ھ صفحات ۴۰۔
قارنوا بین الربح والخسارة یا زعماء (
اسمعی یا مصر۔ ندوہ) (
العرب۔ لکھنؤ (۱۳۸۷ھ) (
ثورة فی التفکیر۔ (
الی ممثلی
البلاد الاسلامیة صفحات ۲۴، مطبوعہ ۱۳۶۶ھ (
معقل الانسانیة لکھنؤ۔
الدعوة الاسلامیة فی الهند، (
ملت ابراهیم۔ (
بین
الصورة والحقیقة، (
کیف توجه المعارف، (
واذن فی الناس
بالحج مطبوعہ بیروت (
دعوة وتاریخ (
موقف المسلم (
المضیف
والجائع، (
الی الاسلام من جدید مطبوعہ قاہرہ (مصر) (
النبوة
والانبیاء فی ضوء القرآن مطبوعہ ندوة العلماء لکھنؤ سنہ ۱۹۶۳ء ص ۱۵۶۔ (
القراءة
الراشدہ ۳ جز لکھنؤ (۱۹۶۷) صفحات ۸۸۔ ج ۲ ص ۱۱۲، ج ۳ ص ۱۶۰، (
تاملات
فی سورة الکهف (
ارید ان اتحدث الی الاخوان (
نزهة الخواطر ۸ ج
(
منثورات من ادب العرب مطبوعہ لکھنؤ (
المد والجزر فی تاریخ
الاسلام (
من نهر کابل الی نهر الیرموک۔ مطبوعہ بیروت جون سنہ ۱۹۷۴ء۔
) النبی الخاتم (عربی) لکھنؤ سنہ ۱۹۷۵ء المجمع الاسلامی العلمی ص۔ب ۱۱۹ لکھنؤ
$\frac{۲۲ \times ۱۸}{۸}$ سائز کے ۹۲ صفحات جو ندوہ کے عربی پریس میں خوبصورت ٹائپ اور عمدہ کاغذ پر چھپی ہے۔
(
) المسلمون و دورهم۔ (عربی) مطبوعہ مکتبة الامل کویت۔ اس میں دو تین اور بھی اہل قلم آپ کے ساتھ شریک ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

نزھۃ الخواطر ج۸ :۔ اس کتاب کی سات جلدیں آپ کے والد علامہ حکیم سید عبدالحی الحسنیؒ خود مرتب کر گئے تھے (ان کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے) آٹھویں جلد وہ ادھوری چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے" جسے آپ کے نامور فرزند مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے پایہ تکمیل کو پہنچایا اور یہ آخری اور آٹھویں جلد ۱۹۷۰ء/ ۱۳۹۰ھ میں دکن سے پہلی بار شائع ہوئی ہے جب کہ پہلی جلد دکن ہی سے ۱۹۴۷ء ۱۳۶۶ھ میں طبع ہوتی تھی"

(تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہند دوسری ج ص۴۰۸) اسی کتاب میں ص۴۱۵ پر آپ کی بعض کتابوں پر مختصر سا تبصرہ بھی موجود ہے :۔

"عربی واسلامی علوم کی خدمات کے سلسلے میں چند ایک اور نام بھی قابل ذکر ہیں ان میں عبداللہ شاہ حیدر آبادی مصحح ومرتب زجاج المصابیح، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، جو عربی کے مایہ ناز ادیب وانشا پرداز ہیں اور عربی میں کئی ایک بلند پایہ علمی کتابوں کے مصنف ہیں جیسے "موقف العالم الاسلامی" "القادیانیۃ" اور "روائع اقبال" اور اسی کتاب کے آخری صفحہ ۴۳۲ پر یہ عبارت ہے کہ "آجکل کی دنیا میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتب عربی میں ترجمہ ہو چکی ہیں، اسی طرح مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بھی عربی میں کام کیا ہے"۔

افسوس کہ جامع پنجاب سے شائع ہونے والی اس کتاب میں سید ابوالحسن علی ندوی پر ان کے شایان شان کچھ نہیں لکھا گیا مولانا مودودی صاحب کے بعد "بھی" لگا کر یہ تاثر دیا گیا ہے کہ اصل کام مولانا مودودی صاحب نے کیا ہے اور ضمناً علی میاں نے بھی، حالانکہ عربی زبان میں خود مولانا مودودی صاحب نے ایک پمفلٹ بھی نہیں لکھا کہ جو لکھا وہ جسنے ترجمہ کرایا اور کرایا وہ جسنے ۵۰ کے قریب خود عربی زبان میں لکھیں اور جنہیں عرب دنیا نے خراج تحسین پیش کیا۔ تاریخ ادبیات دسویں جلد ص۲۴۰ میں بھی آپکے ساتھ انصاف نہیں کیا[۱]

---

[۱] مولانا عبدالعزیز میمن پر دوسری جلد میں مستقل ڈھائی صفحے لکھے گئے ہیں، مولانا مودودی صاحب پر بھی مستقل عنوان کے تحت لکھا گیا ہے لیکن آپ پر صرف مذکورہ بالا چند سطریں لکھ کر گلو خلاصی کی کوشش کی گئی ہے اہل علم وتحقیق کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ تحقیق کے میدان میں بلا تعصب کام کرنا چاہیئے۔ اللہ تعصب سے بچائے آمین۔ ۱۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

گیا۔ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:۔

"جس طرح علامہ شبلی، مولانا ابوالکلام اور مولانا اشرف علی تھانوی دینی ادب کے ایک خاص رجحان کی علامت اور اس کے نمائندے ہیں اسی طرح مولانا مودودی بھی اس نئی تجدیدی روایت کا نشان ہیں۔ لیکن اس روایت کی تعمیر میں وہ اکیلے نہیں ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی اس نئی روایت کے معمار ہیں....

.....مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے "سیرت سید احمد شہید" "تاریخ دعوت و عزیمت"، "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" مذہب و تمدن اور عربی اور اردو میں متعدد کتب کے ذریعہ اسلامی دعوت کے نقوش نمایاں کئے۔" تین چار سطروں کے اس اقتباس کو ۱۳ صفحات کے مقابلہ میں کیا نام دیں، مولانا محمد اشرف خاں صاحب نے بیجا گلہ نہیں کیا کہ "تاریخ ادب کا یہ المیہ ہے کہ بہت سے عظیم ادیب جن کے ادبی شاہپارے زبان و ادب کا اعلیٰ نمونہ تھے "بزم ادب" اور "ادیبوں کی محفل" میں اسلئے جگہ نہ پا سکے کہ وہ علم و تقویٰ کی مجالس کے بھی رکن رکین تھے اور "روایتی ادیبوں" کا جامہ پہن کر نہیں آئے تھے"۔

(ماہنامہ الحق ص ۶۶)

آپ کی کئی ایک تصانیف کا تذکرہ نہیں کر سکا کہ باقی معلوم نہیں ہیں۔ ان مستقل کتابوں کے علاوہ کئی ایک بلند پایہ کتب پر آپ نے ابتدائیے تحریر فرمائے، ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی (۲) حیاۃ الصحابہ از حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلویؒ مطبوعہ بیروت، (۳) اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک از مولانا محمد زکریا صاحب (۴) سیرت مولانا محمد علی مونگیری۔ (۵) صدر یار جنگ از مولوی شمس تبریز خاں پر ۴۸ صفحات کا مقدمہ، (۶) جاھلیۃ اللغۃ وجنایتھا علی الدین والانسانیۃ، (۷) الادب العربی بین عرض ونقد از محمد رابع ندوی (۸) العقیدۃ السنیۃ فی شرح العقیدۃ الحسنۃ از مولانا محمد اویس ندوی (۹) مذکرات الدعوۃ والداعیۃ" للامام الشہید حسن البنا پر ۸ صفحوں کا مقدمہ۔ (۱۰) مقالات سیرت از

toobaa-elibrary.blogspot.com

ڈاکٹر محمد آصف قدوائی (۱۱) طوفان سے ساحل تک از محمد اسد ترجمہ محمد الحسنی پر آپ کا مفصل مقدمہ ہے۔ (۱۲) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ از محمد ثانی حسنی مدیر ماہنامہ رضوان لکھنو پر ۲۰ صفحات کا مقدمہ۔ (۱۳) صحبتے با اولیاء (ملفوظات مولانا محمد زکریا صاحب مرتب مولانا تقی الدین ندوی پر ۹ صفحات کا مقدمہ نیز اسی کتاب میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے "معمولات و نظام الاوقات" پر ۱۱ صفحات کا مضمون بھی شامل ہے۔ (۱۴) "محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے" مولفہ مولانا تقی الدین ندوی پر مقدمہ (۱۵) "فن اسماء الرجال" وہی مصنف اس پر بھی مقدمہ لکھا ہے۔ (۱۶) پیش لفظ مولوی محمد ہارون کاندھلوی

آپ کا انداز تحریر

آپ کے انداز تحریر پر مولانا محمد اشرف صاحب (صدر شعبۂ عربی، اسلامیہ کالج پشاور) یوں اظہارِ رائے کرتے ہیں۔

"اقبالؒ نے اپنی غزل کے بارے میں کہا ہے ؎

میں کہ میری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگذشت کھوئے ہوؤں کی جستجو
خون دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو

یہی بات علی میاں کی نثر پر صادق آتی ہے کہ ان کی تحریر میں ان کے دردمند دل کے ٹکڑے اور سوختہ جگر کا لہو شامل ہے۔ ان کی ہر کتاب علم و ادب کا قیمتی سرمایہ ہے۔ دین و دانش کا خزینہ، عشق و عقل کا آمیزہ اور قدیم و جدید کا سنگم ہوتی ہے۔ ان کی تحریر کے یہ جواہر سب سے زیادہ ان کی جدید اور قابلِ فخر بلکہ شاہکار کتاب "الارکان الاربعہ" میں چمکے، کھلے اور نکھرے ہیں۔ یہ کتاب ادب و انشاء کا بہترین نمونہ حرف و معنی کا اعجاز، وارداتِ قلبی اور دلائل عقلی کا حسین امتزاج اور بیک وقت دل و دماغ کی طمانیت و تسلی کا سامان ہے، دیگر مذاہب سے عباداتِ اسلامی کا موازنہ اور اسلامی عبادات کی خوبی و فوقیت پر استدلال۔ جدید و قدیم دونوں طبقات کے لئے برہانِ ساطع و دلیل قاطع ہے، امید ہے کہ علی میاں مدظلہٗ کی یہ کاوش احیاء علوم الدین (غزالی) اور حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہؒ) کے پہلو بہ پہلو حیاتِ

toobaa-elibrary.blogspot.com

جاوید پائے گی اور حقانیت دینی کا روشن مینارہ بنی رہے گی .... ہر کتاب ان کی تحریر کے خصوصی امتیازات کی حامل ان کی بے چین روح اور پر سوز دل کی پکار ہے جس کا بنیادی مقصد احیاء دینی اور ملت کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ (آپ) اپنی جلالت شان علمی و نظری خدمات دینی اور دعوتی سرگرمیوں کی بنا پر عرب و عجم میں یکساں مقبول اور عالمگیر شہرت کے مالک ہیں، ان کی کتابیں متعدد مشرقی و مغربی زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہیں، اردو اور عربی دونوں زبانوں پر یکساں مہارت و عبور ہے۔ عربی میں ایک خاص مبتکرانہ اسلوب نگارش کے موجد ہیں، یہ طرز تحریر عربی ادب عالیہ کی ایسی صنف ہے جس میں دینی علوم کمال فصاحت و بلاغت و عمدہ زبان میں جدید و قدیم طبقہ کے سامنے سامنے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ علی میاں کی زبان میں عذوبت و حلاوت درد و سوز، بلندی فکر، داعیانہ ولولہ، عاشقانہ جذب، مؤرخانہ تحقیق، عالمانہ احتیاط، حکیمانہ دانش، ادیبانہ رعنائی اور ساحرانہ تاثیر پائی جاتی ہے۔ وہ خود سراپا سوز و درد ہیں، ان کا خمیر محبت و نرمی سے عبارت ہے، علم و تقویٰ نے ان سے فروغ پایا ہے اور جامعیت علوم کی مسند ان سے مزین ہے، مشرق و مغرب کے دینی و عصری تقاضوں اور جدید طبقے کے نبض آشنا ہیں، ان کی تحریر دلوں کے اندر اتر جاتی ہے اور بیک وقت دل و دماغ دونوں کی تسلی کا سامان مہیا کر دیتی ہے۔"

(ماہنامہ الحق ص ۶۳)

اخلاق و کردار

"اس بین الاقوامی شہرت و مقبولیت، خلق خدا کی گرویدگی، اہل اللہ کی محبت و شفقت نے طبعی انکسار اور فروتنی پر آنچ نہیں آنے دی۔ وہ اپنے معاصرین کے قدردان ہیں، ان کا اکرام کرتے ہیں۔ عمر و تجربہ میں جو لوگ بڑھے ہوئے ہیں ان سے چھوٹوں کی طرح ملتے ہیں، اپنے معاصرین کی کتابوں کا حوالہ اپنی بلند پایہ تصانیف میں بے تکلفی سے دیتے ہیں، تواضع و انکساری کا انتہائی نمونہ یہ ہے کہ آپ نے "الطریق الی المدینۃ" میں ایک ایسے مضمون کا ترجمہ خود اپنے قلم سے کیا ہے جس کے لکھنے والے کا حوالہ کبھی آپ کے شاگرد در شاگرد بھی دیتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

عار سمجھتے ؛

"اسلام اینڈ دی ورلڈ" کے آخری سرورق پر آپ کا یوں تعارف کرایا گیا ہے:

The author is one of the most reputed Muslim scholars and Muslim leaders of his time, not only in India but in the entire Muslim World. He is intimately associated with a number of Muslim religious and literary institutions and associations all over the World. He has written about fifty books in Urdu and Arabic on subjects related to Islam and Muslims, some of which have already been translated into English, French, Turkish, Persian and other languages.

آپکی وہ چند عربی، اردو کتابیں جن کے ترجمے انگریزی زبان میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

(۱) مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں۔ (۲) ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں۔ (۳) معرکہ ایمان و مادیت۔ (۴) اسلام مکمل دین مستقل تہذیب (۵) لسانی و تہذیبی جاہلیت کا المیہ۔ (۶) ایک بہتر ہندوستانی سماج کی تشکیل (۷) قادیانیت۔ اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت (۸) آنکھوں کی سوئیاں۔ (۹) عصر جدید کا چیلنج اور اس کا جواب۔ انسانیت کا پیغام مشرق و مغرب کے نام۔

ؔ مکتوب از ڈاکٹر عبد اللہ ندوی ایم۔ اے پی ایچ ڈی (لندن) مشیر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ ؎ یہ کتاب کئی سال پہلے لکھی گئی تھی اس لئے اس میں صرف ۵۰ کتابوں کا تذکرہ آیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سید سلیمان ندوی نے "یادِ رفتگان" صفحہ ۵ پر آپ کے والد مرحوم کے تذکرہ کے آخر میں آپ کے بارے میں یوں لکھتے ہیں :-

"مرحوم کے دوسرے صاحبزادے جو دوسری بیوی سے ہیں اس وقت بالکل ہی کم سن تھے۔ اس لئے ان کا ذکر اس وقت نہ کیا جا سکا، آج وہ سید ابو الحسن علی ندوی کے نام سے مشہورِ روزگار ہیں۔ اور تبلیغ دین کے کام میں پورے انہماک کے ساتھ مصروف ہیں، دو تین سال سے حجاز میں دعوت کے کاموں میں لگے ہیں، امسال حجاز اور مصر کی فضائیں ان کی دعوت کے نغموں سے مسحور ہیں۔ اور اسی مناسبت سے وہ ایک سال سے حجاز اور مصر میں مقیم ہیں، اللہ تعالیٰ نے عربی تقریر و تحریر کی دولت ان کو عنایت فرمائی ہے جس کو وہ بحمد اللہ کہ دین کی راہ میں لٹا رہے ہیں۔"

مولانا ابو الحسن علی ندوی خود تحریر فرماتے ہیں کہ "مولانا (حضرت لاہوریؒ) اپنے مسترشدین و خدام کے ساتھ نہایت شفقت اور نوازش کا معاملہ فرماتے اور اس بارہ میں " وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ پر عمل کرتے، ہر شخص کو اپنا حال معلوم ہے۔ میں مولانا کے مکتوبات پڑھتا ہوں تو ان کی پدرانہ شفقت اور مربیانہ عنایت کو دیکھ کر دل پر چوٹ لگتی ہے اور اپنی نااہلی و ناکامی کو یاد کر کے سر ندامت سے جھک جاتا ہے، یہ خطوط قلبِ حزیں کی تسکین اور یاس و دل شکستگی کے شدید حملوں کے وقت سکون و تقویت کا بڑا ذریعہ ہیں۔ ؎

بہرِ تسکینِ دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقتِ ناز کچھ جنبش ترے ابرو میں تھی

یہاں پر صرف دو اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔

۲۷ فروری ۱۹۴۸ء کے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں "چونکہ آپ میرے ہیں اس لئے اللہ کا جو فضل بھی آپ پر ہو وہ میرے لئے باعثِ صد فخر ہے، مجھے جس طرح مولوی حبیب اللہ سلمہٗ (فرزند اکبر) کی ترقی سے فرحت ہو سکتی ہے اسی طرح بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بعض وجوہ کی بنا پر اس سے زیادہ خوشی اور سرور آپ کے درجات کی ترقی سے ہوتا ہے۔ اب یہ دعا کرتا

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور موجودہ دور فتن میں تمام مصائب و آلام سے مامون رکھے ۔ آمین یا الٰہ العالمین آمین "

دوسرے مکتوب میں جو ۱۹ مئی ۱۹۵۶ء کا ہے تحریر فرماتے ہیں :۔

"آپ کی ہر کامیابی سے جتنا میرے دل میں سرور اور فرحت حاصل ہوتی ہے غالباً دنیا میں اور کوئی نہیں جسے اس درجہ کی راحت حاصل ہو، میرا دل آپ کی ترقی دارین کے لئے بارگاہ الٰہی میں ملتجی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو عمر دراز عطا فرمائے اور اپنی مرضی کے مطابق عمر بھر اشاعت دین کی توفیق عطا فرمائے " آمین یا الٰہ العالمین آمین " [1]

ماخذ و مصادر : (۱) آپ کی تمام تصانیف (۲) تراجم علمائے حدیث ہند جلد ۱ ص ۴۴۳ سے ص ۵۶۲ تک آپ کے قلم سے ہیں ۔ از مولانا ابو یحییٰ امام خان نوشہروی ۔ (۳) تاریخ دارالعلوم دیوبند از مولانا قاری محمد طیب صاحب (۴) مرد مومن از عبدالحمید خاں مالک فیروز سنز، لاہور (۵) یادِ رفتگان از سید سلیمان ندوی (۶) انوار الباری شرح بخاری از مولانا احمد بجنوری (۷) سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی (۸) مقالاتِ سیرت از ڈاکٹر محمد آصف قدوائی (۹) اسلامی نظریہ حیات پروفیسر خورشید احمد مطبوعہ کراچی یونیورسٹی (۱۰) ڈاکٹر عبداللہ ندوی ایم اے پی ایچ ڈی (لندن) کا مرسلہ مضمون ۔ (۱۱) الحق اگست ستمبر ۱۹۷۳ء آپ پر مولانا محمد اشرف صاحب کا مضمون (۱۲) تاریخ ادبیات پاکستان و ہند جلد ۲ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور (۱۳) البعث الاسلامی (عربی) لکھنو (۱۴) یادِ ایام مولانا زکریا صاحب (۱۵) سوانح حضرت جی از مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری ص ۴۴ مطبوعہ دہلی (۱۶) ہفت روزہ جہاں نما" لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۲ء (۱) ماہنامے (۱) الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور بابت ماہ مئی ۱۹۷۲ء (۲) انوار مدینہ کریم پارک لاہور بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ میں راقم کا مضمون آپ پر ۱۰ صفحات میں شائع ہوا (۳) البلاغ کراچی (۴) سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر (۵) برہان دہلی (۶) ماہنامہ بینات کراچی معرکہ ایمان و مادیت پر تبصرہ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ، قصص النبیین محرم ۱۳۹۲ھ (۷) ماہنامہ پیغام لندن مارچ ۱۹۷۱ء ص ۱۶ تا ۲۱ ۔

---

[1] ابوالحسن علی ندوی، سید مولانا " پرانے چراغ " لکھنو، بار اول ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء ص ۱۶۱ و ص ۱۶۲ (یہ اقتباس آخری مرحلہ پر شریک کیا گیا ہے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

"عالم اسلام کے مشہور عالم اور مفکر، برصغیر کی عظیم اسلامی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سربراہ اور عربی زبان کے ممتاز ادیب و مصنف مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے حکومت ہندوستان کی طرف سے پیش کردہ بھارت کا سب سے بڑا ادبی اعزاز "پدم بھوشن" قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ہندوستان کی مرکزی حکومت کی طرف سے مولانا کو یہ اعزاز یوپی کے وزیر اعلیٰ نے پیش کرنا چاہا تھا۔ مولانا نے کہا ہے کہ "حکومت ہند نے بھارت کے مسلمان عوام اور مسلمان رہنماؤں کے ساتھ جو رویہ اختیار کر رکھا ہے اور جس انداز سے مسلمانوں پر مظالم توڑے جا رہے ہیں، اس کے پیشِ نظر اس اعزاز کا قبول کرنا ان کے لئے ممکن نہیں۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا یہ جرأت مندانہ اقدام اسلامی حمیت اور غیرتِ قومی کی ایک درخشاں مثال ہے۔ "تاریخ دعوت و عزیمت" کے مصنف نے اپنے عمل سے کتاب عزیمت میں ایک روشن باب کا اضافہ کیا ہے[1]۔"

---

[1] جناب محمود احمد غازی: اُمورِ عالمِ اسلام: فکر و نظر (ماہنامہ) اسلام آباد، [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ماخذ و مصادر

۱۔ انسائیکلو پیڈیا فیروز سنز نیو ایڈیشن ص۴۲، (۲) سوانح حیات حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص۳۱۵، (۳) علمائے حق حصہ دوم ص۱۵۰، (۴) بیس بڑے مسلمان از مولانا عبدالرشید ارشد صاحب۔ (۵) مردِ مومن ترتیب و تکمیل از عبدالحمید خاں فیروز سنز لاہور، (۶) انوار ولایت از جناب ماسٹر لال دین اخگر (۷) ایک مفسرِ قرآن از جناب محمد یوسف ایم۔اے پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کینٹ (۸) علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے از حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند، ص۱۲۷ و ص۲۱۶، (۹) تاریخ دیوبند از سید محبوب رضوی مطبوعہ دیوبند انڈیا ص۱۴۷، (۱۰) رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء ص۱۳۲ و ص۲۲۹، (۱۱) تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی ص۳۴۶، (۱۲) ہمارے دور کے چند علمائے حق از الحاج سید امین گیلانی شیخوپورہ، (۱۳) حضرتؒ کی تمام تصانیف، (۱۴) راقم کی کتب میں جابجا حوالے۔ (۱۵) "تذکرہ شیخ الہند" از مولانا عزیز الرحمن بجنوری ص۱۹۸ (۱۶) ذاتی ڈائری از مولانا عبید اللہ سندھیؒ۔ (۱۷) ملفوظاتِ طیبات از عثمان غنی صاحب۔

اخبارات و رسائل:۔ روزنامہ مشرق ۹ مارچ ۱۹۷۰ء، امروز، کوہستان، نوائے وقت، زمیندار، آفاق وغیرہ۔ چٹان لاہور "حمایت اسلام" لاہور، خدام الدین شیخ التفسیر نمبر، ہومیو پیتھک میگزین، ماہنامہ دار الفرقان لاہور، الصدیق ملتان، "دار العلوم دیوبند" الفرقان لکھنؤ، برہان دہلی، الحق اکوڑہ خٹک پشاور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عبدالعزیز شاہ صاحبؒ

۱۹۰۱ — ۱۹۷۲

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علیؓ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے خاندان

خاندان کے کچھ بزرگ عرب سے خوارزم منتقل ہوئے اور پھر خوارزم سے ملتان اور پھر ہند و پاک کے مختلف حصوں میں آباد ہو گئے۔

آپ کے خاندان ہی سے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ہوئے ہیں، آپ سے اوپر بارہویں پشت میں ایک صاحبِ کرامت بزرگ الشیخ عماد الدین صاحبؒ ہو گزرے ہیں، انہی کے نام سے ایک گاؤں "عماد کلاں" آج تک موجود ہے اور وہیں ان کا مزار بھی ہے۔ یہ مقام قصور (ضلع لاہور) سے ۴ میل دور بجانب مغرب کھڈیاں سڑک پر واقع ہے۔ آپ کے خاندان میں ولایت و خلافت کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔ خاندانی پیشہ تجارت طبابت اور زمینداری رہا ہے۔

آپ مارچ ۱۹۰۱ء میں موضع "واہگے" تحصیل و ضلع فیروز پور

ولادت (انڈیا) حضرت پیر حیدر علی شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں شہر فیروز پور سے ۵ میل کے فاصلہ پر مغربی جانب واقع ہے، لیکن آپ کا آبائی وطن وہی گاؤں "شیخ عماد" تحصیل قصور ضلع لاہور ہے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد صاحب سے حاصل کی،

ابتدائی و انتہائی تعلیم پھر رائے پور ضلع جالندھر مدرسہ رشیدیہ اور مدرسہ عزیزیہ میں تحصیل علم میں مصروف رہے ۱۹۲۲ء میں فراغت مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ سے پائی۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا فضل احمد صاحب، حضرت مولانا مفتی نقیر اللہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحبؒ اور مولانا رحمت علی صاحب لدھیانوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مدرسہ عزیزیہ سے فراغت پانے کے بعد آپ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے دورۂ تفسیر مکمل کیا۔ اس دوران مدرسہ قاسم العلوم میں علامہ شمس الحق صاحب افغانی بھی پڑھاتے تھے، آپ نے ان سے بھی استفادہ کیا۔ علم طب کی تحصیل آپ نے والد صاحب کے علاوہ مولوی حکیم مشتاق احمد صاحب پروفیسر طبیہ کالج لاہور سے کی۔

طبابت فراغت کے بعد آپ رنگیلیا نوالہ ضلع شیخوپورہ تشریف لے گئے وہاں آپ کے حقیقی چچا مولانا محمد اسمٰعیل شاہ صاحب خطیب تھے، والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ ان کی کفالت میں رہے مشورہ سے آپ نے مطب شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی اور بہت سے بندگان خدا نے آپ کے علاج سے شفا پائی۔ آپ دوا کے ساتھ دعا کا التزام بھی کیا کرتے تھے۔

خطابت پھر یہاں سے آپ ننکانہ صاحب بطورِ خطیب تشریف لے گئے تین سال تک وہاں خطیب رہے۔

بعد ازاں ضلع لائل پور "ہرسہ کوٹ" کے ایک دینی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوگئے اور دو سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

اصلاح نفس اس دوران میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب سے مسلسل رابطہ رکھا اور اصلاح نفس کی طرف متوجہ رہے۔ آپ خطابت اور تدریس کے ساتھ طبابت بھی کرتے تھے، حضرت لاہوریؒ نے فرمایا: "بیٹا! میں یہ نہیں چاہتا کہ تم لوگوں کا بول و براز ٹیسٹ کرو۔"

آپ نے حضرت کے ارشاد پر طبابت کا پیشہ ترک کردیا اور حضرت ہی کے حکم سے جالندھر شہر کی ایک مسجد میں ۱۵ روپے ماہوار پر امام و خطیب مقرر ہوئے۔ وہاں پر ایک عرصہ تک آپ نے امامت و خطابت کے فرائض انجام دیئے وہاں پر اختلاف دیکھ کر آپ نے استعفیٰ دے دیا۔ پھر جالندھر شہر میں ایک چھوٹی سی مسجد میں ایک پولیس

toobaa-elibrary.blogspot.com

افسر اللہ والے کے کہنے پر تشریف لے گئے جو کہ ایک عرصہ سے بند پڑی تھی، اور عین ہندوؤں کے محلہ میں واقع تھی، آپ نے وہاں ڈیرہ لگایا، وعظ و تبلیغ، درس و تدریس اور ذکر اذکار میں دن رات گزارتے چلے گئے، جمعہ اور پنجگانہ نمازیں باجماعت ادا کی جانے لگیں تھوڑے ہی دنوں میں وہ مسجد تین منزلہ بن گئی اور بندگان خدا دور دور سے یہاں آکر استفادہ کرنے لگے۔ پھر یہ تین منزلہ مسجد بھی نمازیوں کے لئے ناکافی ہونے لگی، قیام پاکستان تک آپ کا قیام اسی مسجد میں رہا۔

اسی دوران میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ نے استخارہ کیا ۱۹۴۶ء میں حضرتؒ نے جن خوش نصیبوں کو اجازتِ بیعت سے سرفراز فرمایا، ان اولین خلفاء میں آپ بھی شامل تھے۔

اجازت بیعت کے بعد آپ نے مجلس ذکر کا اہتمام کیا، لوگ جوق در جوق اس مبارک مجلس میں شرکت کرتے اور آپ سے بہت کچھ حاصل کرتے بیسیوں حضرات آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

ساہیوال میں قیام

قیام پاکستان کے بعد ساہیوال میں قیام کیا، اور مسجد نور کی امامت و خطابت کے ساتھ درس و تدریس اور ذکر و فکر کی مجلسوں کو رونق بخشی۔ ۱۹۷۲ء تک یہیں قیام رہا۔

حج

۱۹۳۳ء میں عین عالم شباب میں آپ بہت سے احباب کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں کی برکتوں سے مالا مال ہوئے۔

دوبارہ ۱۹۴۵ء میں حج کیا، قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۷ء میں خشکی کے راستے تمام مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے حج کیا۔

۱۹۶۸ء میں بذریعہ ہوائی جہاز حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی پھر اکتوبر ۱۹۶۸ء میں حرمین الشریفین پہنچے، اسی طرح مئی ۱۹۷۱ء اور ستمبر ۱۹۷۱ء میں آخری بار جانا ہوا۔

تبلیغی اسفار

ملک اور بیرون ملک میں آپ نے تبلیغی پروگرام کے تحت بہت سے سفر کئے، دو دفعہ انگلینڈ، سکاٹ لینڈ، فیجی، مانچسٹر

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی گئے، ہر بار پانچ چھ ماہ تک وہاں رہنا پڑا۔ دونوں مرتبہ اپنے خرچ پر تشریف لے گئے، وہاں تبلیغ دین کے سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ اسی ایک سفر میں ایک انگریز جوان نے جب آپ سے گفتگو کی تو بہت متاثر ہوا اور بالآخر چند ایک ملاقاتوں کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

آپ بڑے درد کے ساتھ وعظ کہتے تھے۔ دوران وعظ جب غم زدہ اشعار ترنم کے ساتھ پڑھتے تو سامعین وجد میں آجاتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کے بیسیوں شعر وعظ میں اپنے اپنے موقعہ پر لاتے تھے۔

ملک اور بیرون ملک آپ کے مواعظ سے بہت نفع ہوا، بہت سے لوگوں کی زندگیاں بدل گئیں اور وہ پابند شریعت ہو گئے۔

جامع نور ساہیوال کی تعمیر

ساہیوال آنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ نے خود اپنی جیب سے پانچ سو روپے مرحمت فرماتے ہوئے کمیٹی گھر کے قریب ایک وسیع وعریض مسجد کی بنیاد رکھی، دو کمروں اور چار دیواری پر مشتمل ایک کچی عمارت مسجد نور کے نام سے بنائی گئی پھر ۱۹۵۵ء میں ایک بہت بڑے ہال اور اس کے آگے برآمدہ اور صحن اور باقی تینوں طرف مسجد نبویؐ کی طرح برآمدے بنائے گئے، ان کے علاوہ کچھ حجرے بھی بنائے گئے، اور ساتھ ہی "مدرسہ انوریہ" کی بنیاد رکھی گئی جس سے سینکڑوں افراد نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ یہ مدرسہ انجمن خدام الاسلام رجسٹرڈ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ یہ انجمن بھی آپ ہی نے قائم کی۔ مسجد کی تعمیر کے دوران آپ خود اپنے سر پر گارا اٹھا کر معماروں کو دیتے رہے اسی طرح اینٹیں اٹھا کر دیگر مزدوروں کے ہمراہ کام کرتے رہے۔

ساہیوال کی ایک نواحی بستی میں اسی نام سے ایک اور مسجد آپ نے تعمیر کروائی، وہاں بھی آپ کی سرپرستی میں دینی کام کا آغاز ہوا۔

اسی نام سے آپ کے عقیدت مندوں نے، بیرون ملک

میں ایک مسجد جگہ خرید کر بنائی جو آج بھی موجود ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اور کئی مہینے جیل کاٹی۔

علالت اور انتقال

۱۹۶۰ء میں آپ کو پیشاب رک کر آنے لگا۔ آپریشن کے چونکہ مخالف تھے کہ اس سے بہت سی نمازیں قضا ہو جاتی ہیں اسلئے بہت تکلیف اٹھائی۔ آخر احباب کے شدید اصرار پر میو ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے، آپریشن ہوا تو مثانہ سے دو عدد پتھریاں نکلیں، یہ تکلیف قدرے رفع ہوئی تو شوگر کی تکلیف ہوگئی جس کی وجہ سے پیشاب بار بار آنے لگا ۱۹۶۸ء میں جب آپ پہلی بار انگلینڈ گئے تو وہاں کے مخلص احباب نے آپ کو ہسپتال میں داخل کروا دیا، آپ نے ان شرطوں کے ساتھ داخل ہونا منظور کیا کہ (۱) ہسپتال والوں کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ (۲) ان کا مروجہ مریضوں والا لباس نہیں پہنونگا، (۳) یہ کہ میرا علاج کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں کرے گی، ہسپتال میں جماعت کراسکونگا اور یہ کہ میرے ملنے والوں کو ہسپتال میں آنے کی ہر وقت اجازت ہوگی، وہاں کے علاج سے کچھ افاقہ تو ضرور ہوا لیکن مکمل تکلیف رفع نہ ہوئی۔ اس علالت اور ضعف کی حالت میں بھی تبلیغ دین کا فریضہ برابر انجام دیتے رہے۔

۲۰ را اپریل ۱۹۷۲ء بروز جمعرات فجر کی نماز کے بعد عازم لاہور ہوئے، میو ہسپتال میں داخل کروا دیئے گئے، معاینہ ہوا جس میں شوگر کی تعداد میں کافی اضافہ بتایا گیا، اور یہ کہ مثانہ کے منہ پر کچھ غدودیں آگئی ہیں، میو ہسپتال کا عملہ شوگر کنٹرول کرنے میں ساعی رہا۔ اس تمام عرصہ میں میو ہسپتال کی مسجد میں آپ با جماعت نماز پڑھتے رہے، نوافل کا معمول بھی اسی طرح رہا۔ کسی پروگرام میں فرق نہ آیا۔

۱۲ رمئی ۱۹۷۲ء بروز جمعۃ المبارک آپ کا آپریشن ہوا، آپ کے بڑے فرزند جناب مولوی حافظ سعید احمد شاہ صاحب نے ایک بوتل خون دیا، بظاہر آپریشن کامیاب نظر آرہا تھا کہ اچانک آپ کو شدید بخار ہوگیا اور آپریشن کے زخموں سے خون بھی آنے لگا، اس تکلیف میں بھی آپ نے اپنے بڑے فرزند سعید احمد شاہ صاحب کو سخت تاکید

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر رکھی تھی کہ اس حالت میں مجھے نماز پڑھانا تمہارا کام ہے اگر میری کوئی نماز قضا ہو گئی تو تم ذمہ دار ہو گے۔ تیمم کر کے اشاروں سے نمازیں ادا کرتے رہے۔ بخار کی شدت میں بھی نمازیں پڑھتے رہے۔

یکم ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۷۲ء بروز سوموار نماز ظہر کے دوسرے قعدہ میں نماز کے دوران ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ وصیت کے مطابق آپ کو شیرانوالہ گیٹ لے جایا گیا، نماز جنازہ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے پڑھائی ہزاروں افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی، حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحبؒ کی آخری آرام گاہ واقع میانی شریف لاہور میں انکے قدموں کی طرف آپ کو دفن کیا گیا۔

تعزیتی نوٹس

آپ کے انتقال پر مختلف رسائل میں تعزیتی نوٹس شائع ہوئے ذیل میں دو تین رسائل کے تعزیتی نوٹس نقل کئے جاتے ہیں!۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں صاحب اپنے ماہنامہ "انوار مدینہ" کے تعزیتی اداریتی نوٹ میں لکھتے ہیں "وفات مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ"

آپ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہم کی طرح حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ کے اولین خلفاء میں سے تھے، زہد تقویٰ، ذکر و فکر کے آثار چہرۂ انور ہی سے نمایاں تھے۔ آپ میں اس علم و تقویٰ کے ساتھ تواضع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

تقریباً سات سال پیشتر آپ کا گردہ کا آپریشن ہوا تھا، اس کی کمزوری چل رہی تھی کہ شوگر کی شکایت کا اضافہ ہو گیا، اس کے باوجود تبلیغی سلسلہ میں دوبارہ انگلستان کا سفر فرمایا، گذشتہ سال سے پیشاب کے غدودوں کی تکلیف مستزاد ہو گئی اور آپریشن کی نوبت آئی۔ اس میں تین دن بعد آپ نے وفات پائی۔ وفات کے وقت ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے اور چوتھی رکعت کے قعدہ میں تھے کہ جان جان آفریں کے سپرد ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت نے وفات سے پیشتر ایک خواب دیکھا تھا، گھر والوں سے فرمایا کرتے تھے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ وہ ان کے پاس کچھ روز کے مہمان ہیں، خواب کی تعبیر یہ لی تھی، وہ چالیس دن کے اندر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

حضرتؒ کا تعلق بیعت پہلے تو حضرت مولانا شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرہ سے تھا[1]، ان کے بعد آپ کا تعلق بیعت حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ سے قائم ہوا۔

حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے مجھے خاص تعلق تھا، وہ بھی کرم فرماتے تھے، دو ایک بار میری فرمائش پر تشریف آوری بھی ہوئی اور مختصر قیام بھی۔ تغمدہ اللہ... برحمتہ و رضوانہ۔"

(ماہنامہ انوار مدینہ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ صفحہ ۴)

علامہ السید محمد یوسف صاحب بنوری ماہنامہ "بینات" بابت جولائی ۱۹۷۲ء کے اوراق نوٹ میں لکھتے ہیں کہ "افسوس کہ اسی ماہ میں مولانا (حبیب اللہ) گمانی کے بعد مولانا عبدالعزیز صاحب ساہیوال والے انتقال فرما گئے۔ مرحوم حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ تبلیغی سرگرمیوں سے بھی تعلق تھا، حضرت مولانا الیاس کے تبلیغی قافلوں میں ایک سال کا وقت گزارا اور انہی قافلوں میں انگلستان کا سفر بھی کیا تھا۔ فرحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً و افاض علیہ من شآبیب رحمتہ و رضوانہ۔

(بینات، ص ۶۱)

۹ جون ۱۹۷۲ء کے خدام الدین میں بھائی عثمان غنی صاحب بی۔اے کے قلم سے آپ کی خبر انتقال اور کچھ خطوط بھی شائع ہوئے۔ موصوف لکھتے ہیں کہ "حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے اولین خلفاء عظام میں سے حضرت مولانا الحاج محمد عبدالعزیز صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ہوتا تھا۔ مرحوم نہایت ہی برگزیدہ ولی اور صابر انسان تھے۔ بارہا زیارت بیت اللہ و بیت الرسول ﷺ کی سعادت سے مالا مال ہوئے۔ آپ کے عقیدت مندوں کا حلقہ ملک و بیرون ملک پھیلا ہوا ہے۔ ناسازیٔ طبع کے باوجود مخلصین کی دل جوئی فرماتے ہوئے

---

[1] آپ کے فرزند ارجمند حافظ سعید احمد شاہ صاحب کی روایت یہ ہے کہ حضرت میاں شرقپوریؒ نے بھی آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت عطا فرمائی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اکثر و بیشتر انگلینڈ تک کا سفر بھی فرماتے اور واپسی پر حرمین الشریفین کی زیارت بھی فرماتے۔ آپ سے احقر کو پہلی بار غائبانہ زجر و توبیخ کا خط اس وقت ملا جب راقم آثم نے "ملفوظاتِ شیخ التفسیر کا پہلا ایڈیشن نکالا، اور اس کا نام ملفوظاتِ احمد علی" رکھا۔ آپ کو یہ نام ناگوار گزرا اور فرمایا کہ کتاب کا نام ملفوظاتِ طیبات" رکھو اور اللہ تعالیٰ سے اس گستاخی کی معافی مانگو۔ بندہ نے فوراً ہی دوسرے ایڈیشن میں اسی طرح اصلاح کردی، مرحوم نے بعد میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔

چند خطوط سے اقتباسات

ستمبر ۱۹۶۵ء میں لکھا: "اللہ تعالیٰ آپ کو ہر طرح کے خطرہ سے مامون اور مصئون رکھیں۔ آج کل تو ملکی حالات بڑے خطرہ میں ہیں۔ شب و روز ہمارے مدرسہ کے طلبہ اور اساتذہ اور سب نمازی دعاؤں میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کے چپہ چپہ کی حفاظت فرمائیں۔

ستمبر ۱۹۶۵ء ہی کا ایک اور خط "اللہ تعالیٰ اس پاکستان کو محفوظ فرمائیں، ہم لوگ تو شب و روز ۸ مرتبہ استحکامِ پاکستان کے لئے اور فتح اسلام اور نصرتِ مجاہدین اور تباہی کفار و مشرکین کیلئے دعا اور وظیفے کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی ہوگی۔"

نومبر ۱۹۶۵ء کا ایک خط فارسی زبان میں: "بس کثرت ذکر الٰہی جل شانہٗ خصوصاً او کار اربعہ مشغول باید شدن مناسب حال آنجناب است۔ بندہ ناچیز از دعا غافل نیست، حضرۃ الحق جل شانہٗ آں جناب را از نعمِ خصوصی می نوازد، از غیریتِ حق قلب را تطہیر کردہ باسم گرامی ذاتش منور گرداند ـــ بندہ ناچیز کو جو کچھ ملا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، بزرگوں کی دعاؤں اور شکر گزاری سے ملا۔ وَالحمدُ لِلّٰہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً۔"

اگست ۱۹۶۶ء کا ایک اور خط جو کئی سال سے حرمین شریفین کے لئے بے چین تھا۔ اللہ رب العزت جل شانہٗ نے اسباب پیدا فرما دیئے، انگلینڈ میں تبلیغ کرتا ہوا حرمین شریفین کی خاک مقدس کو سرمہ بناؤں گا۔ ممکن ہے کہ وہیں موت آجائے زہے قسمت وزہے نصیب ؎

رہی ہے آرزو دل کی مدینہ میرا مسکن ہو — رہوں ایمان سے وہاں بقیع پاک مدفن ہو

(خدام الدین ۱۱/۱۰/۱۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصانیف

آپ نے چند ایک رسائل بھی تصنیف فرمائے ہیں، ان کے نام یہ ہیں ۔
۱۔ حقیقت البر۔ ۲۔ حقیقت المعاصی۔ ۳۔ نفحات الجنۃ۔ (۴) نماز حنفی مترجم۔ ۵۔ جام توحید۔ ۶۔ تشفی کمالات یعنی حل مشکلات۔ ۷۔ اور رہنمائے حجاج۔

اولاد

آپ کی پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ بیٹیاں، بیٹوں سے بڑی ہیں، آپ نے اپنی کسی بیٹی کا نکاح کسی غیر عالم، غیر دیندار اور غیر متشرع سے نہیں کیا۔ اور روزگار کو کبھی معیارِ رشتہ نہیں سمجھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے "جس نے پیدا کیا وہ رزق بھی ضرور دیگا، ہم نے کسی کو بھوکا مرتے نہیں دیکھا"۔
بیٹوں میں بڑے صاحبزادہ سید سعید احمد شاہ صاحب حافظ قرآن اور درس نظامی کے فارغ ہیں، اسی طرح دوسرے عبدالحمید شاہ بھی حافظِ قرآن اور درس نظامی کے فارغ ہیں۔ اور تیسرے صاحبزادے کچھ پیدائشی بیمار اور مجذوب ہیں۔

آپ کے مریدین

آپ کے مریدین سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، ان میں سے جناب سید چراغ علی شاہ صاحب ٹھرپہ والوں کو آپ نے خلافت بھی عطا فرمائی ہے۔

اخلاق

آپ کے اخلاق سنت نبوی کا نمونہ تھے۔ بڑوں کا بے حد احترام کرتے، چھوٹوں پر شفقت فرماتے، تواضع کی صفت نمایاں نظر آتی تھی، خوبصورت اور خوب سیرت تھے۔ بہترین مقررین میں آپ کا شمار ہوتا تھا، درد دل سے وعظ کہتے، یہی وجہ ہے کہ وہ وعظ دل پہ لگتا تھا۔
گھر کے کام کاج میں گھر والوں کی مدد کرتے، سودا سلف خود خرید کر لاتے۔ حق گو اور بے باک اور صاحبِ کرامت تھے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحبؒ

خاندان آپ "ارائیں" خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد محترم جناب مولانا فتح محمد صاحب (۱۲۸۰ــــ۱۳۶۱) بہت اچھے عالم اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے دادا صاحبؒ کا نام ملک حسن خاں بن حامد خاں بن بنہ خاں تھا۔ "آپ تو دہ بتے مولانا محمدؒ انوری (اشٹیونوری کے بھی خلیفہ مجاز تھے"۔

وطن آپ کے بزرگ اولاً مغلیہ دور میں موجودہ صوبہ سرحد میں آباد تھے سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد برطانوی دورِ استبداد میں یہ خاندان اور اس سے متعلقہ دیگر متعدد خاندان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک نہایت ہی پس ماندہ قصبہ "دہوا" میں آباد ہو گئے۔ برطانوی دور سے پہلے یہ قصبہ ڈیرہ اسماعیل خاں میں شامل تھا۔ صوبہ سرحد جنگ آزادی میں پیش پیش تھا اس لئے حکومت برطانیہ نے ڈیرہ اسماعیل خاں کا تقریباً دو ہزار مربع میل کا علاقہ صوبہ سرحد سے الگ کر دیا اور اس کے راستے بھی ایسے منقطع کئے کہ عرصہ تک استوار نہ ہو سکے۔ اب یہ قصبہ ضلع ڈیرہ غازیخاں سے شمال مشرق کی طرف تقریباً ایک سو میل/ ڈیرہ اسماعیل خاں سے پچاس میل اور تونسہ شریف سے تقریباً چالیس میل شمال میں واقع ہے آپ کے والدِ محترم جناب مولانا فتح محمد صاحب ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۰ء میں "دہوا" میں پیدا ہوئے۔ "دہوا" میں چونکہ تحصیل علم کے وسائل نہ تھے اس لئے ۱۲ سال کی عمر میں اور انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں طلبِ علم کے لئے سفر اختیار کیا اور چالیس میل کی مسافت طے کر لینے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے بعد "تونسہ شریف" پہنچے۔ درسگاہ تونسہ شریف کے مہتمم جناب حضرت خواجہ اللہ بخش تھے جو اپنے وقت کے بلند پایہ صاحب نسبت بزرگ تھے۔ انہی سے آپ کے والد محترم نے ابتدائی عربی اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے عرس کے موقع پر ضلع ہزارہ و کیمل پور کے زائرین نے ان علاقوں کی درسگاہوں کی تعریف کی۔ چنانچہ آپ کے والد صاحب ضلع کیملپور اور ہزارہ پہنچے۔ ضلع کیملپور میں پنڈی گھیپ اور مکھڈ شریف کے مقامات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ضلع ہزارہ کی جس مایہ ناز ہستی کے سامنے آپ کے والد صاحب نے زانوئے تلمذ طے کیا وہ حضرت مولانا احمد صاحب سکندر پوری کی ہے جو "فاضل ہزاروی" کے نام سے مشہور تھے۔ اور دیوبند کے اولین فضلائے ہزارہ میں سے تھے۔ قیاس یہی ہے کہ ان محترم نے انہی سے تکمیل کی۔ اور ایک عرصہ کے بعد جب اپنے گاؤں "دہوا" واپس پہنچے تو اپنی والدہ صاحبہ کے سوا انہیں کوئی پہچان نہ سکا۔

ازدواجی زندگی آپ کے والد صاحب نے دو نکاح کئے۔ پہلی شادی چچازاد بہن غلام فاطمہ بنت ملک غلام حسین خان سے ہوئی اور دوسری شادی "حلیمہ" سے ہوئی جو بیوہ تھیں، ان کے خاوند صغر سنی میں انتقال کر گئے تھے۔

صوفیانہ مسلک آپ کے والد صاحب نے تزکیہ قلب کے لئے حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف رجوع فرمایا اور پھر انہی کے ہو رہے۔

تدریس و تجارت فراغت کے بعد آپ کے والد صاحب نے اپنے "قصبہ" میں تعلیم و تدریس کا آغاز فرمایا طبیعت میں استغنا بہت زیادہ تھا اس لئے تنخواہ پر تدریس کو علم کی توہین سمجھتے ہوئے اکل حلال کے لئے تجارت کا مسنون پیشہ اختیار فرمایا۔ فن جراحی سے بھی کام لے لیتے تھے۔ تجارت کپڑوں اور کتابوں کے علاوہ غلہ کی بھی کیا کرتے تھے تعلیم و تدریس کے ساتھ غیر شرعی رسوم کا

لے فن جراحی کی تکمیل ام تسر کے ڈاکٹر محمد اکبر صاحب سے کی اور پھر عازم وطن ہوئے۔

tpobaa-elibrary.blogspot.com

استیصال کیا اور شرعی پردہ کی ایسی پابندی کروائی کہ آج بھی اس علاقہ میں عورتیں بغیر ضرورتِ شرعی کے باہر نہیں نکلتیں اور اسی طرح برقع اور لمبے لمبے کپڑے پہنتی ہیں۔

علالت اور انتقال

آپ کے والد صاحب شدید علیل ہوئے تو آپ (مولانا مفتی بشیر احمد صاحب) نے اپنے تبلیغی دورے بند کر دیئے۔ اسی اثناء میں تحصیل نارووال کے گاؤں "چندر کے منگولے" والوں نے آپ کی زیر صدارت جلسہ کا اعلان کر دیا۔ ان دنوں مرزائیت کا زور تھا۔ آپ نے جب والد صاحب سے اس جلسہ میں شرکت کی اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ "میری تیمارداری اتنی اہم نہیں جتنا کہ مرزائیت کے خلاف جہاد" آپ نے جلسہ میں شرکت کی اور پہلی تقریر کر کے واپس لوٹ آئے۔ رات کی تاریکی اور راستہ کی خرابی کی وجہ سے ایک مرتبہ گر پڑے۔ اور پھر اٹھ کر چل پڑے۔ جب والد صاحب کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے از خود پوچھا کہ "بیٹا! گرنے سے کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟"۔

آخری ایام میں بے حد تلاوت کیا کرتے تھے۔ چھ کلمے اور استغفار کا ہر وقت ورد جاری رہتا۔ خاندان والوں نے معافی طلب کی تو سب کو معاف کر دیا، آخر کلمہ طیبہ کے اظہار کے ساتھ اللہ سے جا ملے۔ یہ یکم صفر ۱۳۶۱ھ کی بات ہے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی، اگلے روز صبح کے وقت حضرت تشریف لے آئے اور نماز جنازہ ادا فرمائی۔ نماز جنازہ میں شہر اور دیہات کے ایک جم غفیر نے شرکت کی۔

وصال کے تیسرے دن حضرت شیخ التفسیرؒ نے قبر پر مراقبہ کر کے فرمایا کہ "نہایت عزت اور راحت کے ساتھ آرام فرما ہیں"۔ ایسے ہی حالات آپ کی شب بیدار بہو کو خواب میں بھی معلوم ہوئے۔

اولاد

مرحوم کے ہاں کل بارہ بچے ہوئے جن میں سے چھ بچے صغر سنی میں انتقال کر گئے باقی تین فرزند اور تین لڑکیاں بقید حیات ہیں۔ صاحبزادگان میں سب سے بڑے "احمد" المعروف مولانا مفتی بشیر احمد صاحبؒ ہیں۔ ان سے چھوٹے

toobaa-elibrary.blogspot.com

حافظ قاری مولانا حمد اللہ صاحب ہیں جو مظاہر العلوم سہارن پور کے فاضل ہیں۔ اور ان سے چھوٹے حمد اللہ المعروف حمید اللہ خاں ملک۔ صاحبزادیوں کے نام خدیجہ بی بی، عائشہ بی بی اور زینب بی بی ہیں۔

حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب رضا کی ولادت آپ ۱۳۲۴ھ میں "وہوا" نامی قصبہ ضلع ڈیرہ غازی خاں میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم ۷ سال کی عمر میں حضرت میاں جی محمد حیات صاحب سے ناظرہ قرآن کریم ختم کیا اور ابتدائی فارسی اور عربی کی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ فارسی نصاب میں یوسف زلیخا اور سکندر نامہ تک کی کتابیں اور عربی نصاب میں صرف بہائی سے کافیہ، خلاصہ کیدانی سے قدوری، ایساغوجی سے شرح تہذیب تک کی کتابیں حضرت والد صاحب سے پڑھیں۔ والد صاحب کے سفر بنگال کے دوران کچھ اسباق مولوی گہنہ صاحب اور مولانا محمد مٹھا صاحب فاضل دیوبند سے بھی پڑھے۔

تونسہ شریف میں آپ ۱۳۳۷ھ میں والد صاحب کی "ضربِ شدید" سے گھبرا کر ایک اور طالب علم فیض اللہ خاں (جو حضرت مولانا خان محمد صاحب فاضل دیوبند صدر مدرس مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف کے چھوٹے بھائی تھے) کے ساتھ ماہِ شوال کی ۳ تاریخ کو بغیر اطلاع دیئے چل دیئے۔ غروبِ آفتاب کے وقت چلنا شروع کیا تھا اور طلوعِ آفتاب کے وقت "ریتڑہ" پہنچے اور پھر تونسہ شریف کے مدرسہ محمودیہ میں داخلہ لے لیا۔ اور اس اثناء میں مولانا مرید احمد صاحب آف ضلع میانوالی، مولانا محمد رمضان صاحب آف ضلع سرگودھا اور حضرت مولانا پیرزادہ فقیر محمد صاحب آف حسن آباد سے مختلف علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ عبد الغفور مولانا علی گوہر صاحب قیصرانی سے، نور الانوار مولانا محمد اشرف صاحب آف ڈیرہ غازی خان سے، شرح وقایہ مولانا فقیر محمد صاحب سے، میبذی مولانا محمد عظیم صاحب باغستانی سے، اور نفحۃ الیمن مولانا عبد السلام صاحب سکندر پوری ہزاروی سے پڑھیں[1]۔ ۱۳۴۰ھ تک آپ کا قیام

[1] قطبی، جلالین شریف اور ...

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدرسہ محمودیہ میں رہا۔

مدرسہ نعمانیہ ملتان میں مدرسہ محمودیہ تونسہ شریف سے آپ اپنے ایک ساتھی مولوی غلام نبی خوجہ کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ ملتان جا پہنچے، وہاں داخلہ لیا اور مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس حضرت مولانا محمد دین صاحب ساکن بدھواں ضلع کیمبلپور سے توضیح تلویح، صدرا، میر زاہد، بیضاوی شریف اور ادب کی چند کتابیں پڑھیں۔ اسی مدرسہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام محمد صاحب رانا تلمیذ خاص حضرت مولانا سیف الرحمٰن پشاوریؒ سے ۱۳۴۴ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا۔

امامت ایام طالب علمی میں، آپ محلہ کوٹلہ تولے خان مسجد محمد قاسم والی میں امام مقرر ہوئے۔ جہاں کھانے کے علاوہ ۲ر آنے یومیہ ملا کرتے تھے، اور اگر کسی وقت کی نماز نہ پڑھائی جاتی تو دو پیسے کاٹ لئے جاتے۔ آپ نے اس مسجد کی امامت قبول فرما لی لیکن ۲ر آنے یومیہ والی رقم لینے سے صاف انکار کر دیا کہ "یہ امامت نہیں بلکہ جماعت فروشی ہے"۔ اور اپنی گذر اوقات سوہن حلوہ بیچ کر پوری کرتے رہے اور زائد رقم سے دینی کتابیں خرید لیا کرتے۔ زکوٰۃ لینے سے بھی بچتے رہے کہ مجھے اس کی حاجت نہیں۔

کچھ عرصہ آپ نے مسجد پولیس لائن والی، مسجد میاں محمد رمضان والی، مسجد مولانا کلیم اللہؒ والی اور مسجد نواب احمد یار خان خاکوانی میں بھی امامت کے فرائض انجام دیئے ہیں۔

مجلس جمعیتہ الاحناف اسی دوران میں آپ نے مجلس "جمعیتہ الاحناف" قائم کی۔ اس میں تقریر اور مناظرہ کی مشق کی جاتی تھی۔ آپ کو چونکہ تقریر اور مناظرہ سے خاص لگاؤ تھا اس لئے محرک بھی آپ ہی بنے اور احباب نے آپ ہی کو اس کا امیر بنا دیا۔ اس مجلس کے پروگرام کے تحت شب جمعہ کو احباب جمع ہو کر مختلف موضوعات پر تقاریر کرتے اور اسی طرح مناظرہ بھی کیا کرتے۔ یہ مجلس مذاکرہ و مناظرہ حضرت بہاء الحق" کے روضہ کے احاطہ میں منعقد ہوا کرتی تھی۔

دورہ تفسیر ۱۳۴۴ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت پانے کے بعد دورۂ تفسیر کی تکمیل کے لئے آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی خدمت میں شیرانوالہ گیٹ لاہور پہنچے اور شوال المکرم ۱۳۴۲ھ میں تفسیر کا امتحان دیا۔ شرکاء کی تعداد ۵۰ تھی اور ممتحن مولانا نجم الدین صاحب مرحوم پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور تھے۔ اس امتحان میں مولانا قاضی نور اللہ صاحب اوّل، مولانا مریدا حمد شاہ صاحب آف ڈیرہ اسماعیل خان دوم اور آپ سوم رہے۔

وطن کو واپسی

دورہ تفسیر سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ التفسیر کے ارشاد کے مطابق "وہوا" واپس آگئے اور دین کی اشاعت و تبلیغ کا فریضہ اداکرنا شروع کردیا۔

شدھی تحریک

انہی دنوں سوامی شردھانند آریہ نے راجپوتانہ اور مارواڑ کے علاقوں میں شدھی یعنی ملکانہ قوم کو مرتد کرنے کی تحریک شروع کردی۔ اس ایمان سوز تحریک سے کوئی مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ مسلمانوں کو "دعوتِ دین" کا بھولا ہُوا سبق پھر سے یاد آیا اور سب نے مل کر اس کا تدارک کرنے کے لئے اپنی اپنی خدمات پیش کردیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب نے ۔۱۰ مستند علماء کو دعوت دی جنہیں آل انڈیا ایجوکیشن کی زیر نگرانی کام کرنا تھا۔ ان میں ایک آپ بھی تھے مگر گھریلو مجبوریوں کی وجہ سے آپ قدرے تاخیر سے پہنچے اس لئے اس جمعیت میں شمولیت نہ فرما سکے۔ تاہم حضرت شیخ التفسیرؒ نے تین مختلف شہروں میں سے کسی ایک شہر میں تبلیغی کام کرنے کی تاکید فرمائی۔ گورکھ پور۔ فیروز پور اور پسرور" آپ نے عرض کیا کہ "مجھے تو پسرور پسند ہے ویسے جہاں حکم ہوگا بسر و چشم قبول کروں گا"

چنانچہ حضرت شیخ التفسیرؒ نے آپ کو پسرور روانہ فرما دیا۔ ان دنوں پسرور میں انجمن "تبلیغ الاسلام" کا قیام عمل میں آچکا تھا، حاجی محمد یوسف صاحب ککے زئی امیر اور مستری حاجی کریم بخش مشین ساز معتمد تھے۔

مئی ۱۹۲۵ء کو مبلغ ۲۵ روپے کے مشاہرہ پر آپ کی تقرری ہوئی اور فجر کی نماز کے بعد درس قرآن، تعلیم اطفال اور خطبہ جمعۃ المبارک کی ذمہ داریاں آپ کو سونپی گئیں۔ آپ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

جامع مسجد کے حجرہ میں قیام کیا اور ۱۹۲۸ء تک یہ خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ملازمت کی جگہ متوکلاً علی اللہ اعزازی خدمات شروع کر دیں۔

سارداایکٹ

۱۹۲۸ء کو وائسرائے ہند کی مرکزی اسمبلی میں سارداایکٹ پاس ہوا جس کا تعلق نکاح وطلاق کے ساتھ تھا اور خلاف شریعت تھا۔ مثلاً اس کا ایک حصہ یہ تھا کہ ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکی اور سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے کا نکاح از روئے قانون جرم شمار ہوگا اور دولہا، دلہن دونوں کے متولی، نکاح خواں اور نکاح کے گواہ یہ سب لوگ دو دو ماہ قید یا مشقت کی سزا کے مستحق ہوں گے اور ایک ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا پائیں گے۔ جمعیت علماء ہند نے اس خلاف شریعت قانون سے ٹکر لے کر کئی کئی ہزار کے مجمع میں اس عمر سے کم عمر رکھنے والوں کے نکاح پڑھا دیئے، آپ نے بھی اس قانون کی مخالفت میں چار نکاح پڑھائے۔ بالآخر حکومت کو جھکنا پڑا۔

شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام

۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام نے شعبۂ تبلیغ قائم کیا، پس در میں اس شعبہ کے امیر آپ مقرر کئے گئے۔ اس دوران مجلس احرار کی تمام کانفرنسوں میں شریک ہوتے رہے۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی

ریاست جموں وکشمیر میں تقریباً ۹۰ فیصد آبادی مسلمانوں کی تھی لیکن اس کے باوجود اس کا مالک مہاراجہ ہری کشن کول ڈوگرہ تھا۔ جس نے مسلمانوں پر ان گنت مظالم کئے حتیٰ کہ انہیں مساجد میں اذان دینے کی اجازت تک نہ تھی اور گائے کشی کے مرتکب کو ۱۸ سال قید یا سزائے موت کی سزا دی جاتی تھی۔ اہل پنجاب نے ریاستی مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنائی مگر شومئی قسمت کہ اس کا امیر مرزا بشیر الدین محمود کو بنا دیا گیا۔ سادہ لوح مسلمان اگر ہندو دھرم سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے تو مرزائیت کی زد میں آجاتے۔ مجلس احرار اسلام نے یہ حال دیکھا تو میدان عمل میں اتر آئی، کشمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور سیالکوٹ میں مرکز قائم کر کے سول نافرمانی شروع کر دی اور ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء کو یہ تحریک اپنے شباب پر تھی۔ ہر روز جوانانِ اسلام کے قافلے سیالکوٹ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے راستے جموں کی حدود میں داخل ہوتے اور ریاستی پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو کر پابجولاں زنداں کی رونق بڑھاتے۔ گرفتار ہونے والوں کی تعداد روزانہ دو ہزار تک جا پہنچی۔
ریاستی حکومت مجاہدین کی اس یلغار سے تنگ آگئی اور بالآخر وائسرائے ہند سے امداد کی طالب ہوئی جس نے نومبر ۱۹۳۱ء کو یہ آرڈی ننس جاری کیا کہ تحریک کشمیر میں سب حصہ لینے والوں کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس حکم کے تحت وسیع پیمانے پر گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۱ء کو جامع مسجد پسرور میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس میں جمعۃ المبارک سے پہلے حضرت مولانا حافظ حکیم محمد شفیع صاحب سنکھتروی نے تحریک کشمیر کی حمایت کی اور ریاست جموں و کشمیر کے راجہ کی شاطرانہ روش کے خلاف نہایت ہی شاندار تقریر فرمائی۔ ان کے بعد آپ کی باری آئی آپ نے وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الخ والی آیت پڑھ کر بیان شروع کیا۔ حافظ صاحب موصوف تو پروگرام کے تحت قلعہ سوبھا سنگھ تشریف لے گئے اور آپ کی گرفتاری کا آرڈر آگیا۔ آپ تھانہ میں پہنچے کہ اتنے میں حافظ صاحبؒ بھی گرفتار ہو کر تھانہ پسرور میں پہنچ گئے۔ نمازِ فجر باجماعت ادا کر کے سیالکوٹ روانگی ہوئی وہاں انگریز حاکم کے سامنے آپ کا مقدمہ پیش ہوا۔ رسمی سماعت کے بعد ایک سال قید بامشقت اور پانچ ہزار جرمانہ کا حکم سنا دیا گیا۔ جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں مزید چار ماہ جیل میں گزارنے ہوں گے ۱۴ نومبر ۱۹۳۱ء کو سیالکوٹ جیل کو رونق بخشی دس دن سیالکوٹ جیل میں رکھنے کے بعد آپ کو انبالہ جیل روانہ کر دیا گیا۔ قید کا باقی حصہ دس ماہ انبالہ جیل اور باقی مدت ملتان قدیم سنٹرل جیل میں ختم ہوئی۔ آپ نے جرمانہ کی رقم بھی ادا نہ کی بلکہ آپ کا اعلان تھا کہ "قید کاٹ لوں گا لیکن اس مردود کو جرمانہ ادا نہ کروں گا۔"

چنانچہ جنوری ۱۹۳۳ء میں ملتان سے رہا ہو کر "وہوا" پہنچے۔ گرفتاری کے وقت آپ کی شادی کو ابھی چار پانچ ماہ ہوئے تھے۔ اس اثناء اہلیہ اپنے والدین کے ہاں رہیں۔

حج ۱۳۵۲ھ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت بخشی۔ محرم ۱۳۵۳ھ کو واپسی ہوئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تنظیم اہلسنت والجماعت

سردار احمد خان صاحب پتافی رئیس اعظم بستی جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان بانی جمعیۃ التنظیم اہل سنت والجماعت نے جماعتی طور پر فیصلہ فرمایا کہ پنجاب میں روافض کے بڑھتے ہوئے فتنہ کے پیش نظر ۱۱ مستند علماء لکھنؤ روانہ کئے جائیں جو علامہ عبدالشکور صاحب لکھنوی سے تربیت حاصل کریں ان کے تمام اخراجات کی ذمہ داری مذکورہ تنظیم پر ہوگی۔ رئیس المناظرین مولانا لال حسین اختر کی سربراہی میں یہ جماعت لکھنؤ پہنچی۔ اس میں آپ بھی شریک تھے، دو ماہ تک وہاں قیام رہا۔ اس عرصہ میں روافض کے صحاح اربعہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ یہ ۱۹۴۶ء کی بات ہے۔ اسی دوران آپ نے مسئلہ متعہ پر دو مجتہد شیعی عالموں۔ کلب علی لکھنوی اور علی نقی لکھنوی کے دو رسالے دیکھے۔ دلائل نقلیہ کی بھرمار تھی۔ آپ نے مکمل ۲۲ دن خرچ کر کے تمام تفسیروں کا مطالعہ کر کے حوالہ جات کی تحقیق کی، روافض کی تفسیریں بھی سامنے رہیں اور "تحقیق متعہ" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اس کے دو حصے تھے اسلام اور متعہ اور "مذہب شیعہ اور متعہ" حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ نے اس کتاب کا حرف حرف سنا اور اسے پسند فرمایا، نیز اس پر اپنی تقریظ بھی لکھی۔ اس ۸۰ صفحات کے رسالہ پر مولانا عبدالسلام صاحب نے بھی تقریظ لکھی تھی۔ دوسری، تیسری اور ساتویں اشاعتوں میں اس کا پہلا حصہ شائع نہیں ہوا بلکہ دوسرا حصہ ہی شائع ہوتا رہا۔ دو ماہ تربیت پانے کے بعد یہ قافلہ واپس آگیا۔ آپ بعد میں دارالمبلغین لکھنؤ کے رفیق اور دارالمبلغین سرگودھا کے استاذ بھی رہے صرف تربیت دینے کے لئے جاتے وہاں مستقل قیام نہیں رہا۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۳ء تک آپ مرزائیت، رفض اور حکومت کی غیر شرعی پالیسیوں پر سخت تنقید کرتے رہے۔ عائلی قانون کے خلاف تقریر کرنے پر آٹھ ماہ تک مقدمہ چلتا رہا۔

تحریک ختم نبوت

اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو مجلس احرار اسلام نے باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا، جس میں امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اعلان

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا کہ "مجلس احرار کا مقصد وطن کو آزاد کرانا تھا۔ اب وطن آزاد ہو چکا ہے اور مسلم لیگ قوت حاکمہ ہے، اب ہم صرف تبلیغ ہی کا کام ہاتھ میں لیں گے اور سیاسیات سے بے تعلق ہو کر رہیں گے۔ مجلس احرار نے ۱۹۵۳ء تک سیاسیات کو شجرہ ممنوعہ تصور کر کے کنارہ کش زندگی بسر کی لیکن اس کنارہ کش زندگی سے مرزائیوں کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ انہوں نے سیاسی قوت کے ذریعہ اپنے فتنہ ارتداد کو زیادہ پھیلانا شروع کر دیا مجلس احرار سے یہ دیکھا نہ گیا اس نے ایک ایسا نظام العمل تیار کیا کہ جس کے ذریعہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اور شیعہ تمام فرقے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور آل پارٹیز کنونشن "مجلس عمل" کے نام سے قائم کر دی اس تشکیل کے بعد حکومت کے سامنے اپنا مطالبہ پیش کیا۔ اس کے تین اجزاء تھے۔

۱۔ چودھری ظفر اللہ مرزائی کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے الگ کر کے یہ مقام کسی مسلمان کو دیا جائے۔

۲۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

۳۔ اور کوئی کلیدی اسامی کسی مرتد کو نہ دی جائے۔

اس تحریک نے اتنا زور پکڑا کہ جنرل اعظم نے ۷۰ دن تک مارشل لاء جاری رکھا۔ انگریز نے اپنی ڈیڑھ سو سالہ حکومت میں اتنے طویل عرصہ کے لئے کبھی مارشل لاء نافذ نہیں کیا تھا۔ صرف لاہور میں دس ہزار مسلمان شہید کر دیئے گئے۔ لاہور کے چوراہوں پر مشین گنیں گاڑ دی گئی تھیں جن سے شمع رسالت کے پروانوں کے سینے چھلنی کئے جاتے تھے۔ لاہور کے علاوہ سیالکوٹ، وزیر آباد، ملتان، منٹگمری، اور گوجرانوالہ کے شہروں میں بھی نہایت بے دردی کے ساتھ گولی چلائی گئی۔ بے شمار مخلوق جام شہادت نوش کر کے اللہ کے پاس پہنچ گئی۔

۲ مارچ ۱۹۵۳ء کو آپ نے رضا کاروں کا پہلا دستہ تیار کیا، مسجد سے روانہ ہو کر ہسپتال کے قریب سفید کنوئیں کے کنارے کھڑے ہو کر آپ نے تقریر فرمائی اور مجلس عمل کی باتیں دھرائیں اتنے میں ایک سادہ لباس پہنے ہوئے شخص نے آپ کو کلائی

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے پکڑا اور تھانہ کا بڑا سیاہ دروازہ کھول کر آپ کو مع رضاکاروں کے حوالات میں رکھنے کے لئے اندر داخل کر دیا گیا۔ آپ کو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ صاحب مجسٹریٹ تھے، اگلی صبح سیالکوٹ جیل میں پہنچا دیا گیا۔ وہاں حضرت مولانا حافظ حکیم محمد شفیع صاحب سنکھتروی اور استاذ العلماء حضرت مولانا محمد علی صاحب صدیقی مہتمم دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ کے علاوہ سینکڑوں علماء اور ہزاروں کی تعداد میں شمع رسالت کے پروانے موجود تھے۔ جیل میں ہر سینکڑے پر ایک امیر اور ۱۱ سو اسیروں کے ۱۱ امیر تھے ان ۱۱ کے امیر بھی آپ ہی تھے۔ اس امارت سے مقصود یہ تھا کہ حقوق پامال نہ ہوں سیالکوٹ کے بعد آپ کو ملتان سنٹرل جیل میں بھیجا دیا گیا۔ وہاں آپ کے ساتھ بارک نمبر ۶ میں شیخ العلماء مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر، مولانا قاضی شمس الدین صاحب گوجرانوالہ، حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب تلنبہ ضلع ملتان، مولانا فضل الٰہی صاحب خطیب جامع مسجد حافظ آباد، گوجرانوالہ، مولانا علی محمد مقیم لائل پور، مولانا عبد المجید صاحب سوہدروی، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گوجرانوالہ کے علاوہ دو سو دوسرے علماء بھی تھے۔ بارک ۶ میں امام الصلوٰۃ آپ ہی تھے۔

آپ کی گرفتاری پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت ہوئی تھی اور اس کی مدت چھ ماہ تھی۔ چھ ماہ کے بعد ملک فیروز خان نون کا حکم ان الفاظ میں پہنچا کہ "آپ کی میعاد نظر بندی چھ ماہ تھی۔ میں مزید چھ مہینے بڑھا کر خوشی محسوس کرتا ہوں"۔ آپ سے دستخط لے لئے گئے۔ ۱۰ ماہ کی قید کاٹنے کے بعد آپ کی رہائی ہوئی۔

جیل سے یہ سزا کاٹنے کے بعد ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ حکومت کی طرف سے مزید نوازشات کی بارش ہونے لگی۔ (۱) جلاوطنی (۲) زبان بندی (۳) "دھوا" تھانہ کی حدود میں نظر بندی۔ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ "دھوا" پہنچے تو "دھوا" کی پولیس استقبال کے لئے کھڑی تھی۔ ۷ ماہ "دھوا" میں نظر بند رہنے کے بعد واپس پسرور تشریف لے آئے

جلاوطنی کا نوٹس

جلاوطنی کا یہ حکم ۹ / اپریل ۱۹۵۴ء کو بعد از دوپہر ملا۔ ۱۶ اپریل کو "دھوا" پہنچے ایام نظر بندی میں ۳۳ دن کے بعد آپکو ایک اور حکم

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہنچا کر تین مہینہ کے لئے ضلع سرگودھا میں آپ کو نظر بند کر دیا گیا ہے

دوبارہ زبان بندی ۳۰ شوال ۱۳۷۹ھ بروز بدھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۶۰ء کو تین ماہ کے لئے زبان بندی کا حکم آ گیا۔

جامع مسجد کی نئی تعمیر ۲۹ محرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۵۷ء ۱۱ ماہ بھادوں ۲۰۱۴ بکرم بروز سوموار رات کو ڈھائی بجے کے قریب مسجد کے درمیانے گنبد کی غربی دیوار شدتِ باراں اور زلزلہ کے جھٹکا سے شہید ہو گئی اور اسی رات پاکستان میں تباہ کن سیلاب آیا جس سے علاقہ میں بے شمار عمارتیں گر پڑیں۔

۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو مسجد کی نئی تعمیر شروع ہوئی۔ آپ ہی نے سنگ بنیاد رکھا۔ سات ماہ کے اندر مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ تمام عمارت پر ۵۵ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ جب مسجد تعمیر ہو چکی تو حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ تشریف لے آئے اور درس قرآن سے سامعین کو فیضیاب کیا۔

عائلی قوانین پر تقریر ۱۹۶۰ء میں ظفروال کے سالانہ جلسہ میں عائلی قوانین پر تقریر کرنے کی بنا پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔ چوہدری .... غلام جیلانی صاحب لگکے زئی رئیس اعظم پسرور نے ضمانت پر رہائی کے لئے اپنی خدمات پیش کیں، آٹھ ماہ تک مقدمہ چلتا رہا۔ مقدمہ کے تمام اخراجات چوہدری صاحب موصوف نے برداشت کئے۔ آٹھ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو صاف بری کرا دیا۔

جمعیت کے امیر ۱۳۸۵ھ میں جمعیۃ علمائے اسلام کے انتخابی اجلاس میں حضرت مولانا عبید اللہ انور اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی تجویز سے آپ کو لاہور ڈویژن کا امیر منتخب کر لیا گیا ۱۹۶۷ء تک اسی امارت پر فائز رہے۔

تبلیغی مساعی ۱۶ صفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۶۷ء تک آپ کی تبلیغی مساعی جمیلہ اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے اٹھارہ سو چھیاسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۸۸۶ء) غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔

مدرسہ حنفیہ قادریہ تعلیم القرآن ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں مدرسہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۳۴۵ھ سے ۱۳۵۹ھ تک آپ تنہا تعلیم وتدریس کرتے رہے، ۱۳۵۹ھ میں آپ نے اپنے ایک مخلص دوست جناب مولوی روشن دین خان صاحب لوہاری منڈی والوں کے مشورہ سے مدرسہ کی تشکیل کی اور تنخواہ پر معلم مقرر کئے۔ ۱۳۵۹ھ سے ۱۳۹۳ھ ۳۴ برس سے مدرسہ نہایت کامیابی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔

تصانیف آپ جہاں "صاحب السیف" ہیں وہاں "صاحب القلم" بھی ہیں۔ آپ کی ایک درجن سے زائد کتابیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ ان کا رنگ تحقیقی ہے اور دلائل بڑے وزنی ہیں۔ پاکستان کے موقر دینی رسائل و مجلات نے شاندار تبصرے کئے ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ مناسب رہے گا۔

۱۔ سوانح حیات حضرت امام حسینؓ صفحات ۱۷۰ ناشر مدنی کتب خانہ بیرون لوہاری دروازہ۔ لاہور۔ پر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب کی تقریظ ملاحظہ فرمائیے۔

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ! میں نے سیرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقامات عدیدہ سے بغور مطالعہ کیا ہے۔ طالبان حق کے لئے شمع ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور خدا کرے کہ آپ کے اتباع کی برکت سے ہمیں جنت نصیب ہو جائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ

اسی کتاب پر دوسری تقریظ حضرت مولانا الحاج الحافظ السید حامد میاں صاحب خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ و مہتمم جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور کی ہے، اس کا مطالعہ بھی فرمائیں:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم! میں نے مخدومنا المحترم حضرت مولانا نذیر احمد صاحب دام مجدہم کی تحریر فرمودہ سیرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بکھرہ ...... جامع اور مختصر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جن کتابوں سے مضامین لئے گئے ہیں ان کا حوالہ بھی تحریر ہے۔ بہت صحیح طریقہ پر ترتیب دی گئی ہے۔ میرا مولانا موصوف مدظلہ العالی کی تالیف کے متعلق یہ لکھنا کہ یہ بہتر ہے سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ یہ چند جملے فقط تعمیل ارشاد کے لئے لکھے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ہم سب کو اپنی رضا و رحمت سے نوازے۔

سید حامد میاں"

۲۔ "رسالہ تحقیق متعہ" کے بارے میں علامہ عبدالشکور فاروقی لکھنوئی یوں اظہار رائے فرماتے ہیں:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد! اس حقیر نے رسالہ تحقیق متعہ کے مطالعہ سے مسرت حاصل کی، یہ رسالہ مولوی بشیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد پسرور نے اپنے زمانہ قیام دار المبلغین میں تالیف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مؤلف کو جزائے خیر دے۔ اس مبحث میں معلومات کا ایک ذخیرہ انہوں نے جمع کر دیا ہے کتب شیعہ کے جس قدر حوالے اس کتاب میں ہیں سب صحیح ہیں۔

مجھے امید ہے کہ مولوی صاحب موصوف اس مشغلہ کو جاری رکھیں گے تو انشاء اللہ پنجاب میں فتنۂ رفض جو ترقی کر رہا ہے اس کے مقابلہ میں بہترین کام کرنے والوں میں ان کا شمار ہوگا۔

صدق اللہ ظنی فیہ۔ احقر عباد اللہ محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ ۱۹۴۶ء۔

علامہ خالد محمود صاحب ایم۔ اے (برمنگھم) نے اس کتاب پر مقدمہ لکھا ہے۔ آخری چند سطریں مطالعہ کیجئے" اللہ تعالیٰ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب کو جزائے خیر دے کہ آپ نے ایرانی سوسائٹی کے اس متعہ کی پوری تصویر ناظرین کے سامنے پیش کر دی ہے اور پھر لطف یہ کہ اسکے ایک ایک جزو کو انہی متعی حضرات کی معتبرات مسلمات سے ثابت فرمایا ہے۔"

"احقر العباد خالد محمود سیالکوٹی"

۳۔ "انوارِ صحابہؓ" حصہ اوّل صفحات ۲۲۸، قیمت ۶/ روپے ناشر کتب خانہ رشیدیہ، پسرور ضلع سیالکوٹ ... جناب ساجد الرحمٰن صاحب

tooba-elibrary.blogspot.com

صدیقی ایم۔ اے کا تبصرہ پڑھیئے۔

"عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ صحابہ کرامؓ کے سوانحی چہرے حروف تہجی کے اعتبار سے ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں تاکہ حسب ضرورت صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی سہولت اور آسانی سے میسر آ سکیں۔ جناب مولانا مفتی بشیر احمد صاحب نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور نہایت بہترین انداز اور حسین اسلوب کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی یکجا کر دیئے۔ مصنفِ محترم ضلع سیالکوٹ کے ایک مقتدر عالم دین ہیں اور دینی مسائل پر آپ کی گرفت خوب اچھی طرح مضبوط ہے۔ اس لحاظ سے زیر تبصرہ کتاب کی اہمیت اور استناد میں قابل قدر اضافہ ہو جاتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب میں ۱۷۱ صحابہ کرامؓ کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ توقع ہے کہ فاضل مصنف اس سلسلے کو برقرار رکھیں گے اور اس کتاب کے حصہ دوم کی جلد تکمیل فرمالیں گے۔"

۴۔ "انوار صحابیاتؓ" صفحات ۱۰۴، قیمت ۳/۵۰، ناشر کتب خانہ رشیدیہ، پسرور ضلع سیالکوٹ پر بھی انہی کے قلم سے جو انتقاد ہوا ہے پڑھیں:۔

"انوارِ صحابہؓ کی طرح "انوار صحابیات" بھی ایک قابلِ قدر تصنیف ہے۔ اس میں ۱۷ صحابیات کے سوانحی چہرے آ گئے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی توقع ہے کہ فاضل مصنف مزید صحابیات کے تذکرے پیش فرمائیں گے۔"

(ماہنامہ "رشاد" سیالکوٹ بابت ماہ اگست ۱۳۷۳ء)

نیز ماہنامہ "صدائے اسلام" پشاور بابت ماہ ستمبر ۱۹۷۲ء میں بھی اس کتاب پر شاندار تبصرہ شائع ہوا ہے اور آخر میں تاکید کی گئی ہے کہ "ہر مسلمان کو اس کتاب کا خود اور اپنے گھر والوں کو مطالعہ کروانا چاہیئے۔"

باقی چند کتابوں اور رسالوں کے نام یہ ہیں:۔

(۵) داماد علیؓ و داماد نبیؐ صفحات ۸۰۔ (۶) فضائل السلام علیکم صفحات ۲۴۔ (۷) مسائل قربانی صفحات ۱۶۔ (۸) فضائل اصحاب ثلاثہ صفحات ۴۶ (۹) فضائل خدمت خلق صفحات ۴۶ (۱۰) بدعات محرم صفحات ۳۲ (۱۱) السر المکتوم صفحات ۳۲۔ (۱۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قوت حیدری صفحات ۲۲ - (۱۳) ارشادات خاتم الانبیاء صفحات ۱۶ - (۱۴) سوانح امام حسینؓ - قیمت ۵۰/۱ - (۱۵) تحقیق مسئلہ رجعت - (۱۶) فرمان امام باقر رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) خلفائے ثلاثہ اور اہل بیت کی آپس میں رشتہ داریاں (۱۸) آفتاب نبوت۔

اولاد آپ کی اولاد میں تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے جناب مولانا حافظ قاری رشید احمد صاحب بقیدِ حیات ہیں۔ سب سے بڑی صاحبزادی کا نام رضیہ بی بی ہے۔ وہ عورتوں کا ضروری دینی نصاب پڑھی ہوئی ہیں، ۱۳۸۴ھ میں اپنے پھوپھی زاد بھائی عطاء اللہ صاحب کے ساتھ ان کی شادی ہوئی۔ عطاء اللہ صاحب کی منعم میڈیکل سٹور، کے نام سے دکان ہے۔ صاحب اولاد ہیں ان کے دو لڑکے عطاء المنعم اور عطاء المحسن ہیں۔

رضیہ بی بی سے چھوٹے جناب مولوی رشید احمد صاحب ہیں، حافظ اور قاری ہیں، خیر المدارس ملتان کے فارغ التحصیل ہیں اور اپنے مدرسہ حنفیہ قادریہ میں تدریس پہ مامور ہیں، فاضل فارسی اور میٹرک کے امتحان بھی پاس کر رکھے ہیں، ۱۳۸۵ھ میں دورۂ حدیث پڑھا۔ اسی سال شادی ہوئی، یہ بھی صاحب اولاد ہیں۔ دو لڑکیاں، سعادۃ النساء اور قمر النساء ہیں اور ایک لڑکا بلال احمد محسن ہے۔

ان سے چھوٹی سلمٰی بی بی ہیں، بہشتی زیور، تعلیم الاسلام اور فارسی کی تعلیم شروع کر رکھی ہے۔

ان سے چھوٹی زبیدہ بی بی ہیں، یہ قرآن پاک کی حافظہ اور قاریہ ہیں، ۱۳۹۲ھ میں انہوں نے مستورات کو پہلا مصلّٰی (رمضان کی تراویح میں) سنایا۔ یہ اب پڑھ رہی ہیں۔

خلفاء جن خوش نصیب حضرات کو آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

(۱) جناب الحاج سید غلام رسول شاہ صاحب بورنگ سپر وائزر کوہ نور ملز راولپنڈی۔
(۲) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب فاروقی فاضل دیوبند سیالکوٹ۔
(۳) حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب فاضل دیوبند باغبان پورہ لاہور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴) حضرت مولانا قاضی عبدالحی چن پیر صاحب ہاشمی خطیب مرکزی جامع مسجد حویلیاں ہزارہ

(۵) حضرت مولانا عبدالحق صاحب فاضل دیوبند ظفروال، سیالکوٹ۔

(۶) حضرت مولانا محمد شریف صاحب آف موہلن تحصیل شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ۔

(۷) حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔

(۸) جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر سابق ایڈیٹر "خدام الدین" لاہور۔

(۹) حضرت مولانا قاری جمیل احمد صاحب میواتی رائے ونڈ، لاہور۔

(۱۰) جناب مولانا ابوظفر غلام رسول صاحب قادری آف کوہر بستی ڈی، جی خان۔

(۱۱) جناب مولانا قاری ظفر احمد صاحب خطیب واہگہ، لاہور۔

(۱۲) جناب مولانا احمد عبدالرحمٰن صاحب صدیقی، مسجد تقویٰ نوشہرہ صدر، ضلع پشاور۔

(۱۳) جناب مولوی غلام حسین صاحب جانگلے ڈاک خانہ منڈی سکھیکے، ضلع گوجرانوالہ۔

(۱۴) حافظ قاری فیوض الرحمٰن قادری ایم۔ اے (عربی، علومِ اسلامیہ، اردو، فارسی)
ایم، او، ایل، صدر شعبۂ اسلامیات، گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد، ہزارہ، صوبہ سرحد، پاکستان۔

(۱۵) جناب مولانا حافظ حکیم محمد اسماعیل صاحب فاضل دیوبند بستی مرہانہ، تحصیل ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

امیر انجمن خدام الدین، شیرانوالہ گیٹ ، لاہور

ولادت :- آپ ۱۲/ اگست ۱۹۲۶ء کو شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے گھر پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم قرآن مجید والدہ ماجدہ سے پڑھا، پھر حضرت لاہوریؒ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو دارالعلوم دیوبند خط لکھا کہ ہمارے یہاں کوئی قاری بھجوا دیں جو صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن مجید پڑھائے، انہوں نے قاری عبدالکریم دیوبندی کو بھجوا دیا، لاہور میں وہ پہلے قاری تھے، انہی سے سے آپ نے علمِ قراءت کی تحصیل کی، تقسیم ملک کے بعد وہ ہندوستان واپس چلے گئے۔

اسی اثنار میں آپ نے جماعت چہارم کا امتحان دیا۔ حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ "اگر اول آؤ گے تو جو کچھ مانگو گے وہی ملے گا" خدا کی قدرت کہ آپ اول آ گئے۔ حضرت نے آپ سے پوچھا کہ کس چیز کی خواہش ہے؟" آپ نے جواب دیا " مجھے گھڑی، گھوڑا اور ایک چھاتہ خرید کر دیا جائے نیز دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلا دیں!" حضرتؒ نے آپ کی ان عجیب وغریب خواہشات کو سُنا تو آپ کی والدہ ماجدہ سے کہا "انور سے یہ ہمارا پہلا وعدہ ہے اسے ضرور پورا کرنا چاہیئے۔ وگرنہ بچے کے ذہن پر بُرا اثر پڑے گا" چنانچہ حضرتؒ نے اپنے ایک خادمِ چاند خاں (عبدالرحمٰن) کے ساتھ آپ کو بھیج دیا اور خادم کو فرمایا کہ " انور کو دہلی کی جامع مسجد اور علی گڑھ دکھلاؤ" اور واپس آتے ہوئے دارالعلوم دیوبند بھی ہوتے آنا" اس وقت دیوبند میں آپ کے برادرِ بزرگ حضرت مولانا حافظ

toobaa-elibrary.blogspot.com

حبیب اللہ صاحب زیرِ تعلیم تھے، وہاں کے ماحول سے آپ بہت متاثر ہوئے اور دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے اس ارادہ سے والدہ صاحبہ کو مطلع کیا تو والدین نے بخوشی آپ کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ وہاں آپ کی تعلیم کا آغاز حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے فرزند مولانا اسعد میاں کے ساتھ ہوا۔ آپ کی تعلیم کی "بسم اللہ" حضرت مدنیؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری قاری اصغر علی صاحب نے کرائی۔ ابھی آپ دونوں نے چار پانچ پارے ہی حفظ کئے تھے کہ والدین سے ملنے لاہور چلے آئے، اس دوران کچھ بیمار ہو گئے اور مکمل حفظ نہ کر سکے۔ ادھر سید اسعد بھی بیمار ہو گئے وہ بھی حفظ نہ کر سکے۔

سنہ ۳۲ و ۱۹۳۳ء کی بات ہے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت لاہوریؒ کے پاس تشریف لائے تو حضرت لاہوریؒ کا خیال ہوا کہ آپ کو ندوہ بھیج دوں، لیکن حضرتؒ نے مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب سے وہاں کا تعلیمی نصاب دیکھ کر فرمایا کہ "میں اپنے بچے کو عالمِ باعمل بنانا چاہتا ہوں ایڈیٹر بنانا میرا مقصد نہیں ہے۔" چنانچہ حضرتؒ نے آپ کو مظاہر العلوم سہارنپور مولانا سید ظہور الحق صاحب کے پاس بھجوا دیا۔ آپ وہاں پڑھتے رہے۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی جلاوطنی کے بعد وہاں تشریف لے گئے تو آپ کی ڈیوٹی ان کی خدمت کرنے کی لگ گئی، حضرت سندھیؒ کی خدمت کے ساتھ اُن سے تقریباً تین چار سال علم بھی حاصل کیا۔ حضرت سندھی نے آپ کو دارالعلوم دیوبند بھجوا دیا اور تعارفی کارڈ پر داخلہ کے لئے لکھا، جسے قاری محمد طیب صاحب نے آنکھوں سے لگایا۔ ایک ملاقات میں حضرت سندھیؒ نے ڈاکٹر ذاکر حسین سے کہا کہ انور جب دیوبند سے فارغ ہوں گے تو انہیں آپ نے سپرد کروں گا کہ آپ نے برلن سے اقتصادیات کی ڈگری حاصل کی ہے، انور کو الٰہیات کی ڈگری دلوائیں۔ (حضرت سندھیؒ فرماتے تھے کہ بی۔ اے تک کی انگریزی کی استعداد ضروری ہے تاکہ انگریزی سے نجات مل سکے۔)

اعلیٰ تعلیم | آپ نے دارالعلوم دیوبند میں تکمیلِ کتب کے بعد سنہ ۱۹۴۷ء میں دورہ حدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھا۔ اور سندِ فراغت حاصل کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تدریسی خدمات فراغت کے بعد حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اور آپ کے برادرِ بزرگ کو مولانا محمد صادق صاحب کی خواہش پر مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی تدریس کے لئے بھجوا دیا، آپ پڑھاتے وہاں تھے اور خرچہ لاہور سے جاتا تھا۔ ساتھ ہی دو دوستوں کے ساتھ آپ نے کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا۔ ۵، ۶ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا، جس میں خاطر خواہ نفع ہوا۔ اچانک حضرت لاہوریؒ نے آپ کو فوری بلا بھیجا آپ آ گئے اور پھر کبھی نہیں گئے، چالیس ہزار کے قریب آپ کی رقم بنتی تھی، وہ دوست آپ کو بلاتے بھی رہے کہ حساب کر کے یہ رقم لے جائیں لیکن آپ نے پھر اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ خود فرماتے ہیں کہ اس کا مجھے نہ کبھی خیال آیا نہ ملال ہوا نہ توجہ"

لاہور میں حضرتؒ نے آپ کو مصری شاہ اینٹوں کے ایک چبوترہ پر درس دینے کی خدمت سپرد کی، وہاں آپ نے ۱۰ سال تک درس قرآن دیا، قرآن مجید کی برکت سے شاندار مسجد بھی بن گئی۔ ساتھ ہی اچھرہ کی جامع میں جمعہ پڑھانے کی خدمت بھی سپرد کر دی۔ یہ سب خدمات اعزازی طور پر تھیں۔

روحانی تربیت حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہوئے، انہوں نے تربیت فرمائی۔ کھانا سامنے ہوتا تو حضرتؒ فرماتے توجہ دو کیسا ہے (حلال ہے یا حرام)؟ گوشت کیسا ہے؟ دودھ کیسا ہے؟ فروٹ کیسا ہے؟ حضرتؒ کو اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام میں امتیاز کرنے کا یہ خاص نور عطا فرما رکھا تھا وہ نور ان سے آپ کی طرف بھی منتقل ہوا۔ اور ہمیشہ ٹیسٹ میں کامیاب رہے۔ آپ کی والدہ صاحبہ کو گواہ بنا کر حضرتؒ نے فرمایا کہ "تم گواہ رہو کہ میں نے دونوں (مولانا انور و حافظ حمید اللہ) کو خلافت دے دی ہے۔ خلافت میں ۱ مولانا حبیب اللہؒ کا ہے، دوسرا مولانا انور کا اور تیسرا مولانا حافظ حمید اللہ صاحب کا۔

---

[1] حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ حضرت کے ۱ خلیفہ تھے، حضرتؒ نے ۱۹۴۷ء میں استخارہ کیا تو مولانا حبیب اللہ، مولانا عبد الہادی صاحب مولانا ابو الحسن علی ندوی، مولانا عبد العزیز صاحب ساہیوال اور حضرت بسرور رح کی اجازت ملی ان میں بھی پہلا نمبر مولانا حبیب اللہ صاحب کا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرتؒ نے آخر میں جامع فاروق گنج اور مصری شاہ جامع مسجد کی ذمہ داری حافظ حمیداللہؒ صاحب کے سپرد کردی اور اچھرہ اور شیرانوالہ کی آپ کے سپرد کی تاکہ بھائیوں میں کبھی اختلاف نہ ہو۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی اپنے ماموں جناب ڈاکٹر عبدالقوی لقمان ایم بی بی ایس رحال گلبرگ لاہور کے گھر سے ہوئی۔ اولاد میں جناب محمد اجمل صاحب، محمد اکمل صاحب اور ایک بچی عاصمہ رشیدہ ہے۔ محمد اجمل صاحب گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور محمد اکمل صاحب میٹرک میں ہیں، دونوں بھائی ساتھ ساتھ حفظِ قرآن میں مصروف ہیں۔

حضرت کی جانشینی

۱۹ مارچ ۱۹۶۲ء کو بعد از نمازِ فجر حضرت مولانا عبدالہادی صاحب دین پوری نے جانشینی کی باقاعدہ پگڑی بندھوائی اور حضرتؒ کے متوسلین کو جملہ معاملات اور منازلِ سلوک میں رہنمائی حاصل کرنے کے لئے آپ سے رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی۔ آپ شیخ التفسیرؒ کے وصال کے دن ہی حضرت کی وصیت اور مغربی پاکستان کے تمام علماء کے فیصلہ کے مطابق "جانشینِ شیخ" قرار دیئے جا چکے تھے اور محض اسی منصب کی وجہ سے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے حضرتؒ کی نمازِ جنازہ آپ سے پڑھوائی تھی، لیکن حضرت مولانا عبدالہادی صاحب نے سلسلۂ قادریہ کی روایت کے مطابق آپ کی باقاعدہ دستار بندی فرمائی۔ آپ اس جانشینی کا حق خوب ادا کر رہے ہیں۔

حق گوئی و بے باکی

آپ اپنے والدؒ کے صحیح جانشین ہیں، ان کی طرح حق گوئی و بیباکی کی صفات بدرجہ اتم موجود ہیں، ایوبی آمریت کے خلاف جب آپ میدان میں نکلے تو کوئی روک نہ سکا، پولیس کے ایک افسر ڈی، ایس پی چیمہ نے آپ پر اتنا تشدد کیا کہ جس کی معذرت سابق صدر محمد ایوب خان کو اپنی تقریر میں کرنا پڑی۔ آپ ایک عرصہ تک اس تشدد کی وجہ سے ہسپتال میں رہے، پولیس افسر کے خلاف مقدمہ ہوا، اس نے بھری عدالت میں معافی مانگی اور قدموں پر گر پڑا، حضرت نے فاضل جج سے کہا کہ جب

toobaa-elibrary.blogspot.com

انہوں نے مجھ پر تشدد کی انتہا کر دی تھی میں نے تو اُسی وقت ان کو معاف کر دیا تھا۔ یہ تو دوستوں نے مقدمہ کر دیا۔ ورنہ میں تو انہیں پہلے ہی سے معاف کر چکا ہوں۔ آپ کے اخلاق فاضلہ کی تعریف فاضل جج کو بھی عدالت میں کرنا پڑی۔

تحریر و تقریر آپ اچھا لکھتے اور بولتے ہیں، ریڈیو پاکستان لاہور سے "ہدایت کی راہ" میں آپ کی بیسیوں تقاریر، اور خدام الدین کی ادارت اس پر شاہد ہیں ان کا ایک مجموعہ "اسلامی تعلیمات" کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

سیاسی مسلک آپ جمعیتہ علماء اسلام پاکستان کے نائب امیر چلے آتے ہیں۔ بے شمار ذمہ داریاں آپ کے کندھوں پر ہیں جنہیں آپ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

حج:۔ آپ کئی حج کر چکے ہیں۔ یہ سعادت آپ کو بار بار مل جاتی ہے۔

امن کمیٹی آپ امن کمیٹی کے صدر ہیں۔ حال ہی میں امن کمیٹی کا اجلاس بلغاریہ میں ہوا، وہاں آپ نے شرکت کی اور اسلام کا پیغام پہنچایا، وہاں کے پادری نے آپ کی تقریر کی تعریف کی۔

ہفت روزہ "جہاں نما" لاہور بابت ماہ (۲۰) دسمبر ۱۹۶۶ء میں سعید اظہر خان سعید کے قلم سے آپ کا مفصل انٹرویو شائع ہوا۔ اس انٹرویو کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:۔

"برصغیر میں دارالعلوم دیوبند نے اسلام کی تجدید و احیاء، غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کرنے اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی نظامِ حیات کو متعارف کرانے کے لئے جو بے پایاں اور تاریخی خدمات سر انجام دی ہیں اگر ان کا سرسری سا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ دنیا کے تقریباً ہر گوشے میں ایسے افراد موجود ہیں جنہوں نے دیوبند سے حصولِ علم کیا اور آج دورِ حاضر کے پیدا کردہ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اسلام کی قندیل روشن کئے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل شخصیات کو شمار کیا جائے تو ان کی تعداد بلاشبہ بہت زیادہ ہے۔

حضرت مولانا عبیداللہ انور، لاہور میں دیوبندی مکتبِ فکر کی ایک ممتاز شخصیت ہیں،

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ حضرت مولانا احمد علیؒ کے صاحبزادے اور انجمن خدام الدین کے صدر ہیں۔"

مولانا عبید اللہ انور صاحب نے مولانا مودودی کے متعلق جو کچھ کہا اس پر تبصرہ کا یہ مقام نہیں، اور نہ ہی ہمارا یہ مقصد ہے، البتہ میں اس قدر رائے زنی ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا کا اندازِ اختلاف اشتعال انگیز نہیں اور نہ ہی وہ اخلاقی حدود سے آگے بڑھتے ہیں اور یہ ایک قابل ستائش بات ہے۔ ان کا طریق وہی ہے جو سنجیدہ طریقے سے اختلاف کرنے والے حضرات کا ہوتا ہے اور جو قوم میں باعث فساد نہیں بنتا۔"

(جہاں نما ص ۱۴ تا ۱۵)

اخلاق و کردار

آپ نہایت حلیم الطبع بزرگ ہیں، بڑوں کا بیحد احترام کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم کی موجودگی میں فرمایا کہ "حضرت والد صاحبؒ نے ہمیں یہ تعلیم بھی دی تھی کہ بزرگوں کے سامنے نظریں نیچی رہیں۔" چھوٹوں پر بے حد شفیق ہیں۔ مجھ گنہگار پر آپ کی شفقت کا اندازہ آپ کے اس دستی گرامی نامہ سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے مجھے لاہور سے کراچی جاتے وقت الحاج محمد یوسف صاحبؒ[۲] کے لئے دیا تھا۔ خط کی عبارت دیکھیں:۔

"انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ لاہور۔

حوالہ نمبر — ۱۱ محرم الحرام ۱۳۹۴ھ — تاریخ پیر ۴ فروری ۱۹۷۴ء

کرم فرما لطفِ مجسم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

از احقر عبید اللہ انور

---

[۱] "مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ انور نے مندرجہ بالا باتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں کیں جن میں ایک حیرت انگیز بات یہ بھی تھی کہ حضرت مولانا احمد علیؒ جب بھی مولانا مودودی کے خلاف کوئی تحریر لکھتے تو اسکا آغاز دعا سے کرتے اور دعا پر ہی ختم کرتے۔ اور جب کبھی مولانا مودودی سے ملتے تو انہیں حضرت مولانا مودودی کہکر مخاطب کرتے" اس بات سے مولانا عبید اللہ انور کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ مولانا کی نیت پر شبہ نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی بعض علمی باتوں پر صرف اس لئے گرفت کرتے تھے کہ وہ انہیں قرآن و حدیث کے خلاف تصور کرتے تھے:" (جہاں نما ص ۱۵)۔ [۲] حضرتؒ کے مخلص مریدین میں سے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاملِ عریضہ جناب قاری فیوض الرحمٰن صاحب جن کے بیشتر مضامین حلام الدین کے صفحات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور جناب والا نے بھی ضرور ملاحظہ فرمائے ہوں گے، میرے مخلص دوست اور علمائے دیو بند کے سچے خادم ہیں اور حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ اور مرحوم برادر معظم (مولانا حبیب اللہ صاحب) سے قلبی ارادت رکھتے ہیں بلکہ موصوف اسی سلسلہ میں آپ کے نیاز بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ از راہ شفقت اپنے مصروف اور قیمتی اوقات میں سے چند لمحات انہیں ضرور عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

امید ہے کہ آپ مع متعلقین بخیریت اور مشاغل عزیز میں مصروف ہوں گے۔

الحمد للہ یہاں بھی عافیت ہے، بچوں کو دعا۔

گھر میں سے آپ کے گھر والوں کو سلام نیاز کہتے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ"

الغرض آپکے اخلاق سنت نبوی کا بہترین نمونہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو تا دیر کامل صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ آمین۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب

۱۹۲۸ھ ——— ۱۹۷۰ء

ولادت آپ ۱۹۲۸ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبید اللہ انور سے کوئی ڈیڑھ برس چھوٹے تھے۔

ابتدائی تعلیم قرآن مجید ناظرہ والدہ ماجدہ سے پڑھا۔ حافظ شہاب الدین صاحب یکی دروازہ والوں سے حفظ کیا۔ چھٹی جماعت میں پڑھ رہے تھے کہ آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب ششماہی امتحان کے موقع پر دار العلوم دیوبند سے لاہور آئے، اس وقت آپ کی ڈاڑھی پھوٹ رہی تھی۔ حضرت لاہوری رات کا کھانا گھر والوں کے ساتھ اکٹھے کھایا کرتے تھے، والدہ صاحبہ نے آپ کو دار العلوم دیوبند بھیجنے کی تجویز رکھی اور دلیل یہ دی کہ "اگر اس وقت انہیں بھیجا نہ گیا اور سکول کے ماحول سے متاثر ہو کر انہوں نے ڈاڑھی منڈوا دی تو آپ کی کیا عزت ہوگی" آپ کی والدہ کی یہ دلیل موثر ثابت ہوئی، اور حضرت لاہوری نے آپ کو بڑے بھائی مولانا عبید اللہ انور کے ساتھ دار العلوم دیوبند بھجوا دیا۔ یہ ۱۹۴۳ء کی بات ہے،

اعلیٰ تعلیم آپ نے دار العلوم دیوبند کے اساتذہ سے درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ ابھی دورۂ حدیث باقی تھا کہ ملک تقسیم ہوگیا، پاکستان کے کسی مدرسہ میں آپ کی طبیعت نہیں لگتی تھی، خیر المدارس ملتان میں بھی دل نہ لگا، فرماتے تھے کہ "یہ ایسے ہے جیسے کوئی کسی کو سمندر سے نکال کر جوہڑ میں ڈال دے" بالآخر جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور یہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اساتذہ میں مولانا ضیاء الحق صاحب اور حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

روحانی مسلک اپنے والدؒ سے بیعت ہوئے اور انہیں سے اسباق کی تکمیل کر کے خلافت حاصل کی۔ آپ میں جذب کی حالت بہت زیادہ تھی، اس کی وجہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انورؒ نے یہ بتائی کہ حضرت والد صاحبؒ نے ہمیں مجذوب کا جھوٹا نہار منہ کھانے سے روکا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحبؒ دار العلوم دیوبند سے ہمارے ہاں تشریف لائے اور چند دن قیام فرمایا، حافظ صاحب مرحوم نے ان کا جھوٹا کھایا، اس کا اثر یہ ہوا کہ حافظ صاحب مجذوب ہو گئے۔ پھر رفتہ رفتہ قدرے ٹھیک ہوئے مگر دنیا سے بے رغبتی اسی طرح قائم رہی۔

شادی اور اولاد آپ کی شادی اپنے ماموں کے گھر حکیوال سے ہوئی۔ ان سے آپ کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں لڑکوں کے نام سعید اللہ اور حلیم اللہ اور حبیب اللہ ہیں،

حج۔ آپ تقریباً ہر سال مع اہل و عیال حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

جہاد جہاد کی تڑپ رکھتے تھے، آپ کے پاس کئی بندوقیں اور پستول تھے، عبد المجید صاحب سیفی کے کہنے پر چار پانچ میل روزانہ پیدل چلنے کا معمول تھا، عصر کی نماز کے بعد حضرت لاہوریؒ کے مزار پر پیدل جانے کا معمول تھا۔

درس حضرت لاہوریؒ نے مصری شاہ اور فاروق گنج کی مساجد کی ذمہ داری آپ کو سونپ رکھی تھی، حضرتؒ کے وصال کے بعد جامع شیرانوالہ میں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ مولانا انور مدظلہ کی عدم موجودگی میں مجلس ذکر اور خطبہ جمعہ بھی دیا کرتے تھے۔

انتقال آپ کو ذیابیطس کی تکلیف تھی، اس کے باوجود صبح کے درس قرآن کا کبھی ناغہ نہ کیا۔ جب تکلیف بڑھی تو آپ کو زبردستی ہسپتال لے جایا گیا، وہاں آپ کو چارپائی پر ہی نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی، آپ کو چارپائی پہ نماز پڑھنا اچھا معلوم نہ ہوا، نیچے نماز ادا کی، چارپائی پہ جانے لگے تو دل کے ہاتھوں انتقال کیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ تھی، اور مغرب و عشاء کا درمیانی وقت تھا۔ ایمبولینس کے ذریعہ آپ کو گھر لایا گیا، حضرت مولانا انور مدظلہ کسی جلسہ سے واپس آئے تو ایمبولینس کھڑی دیکھی لیکن انہیں شبہ نہ ہوا، اندر جا کر معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

تعزیتی نوٹ ۲۰ نومبر ۱۹۷۰ء کے ہفت روزہ "خدام الدین" میں "اناللہ وانا الیہ راجعون" کے تحت لکھا ہے کہ "قارئین خدام الدین نہایت دکھ کے ساتھ یہ خبر پڑھیں گے کہ حضرتؒ کے فرزند اصغر حضرت مولانا حافظ حمید اللہ صاحب جو قریباً ایک ماہ سے میو ہسپتال میں بعارضہ ذیابیطس زیر علاج تھے، آج بروز بدھ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ ۸ بجے شب وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر عمل پیرا رہے، جامع مسجد شیرانوالہ میں درس قرآن اور مدرسہ قاسم العلوم میں بعد نماز مغرب سکول و کالج کے زیر تعلیم اور فارغ التحصیل تشنگان تفسیر قرآن کی پیاس بجھاتے رہے، نیز جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہ العالی کی عدم موجودگی میں وعظ و تبلیغ و مجلس ذکر وغیرہ کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ قدرت نے غضب کی فراست، اٹل ارادہ، اور انتہائے استغناء کی دولت سے سرفراز فرما رکھا تھا۔ حافظ صاحب کی بے وقت رحلت حضرت مدظلہٗ کے لئے جانکاہ صدمے سے کم نہیں۔ حضرت کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔

ادارہ خدام الدین حضرت مدظلہ اور ان کے جملہ متوسلین کے غم میں برابر کا شریک ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہے کہ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے اور قبر بستان جنت ہو۔ آمین۔

ماہ نامہ "الحق" اکوڑہ خٹک ضلع پشاور کے مدیر مولانا سمیع الحق صاحب لکھتے ہیں کہ "مرشد زادہ و استاد زادہ محترم مولانا حافظ حمید اللہ صاحب ابن مولانا احمد علی لاہوریؒ بجوان سالی میں پچھلے دنوں انتقال فرما گئے۔ خاندان لاہوریؒ کا گل سرسبد یکا یک ہم سے جدا ہو گیا۔ حق تعالیٰ رفیق اعلیٰ سے نوازے اور پورے خاندان کو صبر جمیل نصیب ہو۔"
(الحق جمادی الاول ۱۳۹۱ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نیز ۱۹ فروری ۱۹۷۱ء کے خدام الدین میں حاجی عطا محمد عرائض نویس کے قلم سے آپ پر ایک تعزیتی مضمون شائع ہوا ہے۔ ۴ اگست ۱۹۷۲ء کے "ترجمان اسلام" لاہور میں مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے "ہمہ گریاں واو خنداں" کے عنوان سے آپ پر ایک صفحہ سے زائد تعزیتی اداریہ لکھا جس میں مرحوم کی خدماتِ دینیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور متعلقین سے اظہار ہمدردی کیے۔

مولانا ہزاروی، مولانا امین الحق، مولانا عبید الرحمٰن سے خوب

اخلاق و عادات تعلقِ خاطر تھا۔ حق گو عالم تھے، جو کہنا ہوتا منہ پر کہہ دیتے، غیبت سے کوسوں دور رہتے۔ اگر کوئی دوست ہے تو من کل الوجوہ اور نہیں تو من کل الوجوہ، تکبیر اولیٰ کے پابند، درس قرآن کا ناغہ نہ کرنے والے تھے۔ نہایت سادہ طبیعت کے مالک تھے، بہت زیادہ ذکر کرنے والے تھے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا محمد شعیب صاحب مدظلہ

میاں علی ضلع شیخوپورہ

خاندان اور ولادت آپ علاقہ تربیلہ تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ کے ایک گاؤں توہی" میں مولانا عبدالرحمان صاحب کے گھر بروز جمعہ ۱۳۳۰ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ اعوان قبیلہ سے ہیں۔ آپ علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے آباؤ اجداد اپنے علاقہ کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کے والد صاحب کے ہاں بھی طلبہ کثرت سے آکر پڑھتے، آپ کے والد علم صرف، فقہ اور فارسی پڑھانے میں مشہور تھے

ابتدائی تعلیم آپ نے ابتدائی صرف اور فارسی کی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی۔ بعدازاں آپ کے والد صاحب نے باوجود صغر سنی کے آپکو اپنے چچا مولانا عبدالقیوم صاحب کے ہمراہ میرٹھ بھیجوادیا، آپ کے چچا مرحوم کا وہ آخری سال تھا، اس سال میں آپ نے ابتدائی نحو کی کتابیں اسی مدرسہ امداد الاسلام میں پڑھیں۔ ۱۳۴۰ھ میں وہ فارغ التحصیل ہو کر واپس گھر آنے لگے تو آپ بھی والد محترم کی مرضی کے خلاف ان کے ساتھ واپس گھر آگئے۔ وہاں سے آپ کو مشہور قصبہ کالنجر ہری پور ہزارہ کے مشہور عالم مولانا عبدالرؤف صاحب (مرحوم) کے پاس بھیجوادیا، یہ بزرگ علم نحو، فقہ، اور میراث کے عمدہ عالم تھے اور ان کے پاس طلبہ کا ایک جم غفیر رہتا تھا۔ ان سے آپنے ایک سال میں کافیہ زبانی یاد کیا، اس وقت میں ہر فن کے متن کی ایک کتاب ضرور زبانی یاد کرائی جاتی تھی۔ بعدازاں آپ کے والد صاحب ..... آپ کو اپنے پیر خانہ علی پور سیداں ضلع

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیالکوٹ لے گئے، داخلہ کا امتحان مدرسہ کے مہتمم صاحبزادہ محمد حسینؒ نے لیا اور آپ کو داخلہ دے دیا گیا۔ وہاں ایک دوسرے بزرگ عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب جہلمی (فاضل دیوبند) تلمیذ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے آپ نے شرح جامی، الفیہ ابن مالک، شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، ملا حسن، مقامات حریری وغیرہ کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کو استاذِ محترم کی محنت سے کتابوں سے لگاؤ پیدا ہو گیا۔ اسی اثناء میں ۱۳۴۸ھ میں آپ کے والدِ صاحب انتقال کر گئے، آخری وقت انہوں نے آپ کو اطلاع نہ کرنے کی وصیت کی، گھر والوں نے وصیت کے مطابق آپ کو تو اطلاع نہ دی لیکن ان کے پیر و مرشد صاحب کی خدمت میں دعائے مغفرت کیلئے لکھ دیا، وہیں سے آپ کو علم ہو گیا اور آپ تعلیم چھوڑ کر گھر آ گئے اور مسلسل تین سال تک گھر پہ رہے۔ تین سال کے بعد پنجاب کا رخ کیا اور خواب کے اشارہ سے چک جھمرہ ضلع لائل پور پہنچ گئے۔ وہاں حضرت مولانا محمد عرفان صاحب (آف ڈھانگری مانسہرہ ہزارہ) فاضل دیوبند تلمیذ علامہ انور شاہ صاحبؒ سے شرح وقایہ، ہدایہ اولین، مشکوٰۃ اور جلالین موقوف علیہ کی تکمیل کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ "ان کے سایہ عاطفت نے سب مجھے والدین کی یاد بھلا دی۔ دو سال اپنے قدموں میں رکھا اور پھر خود ہی مجھے مدرسہ اسلامیہ عبدالرب دہلی میں برائے دورہ حدیث بھیجا۔"

اعلیٰ تعلیم

۱۹۳۷ء میں آپ نے مدرسہ عبدالرب دہلی میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ تلمیذ حضرت شیخ الہندؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ فراغت کے بعد اپنے استاذِ محترم مولانا محمد عرفان صاحب کے پاس واپس چک جھمرہ آ گئے۔ انہوں نے آپ کو دورہ تفسیر کے لئے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہاں مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں حضرتؒ سے دورہ تفسیر پڑھ کر سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد آپ اپنے ایک دوست کو "میاں علی" ضلع شیخوپورہ میں ملنے کے لئے تشریف لے گئے لیکن وہ دوست جا چکے تھے، یہاں کے احباب حضرت لاہوریؒ کی وجہ سے آپ کو جانتے تھے، انہوں نے آپ کو مدرسہ میں رہنے کی پیشکش کی، آپ نے اپنے استاذ مولانا محمد عرفان صاحب کے مشورہ سے اسے قبول

toobaa-elibrary.blogspot.com

کر لیا۔ چند دن بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ میاں علی تشریف لائے تو آپ یہیں اُنکے دستِ حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہو گئے، پھر آمد و رفت کا سلسلہ تیز ہی سے شروع ہو گیا۔ ۱۲ فروری ۱۹۳۸ء میں آپ "میاں علی" آئے۔ اور اب تک وہاں کے اسلامی مدرسہ "تعلیم الاسلام" میں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھا رہے ہیں۔

تدریس کے ساتھ ساتھ قرب و جوار میں تبلیغی پروگرام کے تحت بھی آپ مختلف موضوعات پر تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ چونکہ حضرت لاہوریؒ ہر ماہ میں ایک دن کے لئے اس علاقہ میں تشریف لایا کرتے تھے اس لئے ان تمام دیہاتوں میں جماعتیں بنی ہوئی ہیں۔ ان جماعتوں کا آپ پورا خیال رکھتے ہیں۔ آپ کے اکثر تلامذہ ملک کے اطراف میں مفید تدریسی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔

خلافت

شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ میں حضرت لاہوریؒ برائے عمرہ تشریف لیگئے، اواخرِ شعبان میں واپسی ہوئی، رمضان المبارک میں آپ حضرتؒ کی ملاقات کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو حضرتؒ نے آپ کو علیحدگی میں بیٹھا کر فرمایا کہ "جن جن کے اذکار کی تکمیل ہو چکی ہے، حرمین شریفین میں سب کیلئے استخارہ کیا مگر اجازت صرف تمہارے لئے ہوئی اور ایک سندھ کے عالم کے لئے، اس لئے تم کو اجازت ہے۔ ہمارا مسلک قادری ہے۔ اس کے اذکار و اشغال سیکھنے کے لئے کوئی آئے تو اجازت ہے سکھا دینا"۔

حضرتؒ کی زندگی میں جو بھی آپ کے پاس آتا آپ اُسے حضرتؒ کی خدمت میں بھیج دیتے۔ انکے وصال کے بعد احباب کے اصرار پر اب بیعت کرتے ہیں۔ جوہڑ کانہ منڈی ضلع شیخوپورہ میں ہر جمعرات کو بعد از نمازِ مغرب مجلس ذکر جاری ہے۔

اولاد

اولاد میں آپ کے ایک فرزند حافظ قاری مولوی محمد یوسف صاحب ہیں۔ جو مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے فارغ ہونے کے ساتھ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بھی فارغ ہیں، میٹرک اور منشی فاضل بھی ہیں مختلف مدارس میں تدریس کے بعد شوال ۱۳۹۲ھ سے "میاں علی" کے مدرسہ "تعلیم الاسلام" میں مدرس ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ

آپ علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے:۔

خاندان محمد زاہد بن قاضی غلام جیلانی صاحبؒ بن مولوی نادر دین صاحب بن جنگباز ابن سید...

اور مادری یوں ہے، آپ کے نانا کا نام حضرت محمد گل جی تھا، وہ نور گل صاحب کے لڑکے تھے جو صوبہ سرحد کے قصبہ زری متصل خیر آباد سے منتقل ہو کر شمس آباد ضلع کیمبلپور آباد ہوئے۔ یہ خاندان اللہ والوں کا خاندان مشہور تھا۔ آپ کے شمس آباد کے مورث اعلیٰ جنگباز موضع نقار چیاں ضلع ہزارہ متصل جلالیہ سے ہجرت کر کے شمس آباد آگئے، اس وقت کے رئیس دیہہ ملک فیروز خان نے انہیں اپنے ہاں ٹھہرا لیا، جنگباز کے فرزند ارجمند نادر دین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے رئیس التحریر بنایا تھا، وہ اس وقت کے ضروری نصابِ دینیات سے بہرہ ور تھے اور بہترین خطاط تھے، اس زمانہ میں مدارس عام نہ تھے اسلئے مختلف دیہاتوں کے امراء و شرفاء انہیں اپنی اولاد کی تعلیم کے لئے لے جاتے، ان دیہاتوں میں حاجی شاہ، ساماں اور کمالہ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور سی حرفی بہ نام "پند نادر" کمالہ ہی میں مکمل کی، خود لکھتے ہیں:۔

ہدایت رب نے کیتی	وچ کمالے دی مسیتی
روز جمعہ تے ماہ رمضانی	فضل کریں تو یار رحمانی
فجری توں تا پیشی تو کن	ایہ تکلیف میں جالی ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کا شمس آباد ہی میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تین بیٹے عطا فرمائے اور ایک بیٹی، ان کی نیکی اور تقویٰ کا یہ اثر تھا کہ ان کی سب اولاد عالم فاضل ہوئی۔ مولانا قاضی غلام جیلانی صاحب، مولانا قاضی غلام ربانی صاحب اور مولانا حافظ فضل الٰہی صاحب، صاحبزادی کا عقدِ نکاح علاقہ چھچھ کے ولی کامل حضرت محمد جیؒ آف سکنہ دریہ شریف سے ہوا، جن سے محمد غفور صاحب پیدا ہوئے جو اپنے علاقہ کے مرشد اور ہادی ہیں۔

مولانا قاضی غلام جیلانی صاحب (م ۱۳۴۸ھ) بہترین عالم و فاضل اور علاقہ کے مشہور مفتی اور قاضی تھے۔ ۳۰ سے زیادہ کتابوں کے مصنف تھے، فرقِ باطلہ خصوصاً مرزائیت کے لئے سیف مسلول تھے۔ "تیغِ غلام گیلانی بر گردن قادیانی" "جواب حقانی" اور "جواب معقول در رد قادیانی مجہول" اسی فرقہ ضالہ کے رد میں ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ سلسلۂ طریقت میں خانقاہ نقشبندیہ کے مسند نشین خواجہ محمد سراج الدین صاحبؒ آف موسیٰ زئی شریف سے مستنیر اور مستفیض تھے، بنگال میں بدعات کے قلع قمع کے لئے مجددِ دوران حضرت سید احمد بریلوی شہید بالاکوٹ، کے خلیفہ مولانا کرامت علی جونپوری کے صاحبزادہ مولانا عبدالاوّل جونپوریؒ نے انہیں "محی الدین" کا لقب دے کر بھیجا، اللہ کی مہربانی سے ہزاروں انسانوں کی اصلاح ہوئی، مولانا عبدالاوّل جونپوری ان کے علم و فضل کے نہ صرف معترف بلکہ مستفیض بھی تھے۔

(مکتوب ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ)

مظلوم خواتین کی دادرسی کرتے ہوئے، اس علاقہ میں سب سے پہلے تین کتابیں شائع فرمائیں، ۱۔ تنجیۃ الهالك فی جواز العمل علی مذهب مالكؒ — (مفقود کے بارے میں احناف کو امام مالکؒ کے مسلک پر عمل کرنا جائز ہے) ۲۔ راحة الافكاد فی مسئلة الخیار — باپ دادا کے علاوہ کوئی بھی دوسرا ولی اگر نابالغہ کا نکاح کرائے تو وہ بالغہ ہو کر اسے فسخ کر سکتی ہے۔ اور (۳) ظہور الشفقہ فی فسخ النکاح لعجز النفقہ۔ متعنت اور ضدی خاوند سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کے مفصل حالات "چودھویں صدی کا محی الدین" نامی کتاب میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔

ولادت آپ کی تاریخ ولادت انگریزی کیلنڈر کے حساب یکم فروری ۱۹۱۳ء ہے، یکم فروری کو "عید قربان" تھی۔ آپ کے والد مولانا قاضی غلام جیلانی صاحب نے "محمد زاہد" نام رکھا۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی کہ "میں جب خانقاہ عالیہ موسیٰ زئی شریف جاتا ہوں تو وہاں صاحبزادہ محترم کو اس نام سے پکارا جاتا ہے تو مجھے روحانی طور پر بڑی لذت محسوس ہوتی ہے، اس لئے یہ نام رکھا ہے"۔

ابتدائی تعلیم آپ نے ناظرہ قرآن مجید خلیفہ عبدالرحمٰن سے پڑھا۔ ۱۹۲۰ء کو ورنیکلر مڈل سکول شمس آباد کی جماعت ادنیٰ میں داخل کروا دیئے گئے۔ ۱۹۲۸ء میں آپ نے اس سکول سے ورنیکلر مڈل کا امتحان پاس کیا۔ مڈل کی تعلیم کے دوران ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو آپ کی والدہ صاحبہ انتقال کر گئیں جب کہ آپ جماعت چہارم میں تھے۔ مڈل کے امتحان سے فراغت کے بعد آپ نے اپنے چچا جناب مولانا غلام ربانی صاحب اور اپنے والد صاحب سے دینی کتب کا درس لینا شروع کیا، ہدایۃ النحو، منیۃ المصلی اور مرقات تک پہنچے تھے کہ والد صاحب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ آپ کے والد صاحب اکثر آپ کے بارے میں فرمایا کرتے کہ "میں اسے دیوبند بھیجوں گا"۔ والد صاحب کے وصال کے بعد آپ پورے ذوق و شوق کے ساتھ علم کی طرف متوجہ ہوئے اور علاقہ کے جید علماء حضرت مولانا الحاج عبدالرحمٰن صاحب تلمیذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ، اور مولانا سعدالدین صاحب تلمیذ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی اور مولانا عبداللہ جان صاحب سے تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا قاضی انوار الحق صاحب بی۔ اے کے مشورہ سے آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لے لیا، یہاں آپ نے شرح وقایہ مفتی ضیاء الدین صاحب سے، قطبی، میر قطبی مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی سے، تلخیص، مختصر المعانی، ہدیہ سعیدیہ مولانا ظہور الحق صاحبؒ سے، اصول الشاشی مولانا ظریف احمد صاحب سے

۱؎ خواجہ سراج الدین صاحبؒ کے تین فرزند تھے حضرت خواجہ محمد ابراہیم صاحب، حضرت خواجہ محمد زاہد صاحب اور حضرت خواجہ محمد عارف صاحب مدظلہم العالی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خارج میں سلم العلوم مولانا فیض الحسن صاحبؒ سے اور میبذی مولانا عبداللہ صاحب ہزاروی مدرس مدرسہ مخزن العلوم سہارنپور سے پڑھیں۔

دوسرے سال آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا لیکن چند احباب کے مشورہ سے عازم ڈابھیل ہوئے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا وہاں وہ آخری سال تھا، ڈابھیل میں آپ نے مولانا سراج احمد رشیدی سے نخبۃ الفکر اور مشکوٰۃ، مولانا بدر عالم صاحب سے میر زاہد اور ملا جلال اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب سے جلالین اور مولانا محمد ادریس سکروھوی سے مقامات پڑھیں۔ ان حضرات سے پڑھنے کے ساتھ آپ علامہ انور شاہ صاحبؒ کے درسِ بخاری میں بھی اکثر شریک رہتے، اس سال ڈابھیل میں آپ کے خسر (اوّل) مولانا محمد غوث صاحب کے برادرِ اصغر حضرت مولانا الحاج محمد حسین صاحبؒ بھی شریکِ دورہ حدیث تھے۔ اُن سے آپ نے بعد از نمازِ عصر شرح ہدایۃ الحکمت اور صدرا پڑھیں، صدرا کا ساتھ ہی اردو میں خلاصہ بھی لکھتے گئے جو ۱۹۳۶ء میں البدرا لحل الصدرا" کے نام سے لاہور سے شائع ہوا۔ ایک سال وہاں تعلیم حاصل کی، پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے، داخلہ کا امتحان حضرت مولانا محمد رسول خان صاحبؒ نے لیا، اور دورۂ حدیث میں آپ کو داخلہ مل گیا۔

۱۳۵۳ھ میں آپ نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بخاری و ترمذی، حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ سے مسلم شریف، حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب سے ابو داؤد شریف، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ سے طحاوی شریف، مولانا اعزاز علی صاحبؒ سے شمائل ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے مؤطا امام محمدؒ اور مولانا مفتی ریاض الدین صاحب سے مؤطا امام مالکؒ پڑھیں۔ قاری عتیق الرحمٰن صاحب سے پارہ عم کی مشق کی۔

دارالعلوم دیوبند سے آپ کو نتیجہ کا جو کارڈ ملا اس میں آپ کے نمبرات یہ تھے، کل نمبر ۵۰ بخاری شریف ۴۹، ترمذی شریف ۵۰، مسلم شریف ۵۰، نسائی شریف ۵۰، ابن ماجہ ۴۲، ابوداؤد ۵۰، طحاوی ۴۵، شمائل ترمذی ۴۵، مؤطا امام محمدؒ ۵، مؤطا امام مالکؒ ۵۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

مشق ۳۹- مکتوب نمبر ۱۹۶۱ء مورخہ ۱۹ ۱۱/۳۵

قیام دارالعلوم دیوبند کے واقعات

اسی سال مولانا ظفر علی خان (مرحوم) نے برما سمیت تمام ہندوستان کا دورہ کیا، جس کا مقصد مسلمانوں کے لئے ایوان تجارت کا قیام بتایا گیا۔ انہوں نے جاتے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں تھوڑی دیر کے لئے قیام کیا، علمائے دیوبند اور طلبہ نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور مہتمم صاحب کے کمرہ میں انہیں بٹھایا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ان کے اکرام میں کوئی کسر نہ چھوڑی، جدید دارالحدیث میں استقبالیہ جلسہ ہوا جس میں معزز مہمان کو نظماً و نثراً خوش آمدید کہا گیا۔ حضرت مولانا عرض محمد صاحب خلیفۂ مجاز حضرت لاہوریؒ بھی آپ کے ساتھ دورۂ حدیث شریف میں شریک تھے۔ ان کی فرمائش پر آپ نے بھی چند اشعار لکھے جن کو بعد میں مولانا عرض محمد صاحب نے ہی پڑھا۔ ایک مصرع پر خوب داد ملی، وہ یہ تھا ع

ان ہی کی ذات اقدس سے بشیر الدین نالاں ہے۔

جواب میں مولانا ظفر علی خاں نے وہ مشہور نظم کہی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔ ؎

شاد باش و شاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا پرچم بلند

اور اس نظم کا مقطع یہ تھا ؎

گرمیٔ ہنگامہ تیری آج حسین احمد سے ہے
جن سے ہے پرچم روایاتِ سلف کا سر بلند

افسوس کہ بعد میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کی طرح مولانا ظفر علی خان مرحوم بھی فساق کی غلط بیانی کا شکار ہو گئے۔ جب کہ اول الذکر[1] نے معذرت کر دی۔

---

[1] حضرت مدنیؒ نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں، اخبار والوں نے قوم کی جگہ ملت کا لفظ لکھ دیا جس سے ڈاکٹر اقبال مرحوم بھی اپنے دینی جذبہ کی وجہ سے برہم ہوئے اور ایک رباعی حضرت مدنیؒ کے خلاف لکھ ڈالی ۔ باقی صفحہ آئندہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرا قابل ذکر واقعہ انگلستان کے شاہی خاندان کی ایک بیوہ خاتون کا دارالعلوم دیوبند میں آنا اور حضرت مدنیؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام لانا ہے۔ یہ خاتون اپنی نوجوان بچی کے ساتھ دارالعلوم پہنچیں اور حضرت مدنیؒ سے اسلام کے موضوع پر دیر تک گفتگو کرتی رہیں، پھر اسلام قبول کیا اور اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ کے نکاح میں آئیں، عفت و عصمت کی حیات مستعار گزار کر اس دنیا سے رخصت ہو گئیں اس نو مسلم خاتون کی علمی خدمات میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے مکمل ترجمہ قرآن کا انگریزی زبان میں ترجمہ شامل ہے جو فیروز سنز لاہور نے برائے اشاعت ان سے لیا لیکن اب تک اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

تیسرا واقعہ مولانا سید فضل علی شاہ مسکین پوری کا دارالعلوم میں ورود ہے۔ اکثر مسلمان جانتے ہیں کہ خانقاہ سراجیہ موسیٰ زئی شریف سے ہادیوں کا جو قافلہ نکلا ان میں حضرت سید فضل علی شاہ صاحب مسکین پوری کا نام جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔ ان کے فیض سے ان کے خلیفۂ ارشد۔ مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی ثم المدنی نے دیارِ عرب کو سیراب کیا۔ اور وہیں جان جہان آفرین کے سپرد کی۔

مولانا سید فضل علی شاہ، اپنے مرید خاص مولانا عبدالمالک صاحبؒ کے ساتھ، موسم گرما

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ: عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ ÷ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است ÷ چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است۔

بعد میں اخبارات میں حضرت مدنیؒ کا وضاحتی بیان شائع ہوا کہ میں نے لفظ ملت استعمال نہیں کیا بلکہ "قوم" استعمال کیا ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے رجوع فرما لیا (ملاحظہ ہو تحقیقی مقالہ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی "انوار مدینہ" لاہور۔ اقبال سہیل نے اقبال با اقبال کے عنوان سے ڈاکٹر اقبال کو اس کا یوں جواب دیا تھا ؎

کہ گفت بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است ۔۔۔ دروغ گوئی و ایراد ایں چہ بوالعجبی است
بگیر راہ حسین احمد از خدا طلبی ۔۔۔ کہ نائب است نبیؐ را و ہم ز آلِ نبی است

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے بھی "آذانِ حجاز" کے نام سے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں دیوبند تشریف لائے اور سیدھے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے مزار پر چلے گئے مراقبہ کے بعد فرمایا میں نے دیکھا سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ "ہندوستان میں میرا دین محمد قاسم نے پھیلایا۔"

انہوں نے خانقاہ مدنیؒ میں طلبہ کو توجہ دی اور کئی خوش بخت زیور بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ شعبان کے آخر میں دارالعلوم دیوبند سے واپس وطن پہنچے،

وطن کو واپسی

حسن اتفاق سے وہ جمعہ کا دن تھا، آپ نے والدین کی قبروں پر فاتحہ پڑھی، واپس گھر آئے تو جمعہ کی پہلی آذان ہو رہی تھی، گاؤں کے ایک نمازی بزرگ شیخ محمد یٰسین مرحوم نے دروازہ پر دستک دی اور کہا کہ نمازِ جمعہ کے لئے نمازی جمع ہیں اور نماز پڑھانے والا کوئی نہیں۔ آپ گئے اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔ اہالیان محلہ نے آپ سے امامت کی درخواست کی تو آپ نے اس شرط پر قبول کی کہ ماہانہ کچھ نہ لونگا، اور جب جی چاہا چلا جاؤں گا۔

یہاں امامت، خطابت کے ساتھ آپ نے تدریس کا کام شروع کر دیا، چند دنوں میں بیس کے قریب طلبہ جمع ہو گئے، درسگاہ کا نام "مدرسہ محمدیہ" تجویز ہوا۔ جس میں حفظ اور درس نظامی کی تدریس کا کام شروع ہوا، حفظ کے لئے ایک حافظ صاحب کا تقرر ہوا، جن کی محنت سے کئی حافظ قرآن ہوئے، ان میں خاص طور پر مولانا حافظ محمد الیاس صاحب خطیب جامع ٹولیاں لوہاری منڈی لاہور۔ مولانا حافظ محمد طاہر صاحب خطیب جامع پولیس لائن ایبٹ آباد، حافظ محمد اشرف، حافظ محمد سلین اور حافظ مطیع اللہ صاحب قابل ذکر ہیں۔ آپ نے دورہ حدیث کے علاوہ درس نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ۔ ایک رسالہ لکھا تھا جس میں اس افترار کا جواب دیا گیا اور شعراء کے کلام کو جمع کیا گیا۔ افسوس کہ آج ہمارے کالجوں کے پروفیسر صاحبان اس حقیقت کو نہ جانتے ہوئے کہ ڈاکٹر اقبال نے اپنی رباعی پر حضرت مدنیؒ سے اور ان کے عقیدتمندوں سے معافی مانگ لی تھی حضرت مدنیؒ کے خلاف برابر کیچڑ اچھالتے رہتے ہیں، شارح اقبال یوسف سلیم چشتی کا تحقیقی مقالہ انہیں پہلے پڑھ کر پھر لب کشائی کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ امت کو گستاخی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

آج تک یہ مدرسہ قائم ہے۔ آپ فراغت دارالعلوم دیوبند کے بعد ۱۹۴۱ء تک اپنے وطن ہی میں رہے، اس دوران میں آپ نے تبلیغ اور تدریس کے فرائض انجام دیئے، فرق باطلہ کے ساتھ مناظرے بھی کئے، اللہ نے کامیابیوں سے نوازا۔

جمعیتہ العلماء کا قیام

آپ کے علاقہ کے علماء سبھی نڈر اور حق پرست تھے لیکن ان کی کوئی تنظیم نہ تھی، ۱۹۳۶ء میں آپ نے جمعیتہ علمائے ہند کی ایک شاخ کے طور پر جمعیت علمائے اٹک کے نام سے جمعیت کی بنیاد رکھی، افتتاحی جلسہ میں تعارفی خطاب آپ ہی نے کیا، جمعیت کے اہم مقاصد میں سے ایک مفتی کا تقرر اور فتوٰی کی تصویب کے لئے ایک بورڈ کا تقرر کیا گیا اور سیاسی مسلک میں جمعیت کے منشور پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔

پہلی شادی

آپ کی پہلی شادی دریہ شریف کے خاندان میں ہوئی، دریہ ضلع کیملپور) میں تین درویش صفت اللہ والے حقیقی بھائی سکونت پذیر تھے حضرت محمد گل صاحبؒ، حضرت محمد جی صاحبؒ اور حضرت محمد حسن صاحب، اول الذکر کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد غوث صاحب تھے جو مدرسہ عالیہ رام پور کے فارغ التحصیل اور حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کے مرید خاص تھے۔ ثانی الذکر آپ کے پھوپھا تھے۔ اس لئے تعلق قائم ہونے کی وجہ سے مولانا محمد غوث صاحب کے برادر اصغر مولانا حضرت الدین صاحب کے عقد نکاح میں آپ کی ہمشیرہ آئیں، یہ سارے سلسلے شادی کا ذریعہ بن گئے، ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ بروز جمعتہ المبارک بعد از نماز جمعہ مولانا محمد غوث صاحبؒ کی اکلوتی بیٹی سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی ہو گئی۔

پہلا حج

آپ کا ۱۹۳۵ء سے اعتکاف کا معمول ہے، ۱۹۳۸ء کے آخر میں جامع مسجد شمس آباد میں آپ معتکف تھے کہ ایک خواب دیکھا، "مزار پر انوار سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کا شرف میسر ہوا اور آپ نے مزار عالی کو بوسہ دیا" حالت اعتکاف میں یہ خواب آپ نے حضرت مدنیؒ کو لکھ بھیجا، حضرت مدنیؒ نے جواباً تحریر فرمایا کہ "قبر کو بوسہ دینا اگرچہ شرعاً درست نہیں مگر تعلق قلبی کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

خبر دیتا ہے، کچھ تعجب نہیں واقعیت کا جامہ بھی پہن لے"۔

۱۹۳۹ء میں آپ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے، جاتے ہوئے سندھیا کمپنی کے جہاز "الہند" میں سفر کیا اور واپسی "المدینہ" کے جہاز سے ہوئی۔ آمد ورفت کا کرایہ صرف ۶۴/۰ روپے تھا۔

جاتے وقت حضرت مولانا قطب الدین صاحب غور غشتی کی رفاقت میسر ہوئی اور آتے ہوئے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی، حضرت سندھی کے مشورہ سے آپ نے مکہ مکرمہ سے حجۃ اللہ البالغہ خریدلی، جہاز میں حضرت سندھیؒ سے چند اسباق بھی پڑھ لیے۔ حضرت سندھی نے اجازت تدریس دیتے ہوئے فرمایا کہ حجۃ اللہ میں ایک خاص مقام ہے جو غلط طبع ہوا ہے، وہ مقام عذاب قبر کا ہے جہاں پر یہ عبارت طبع ہوگئی ہے ویتمثل لہ بزوال الملکین حالانکہ شاہ محمد اسحاق صاحبؒ کے قلمی نسخہ میں عبارت یہ ہے "ویتمثل لہ بنزول الملکین"۔ یہی درست بھی ہے۔

اس سفر حجاز میں بہت برکات حاصل ہوئیں، حضرت مدنیؒ کے بڑے بھائی مولانا سید احمد کی زیارت بھی کی انہوں نے از راہ شفقت باب مجیدی کے قریب ایک مفت مکان بھی رہائش کے لئے دے دیا۔

سفر بنگال

بنگال میں آپ کے والد صاحب کے عقیدت مندوں کا حلقہ کافی وسیع تھا، وہ اپنی زندگی میں اکثر بنگال جاتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں آپ بھی گئے، ڈیڑھ ماہ قیام کر کے واپس آگئے۔ وہاں بھی تبلیغ کی۔

قیام ڈالوال

ڈالوال ضلع جہلم کے رہنے والے کئی آدمی آگرہ میں چمڑے کا وسیع کاروبار کرتے تھے۔ انہوں نے ڈالوال کے مدرسہ خادم العلوم کے لئے دارالعلوم دیوبند سے ایک مدرس مانگا، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے آپ کو وہاں جانے کے لئے لکھا۔ ایک سال سے زائد وہاں تدریس، خطابت اور تبلیغ کے فرائض انجام دیئے۔ اسی دوران آپ نے شرح عقائد نسفی کی اردو شرح احسن الفوائد لکھی جس پر مولانا محمد ابراہیم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے نظر ثانی فرما کر تقریظ لکھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ملک سراج الدین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کروائی۔

یہاں بھی کام جم گیا تھا لیکن رئیس شمس آباد ملک محمد ابین خان مرحوم کے اصرار پر آپ کو واپس آنا پڑا۔ اور حسب معمول تدریس، تبلیغ اور تصنیف میں مصروف رہے، ان ایام میں بخاری شریف زیر درس تھی اس لئے اس کے پہلے دس پاروں کے الابواب والتراجم اردو زبان میں مرتب کئے جن پر مظاہر العلوم کے صدر مدرس حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے نظر ثانی کی اور تصحیح فرمائی، ان میں سے صرف پہلا پارہ" جواہر البخاری" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس پر مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کی تقریظ ثبت ہے۔

اہلیہ کا انتقال

اسی دوران ۱۹۴۹ء میں آپ کی اہلیہ چھ ماہ تک صاحب فراش رہ کر انتقال کر گئیں، کچھ عرصہ بعد انہی کی ماموں زاد بہن سے آپ کا عقد ہوا، انہی سے آپ کی اولاد ہے۔

پہلی مؤتمر عالم اسلامی

پاکستان کے منصۂ شہود پر آنے کے بعد، عالم اسلامی کے ساتھ روابط قائم کرنے کے لئے کراچی میں پہلی مؤتمر عالم اسلامی وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان شہیدؒ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ آپ کو بھی بطور مندوب شرکت کی دعوت ملی، پاکستان میں سعودی عرب کے پہلے سفیر علامہ عبد الحمید مرحوم آپ کی کتاب ضرورۃ القرآن دیکھ چکے تھے اور متاثر تھے، آپ سے علمی رابطہ قائم کیا، آپ کا قیام سعودی عرب کے سفارت خانہ میں رہا، جس سے عالم اسلامی کے اکابر علماء سے آپ کی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اسی مؤتمر کے ایک خصوصی اجلاس جس کی صدارت علامہ معصومی نمائندہ سلطان عبد العزیز مرحوم نے فرمائی اس میں آپ نے عربی زبان کی اہمیت پر ایک مقالہ پڑھا جس میں دلائل کی روشنی میں اس پر زور دیا گیا تھا کہ کم از کم مسلمان ممالک کے لئے عربی زبان بین الاقوامی زبان ہو۔ جو بعد میں "خدا کی محبوب زبان" کے نام سے شائع بھی ہوا۔

اسی مؤتمر میں قادیانیوں کے اخبار الفضل نمبر کے جھوٹ کا پردہ چاک ہوا، الفضل نے اپنے ایک نمبر مورخہ ۴ مارچ ۱۹۴۸ء میں یہ خبر شائع کی کہ دمشق کے ایک بیہودہ خطیب نے مرزائیوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا جسے حکومت نے ضبط کر لیا اور اس نے بیہودہ عالم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو تنبیہ کی گئی، آپ موتمر کے موقع پر وہ پرچہ ساتھ لے گئے اور ان ممالک کے مندوبین کو دکھاتا ان حضرات نے درج ذیل تحریر سے اس نبی کاذب کی امت کے کذب کا پول کھول دیا۔

لم یصدر عن الحکومۃ الموزیۃ شیئ من ھذا القبیل اصلاً

امضاء شرکاء الموتمر الاسلامی المنعقد فی کراشی۔

عمر بہاء الامیری　　محمد نمر الخطیب　　مصطفیٰ احمد الزرقا

اسلامی آئین کی تدوین پنجاب میں پاکستان بننے کے بعد پہلی وزارت نواب ممدوٹ صاحب کی تھی، انہوں نے ایک محکمہ "تعمیر ملت" کے نام سے قائم کیا جس کے ڈائریکٹر نو مسلم علامہ محمد اسد جرمنی مقرر ہوئے۔ جن کے تقرر سے نواب صاحب یہ چاہتے تھے کہ آئین اسلامی مرتب کیا جائے، چنانچہ علامہ صاحب نے ایک ماہنامہ "عرفات" جاری کیا اور ایک آئین مرتب کیا جو اردو اور انگریزی میں

۱؎ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "پاکستانی مسلمانوں کی یہ پہلی کوتاہ اندیشی تھی کہ ظفر اللہ جیسے قادیانی کو وزارت خارجہ کا قلمدان دے دیا اور اس نے حکومت کی وسعت قلبی سے غلط فائدہ اٹھا کر بجائے پاکستان کے تعارف کے قادیانیت کی تبلیغ کی۔ پاکستان کے پہلے تین چار سالوں کی خارجہ پالیسی کا حال مطالعہ کرنے کے لئے ان سالوں کے الفضل لاہور اور الفضل ربوہ کا مطالعہ کیا جائے۔

۲؎ علامہ محمد اسد آسٹریا کے یہودی پادری کے بیٹے ہیں۔ اللہ کی مہربانی سے اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی، ان کے اسلام لانے کے حالات طوفان سے ساحل تک نامی کتاب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، کے قلم سے درج ہیں جو انہوں نے علامہ اسد کی کتاب "Road to Mecca" کے ترجمہ کے طور پر لکھے ہیں، علامہ اسد برصغیر میں تقسیم سے پہلے آئے تھے۔ ۱۹۴۱ء کی جنگ میں غیر ملکی ہونے کی وجہ سے نظر بند رہے، انہوں نے بخاری شریف کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے۔ کئی دینی کتابوں کے مصنف ہیں اب تک بقید حیات ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

طبع ہوا، اس کا نام "الدستور الاسلامی" رکھا گیا، اس میں ایک دفعہ یہ بھی رکھی گئی۔ "کسی غیر مسلم کو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے کی اجازت نہ ہوگی البتہ غیر مسلم اپنے ہم مذہبوں میں اپنے دین کی تبلیغ اور تعلیم و اشاعت کر سکے گا۔"

آپ کے ان سے نظر بندی کے وقت سے مراسم تھے، دستور کی تدوین میں وہ آپ سے بعض اوقات مشورہ طلب کرتے رہے، جس کا اظہار انہوں نے اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۶ر جون ۱۹۴۸ء میں یوں کیا ہے "ومن فضلکم أخبرونی عن رأیکم فی "عرفات" وخصوصا فی مقالتی فی أصول الدستور الاسلامی — کہ ازراہ کرم مجھے "عرفات" اور خصوصاً میرے مقالہ "اصول دستور اسلامی" کے بارے میں اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔

کُل پاکستان اہلسنت والجماعت

پاکستان کی تشکیل سے پہلے ہی چند مخیر حضرات نے جن میں سردار احمد خاں پتافی مرحوم کا نام نامی مؤسسین میں ہے برصغیر کے اہل سنت والجماعت کی تنظیم اور ان کے مذہبی حقوق کے لئے ایک جماعت بنائی جس کے ناظم اعلیٰ مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری مقرر ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد ادارہ کا دفتر چوک جھنڈا لاہور منتقل ہوگیا۔ مجلس مشاورت کے فیصلہ پر کُل پاکستان اہل سنت کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا، جس کے ناظم استقبالیہ آپ تھے، آپ نے اس سہ روزہ کانفرنس کو کامیاب بنانے میں پوری محنت فرمائی اور وہ رنگ لائی، اس کانفرنس میں جہاد کے موضوع پر آپ نے ایک مقالہ بھی پڑھا جو بعد میں شائع ہوا۔

اقتصادی موتمر عالم اسلامی

نومبر ۱۹۴۹ء میں نیشنل اسلامک اقتصادی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں آپ کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی، آپ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے البتہ ایک مقالہ بھوک اور اسلام کے عنوان سے لکھ کر بھیج دیا، جس کے جواب میں ایم۔ اے خالق سیکرٹری نے جواباً لکھا کہ "میں نے آپ کا مضمون نہایت ہی دلچسپی سے پڑھا، مجھ پر یقین رکھیں کہ ہم آپ کے اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیمتی مضمون سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔"

بعد میں یہی مقالہ کتابی شکل میں شائع ہوا اور ملک و بیرون ملک بھی تقسیم ہوا، بر صغیر کے نامور ادیب اور "صدق" کے مدیر مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں "بھوک اور اسلام ایک مختصر سا مقالہ ہے جو بین الاسلامی معاشی کانفرنس کے لئے لکھا گیا ہے، دنیا اس وقت بھوک کے عذاب میں مبتلا ہے، اور روٹی اور سرمایہ کا سوال ساری دنیا میں ہلچل ڈالے ہوئے ہے، رسالہ میں دکھایا گیا ہے کہ اسلام ہی نے دنیا کو معاشی مسئلہ کا صحیح حل پیش کیا ہے اور دنیا کو اگر سکونِ خاطر منظور ہے تو شریعت ہی کے ضابطوں کو ماننا پڑیگا۔

(صدق ۱۳ر جنوری ۱۹۵۰ء)

خطابت مرکزی جامع مسجد آپ اہل سنت والجماعت کانفرنس میں شرکت کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے کہ جامع مسجد کیمبل پور کی مجلس منتظمہ نے اپنے طور پر آپ کو خطیب مقرر کر کے لاہور اطلاع کر دی، آپ نے دینی مصلحت کے پیش نظر اسے قبول فرما لیا اور آپ جزوی طور پر شمس آباد سے کیمبل پور منتقل ہوئے جامع مسجد میں صبح درس قرآن مجید اور بعد از نماز عشاء درس حدیث شروع کر دیا، مسجد کی رونق میں اضافہ ہوا۔ اسی دوران میں کیمبل پور کے ڈپٹی کمشنر شیخ منظور الٰہی صاحب کو آمادہ کیا گیا کہ کیمبلپور میں ایک یتیم خانہ بنایا جائے، اس کی بنیاد رکھی گئی جو آج ضلع کا ایک عظیم ادارہ ہے۔

اس اثناء میں ۱۹۵۲ء میں آپ نے دوسرا حج کیا، اس بار اندرون حجاز بتوسط علامہ عبدالحمید الخطیب (مرحوم) سفیر سعودی عرب برائے پاکستان سرکاری مہمان رہے۔ اور سب مصارف حکومت سعودی عرب نے ادا کئے۔

جامعہ اسلامیہ کی صدر مدرسی جناب پیر حاجی سید مہربان شاہ صاحب آپ کے مہربانوں میں سے تھے، انہیں اکابر کے ساتھ گہری عقیدت و محبت تھی، انہوں نے ایک ادارہ جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور قائم کیا، آپ کو جامعہ اسلامیہ میں بطور صدر مدرس کام کرنے کی دعوت دی گئی، جسے آپ نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مستقل آدمی کے آنے تک منظور فرمالیا، اس دوران آپ بذریعہ ریل صبح اکوڑہ چلے جاتے اور ظہر کے وقت واپس آجاتے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھاتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹/۵۲ اء تک جاری رہا۔

ہفت روزہ "آذان" کا اجراء

تقسیم ملک سے پہلے لکھنو سے ایک ہفت روزہ "پیام اسلام" نکلتا تھا جس کی ادارت پادری مشتاق احمد پال نومسلم کے ہاتھ تھی، آپ نے ان کی اعانت کے لئے "ادارتِ اعلیٰ" منظور کر لی تھی، صحافتی زندگی کی طرف آپ کا یہ پہلا قدم تھا تقسیم ملک کی وجہ سے جب یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا تو آپ نے کیمبل پور سے ایک ہفت روزہ "آذان" جاری کیا جو آپ کے سرکاری ملازمت میں آجانے کے وجہ سے بند ہو گیا۔

خطابت سے استعفیٰ اور سرکاری ملازمت

قیام پاکستان کے بعد اس امر کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ نوجوان طبقہ کو جدید تعلیم کے ساتھ قرآن وحدیث کی تعلیم بھی دی جائے۔ تاکہ قیام پاکستان کے مقصد کی تکمیل ہو سکے۔ اس سلسلہ میں پشاور یونیورسٹی نے پہل کی، اور اپنے ملحقہ کالجوں کے لئے عربی اور اسلامیات کے لیکچررز کے لئے انگریزی تعلیم کو زائد شرط قرار دے دیا۔ درخواستیں مانگی گئیں تو آپ نے بھی اکابر کے مشورہ سے درخواست دے دی، پہلا انٹرویو ایبٹ آباد میں دیا، جس کے نتیجہ کے طور پر آپ کو اطلاع دی گئی کہ آپ اس پوسٹ کے لئے مناسب نہیں ہیں پھر اطلاع دی جائے گی۔" ڈی آئی، خان کے عربی پروفیسر صاحب کے انتقال کر جانے سے وہ جگہ خالی ہوئی تو آپ کو پشاور انٹرویو کے لئے بلایا گیا، یہ انٹرویو ڈاکٹر حسینی مصری صدر شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی نے لیا تھا اور آپ کو کامیاب قرار دے دیا گیا، آپ نے مسجد کی خطابت سے استعفیٰ دے کر ۱۹ر جنوری ۱۹۵۳ء کو سرکاری ملازمت کا آغاز کیا، چند ماہ گورنمنٹ کالج ڈی، آئی خان میں رہے، پھر ایبٹ آباد میں تبدیلی ہو گئی، ۳۰ رجون ۱۹۶۲ء کو ایبٹ آباد سے گورنمنٹ کالج کیمبل پور میں تبدیلی ہوئی، اور گورنمنٹ کالج کیمبلپور ہی سے ۱۲ر مارچ ۱۹۷۰ء کو ریٹائر ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیام ایبٹ آباد کے دوران آپ کا قیام گنج جدید میں رہا، اب بھی وہ مکان آپ کی تحویل میں ہے۔ سال میں دو تین ماہ یہاں گزارتے ہیں، اس دوران میں تدریس، تبلیغ، اور تصنیف کے مشاغل جاری رہے۔ مسجد محلہ گنج جدید (جس کے امام قاری فقیر محمد صاحب ہو فرشتہ سیرت عالم باعمل اور اسم بامسمیٰ تھے اور ایک سال ہوا ہے کہ انتقال کر گئے ہیں رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)۔

میں ۱۹۵۴ء میں بعد از نماز فجر روزانہ درس قرآن دینا شروع کیا جو ۱۹۵۷ء تک جاری رہا۔

دوبارہ مسجد محلہ گنج جدید ۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۲ء

مسجد محلہ گنج قدیم ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۱ء تک بعد از نماز عشاء روزانہ

مسجد کابلیاں از ۱۹۶۱ء آغاز ہوا لیکن مکمل نہ ہو سکا۔

خطابت مسجد پولیس لائنز

پولیس لائنز کی مسجد میں مولانا فیروز الدین صاحب خطیب تھے جو اس علاقہ کے عالم باعمل اور شیخ الکل تھے، آپ کے آتے ہی وہ علیل ہو گئے، ادھر حاجی عبدالرحمٰن صاحب بنوی (جو کہ یہاں کورٹ انسپکٹر تھے) نے اس مسجد کو نئے سرے سے خوبصورت تعمیر کیا، وہاں آپ کو جمعہ پڑھانے کی درخواست کی گئی تو آپ نے اعزازی طور پر اسے قبول فرما لیا، اور اپنی تبدیلی تک (۱۹۶۲ء) اس سلسلہ کو نہایت کامیابی کے ساتھ چلایا۔ آپ کے تبادلہ پر لائن افسر نے ان خطبات کی افادیت کا یوں اعتراف کیا۔

"مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے جامع مسجد پولیس لائن ایبٹ آباد میں تقریباً آٹھ سال تک محض رضاکارانہ طور سے نماز جمعہ پڑھائی، اور خطبہ جمعہ میں اخلاقی، سماجی، مذہبی امورات پر اسلامی تعلیمات تفصیلاً پیش کیں جس سے پولیس لائنز بلکہ ہزارہ پولیس کے ملازمین اور عام شہریوں نے اسلامی اخلاق کا بہترین سبق لیا۔ قاضی صاحب مذکور شمع ہے اور ہم تمام ان کے پروانے ہیں"

جامع مسجد قلندر آباد کی تعمیر

جامع مسجد قلندر آباد کی تعمیر کی بات اللہ نے آپ کے دل میں ڈالی مالک زمین نے مفت زمین

toobaa-elibrary.blogspot.com

دے دی، تعمیر کا سارا کام آپ نے ایبٹ آباد کے مخیر اور دیندار حاجی رحمت اللہ صاحب ٹیلر ماسٹر کے حوالے کر دیا، حاجی صاحب نے پوری محنت و دیانت سے اس کام کی تکمیل کروائی۔

تصنیفی خدمات اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کی بھی اعلیٰ صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، خوب لکھتے ہیں، اور دلائل سے لکھتے ہیں۔ اب آپ کی تمام تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ خلافتِ اولیٰ۔ جس میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی "خلافت" کو بدلائل ثابت کیا گیا ہے۔

۲۔ شانِ رسولؐ۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع سیرت، مطبوعہ اردو پانچ بار، گجراتی ایک بار۔

۳۔ اصلاحِ رسوم۔ بدعات کی اصلاح پر، مصدقہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ

۴۔ اسلام۔ ارکانِ اسلام پر تعلیمی رسالہ ہے۔

۵۔ عقائد حقہ۔ عقائد علمائے دیوبند پر مدلل رسالہ مصدقہ دارالعلوم دیوبند۔

۶۔ اصول حسینی۔ اصول الشاشی کا خلاصہ فارسی نظم میں، زمانہ طالبعلمی کی علمی یادگار۔

۷۔ البدر الحل الصدرا۔ شرح ہدایۃ الحکمت صدرا کا اردو زبان میں آسان حل جس پر حضرت مدنیؒ کی تقریظ ثبت ہے۔

۸۔ ضرورۃ القرآن دو جلدوں میں، یہ ایک پادری کے رسالہ عدمِ ضرورۃ القرآن کا جواب ہے، اس پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ ان الفاظ میں اظہار رائے کرتے ہیں:۔ "میرے نزدیک دورِ حاضر کی مفید ترین تصانیف میں سے ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ مسلمان اسے پڑھیں اور نوجوانوں کو قرآنی تعلیم سے واقف کرنے کے لئے دینیات کے نصاب میں داخل کی جائے" ۱۹ مارچ ۱۹۴۹ء

۹۔ احکام القرآن (اردو میں)

۱۰۔ معارف القرآن۔ ترجمہ و تفسیر پر اردو زبان میں پہلی کتاب ہے، علمائے مصر کی مصدقہ ہے، حضرت لاہوری نے اس کے بارے میں فرمایا کہ "اس کتاب کا ایک ایک حرف

toobaa-elibrary.blogspot.com

آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔"

۱۱۔ اصول ترجمۃ القرآن: مطبوعہ ۱۹۵۲ء، اس کتاب پر علامہ سید سلیمان ندوی کی تقریظ ہے۔

۱۲۔ خلاصہ فقہ اسلامی، موضوع نام سے ظاہر ہے۔

۱۳۔ ضرورتِ حدیث۔ یہ فتنہ انکارِ حدیث کا مدلل رد ہے۔

۱۴۔ احسن الفوائد لحل شرح العقائد۔ مصدقہ علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی سابق شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند،

۱۵۔ تذکرۃ المفسرین۔ عالم اسلامی میں اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے، علمائے مصر کی مصدقہ ہے۔ اس پر جناب سید عبد اللہ شاہ صاحب ممبر پاکستان ریویو بورڈ نے اور افغانستان کے ایک ماہنامہ نے شاندار تبصرے کیے ہیں۔ پروفیسر حمید احمد خان اور چودھری محمد علی (مرحوم) سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی کے تبصرے بھی ہوئے ہیں۔

۱۶۔ دینی لغات: قرآن مجید، حدیث، فقہ و تفسیر کے اکثر لغات کا اردو زبان میں پہلا جامع حل مطبوعہ جز اول تا ش۔ اس پر علامہ شمس الحق افغانی، علامہ مفتی محمد شفیع صاحب کی تقاریظ موجود ہیں، مولانا عبد الماجد دریا بادی لکھتے ہیں "دینی لغات اردو خواں طلبۂ دین کے حق میں ایک نعمت بے بدل ہے، اس پر اپنی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں (۲۶ ستمبر ۱۹۶۰ء)

۱۷۔ جواہر البخاری علی اطراف البخاری! الابواب والتراجم پر مکمل اردو کتاب، مصدقہ مولانا فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، علامہ السید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ، صرف پارہ اول ہی مطبوعہ ہے باقی باقی ہے۔

۱۸۔ "رحمتِ کائنات" حیاتِ سید دو عالم پر مدلل کتاب مطبوعہ پانچ بار۔

۱۹۔ آئین وراثت۔ مشکل موضوع کا آسان حل، جس کے بارے میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں "ایسی کتاب کسی زبان میں بھی آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔"

۲۰۔ شانِ صحابہ کرامؓ! قرآن مجید کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کی شان بیان کی گئی ہے۔

۲۱۔ نجات دارین۔ تصوف علیٰ منہاج النبوۃ پر اردو زبان میں پہلی کتاب۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۲۔ جوہر الدین ۔ یہ عقائد اسلامیہ پر علامہ عبدالحمید الخطیب مرحوم سفیر اول سعودی عرب برائے پاکستان کی ایک کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ ہے۔

۲۳۔ تفسیر تعلیم القرآن ! سورۂ نساء تک، آسان طرز پر بغیر کسی تفسیری مباحث کے تفسیر القرآن، مطبوعہ حیدرآباد!

۲۴۔ مرد مومن۔ حضرت لاہوریؒ کی سوانح، نام عبدالحمید خاں کا، کام آپ کا جس کا اعتراف خود انہوں نے بھی اس کے مقدمہ میں کیا ہے۔ ص ۶۰۵ کی پانچ سات سطریں قابل مطالعہ ہیں، مطبوعہ فیروز سنز۔

۲۵۔ دُرّہ ذوالفقار یہ بر فرقہ احمدیہ۔ قادیانیوں کے ساتھ ایک مناظرہ کی روداد ہے۔

۲۶۔ سنتہ الانبیاءؑ۔ ڈاڑھی کے سنت الانبیاء ہونے کے دلائل اس میں مولانا مودودی صاحب کے اس نظریہ کہ "ڈاڑھی رکھنا حضورؐ کا ذاتی فعل تھا" کی علمی دلائل سے تردید ہے۔

۲۷۔ رسالہ مدنیہ۔ تراجم بخاری۔ اصول مرتبہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی عربی شرح۔

۲۸۔ "رحمتوں کا خزانہ" ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران شائع ہوا اور افواجِ پاکستان میں تقسیم کیا گیا۔

۲۹۔ گانا بجانا، قرآن وسنت کی روشنی میں" یہ رسالہ جعفر پھلواری کی کتاب "موسیقی اور اسلام" کا رد ہے تین بار طبع ہوکر ختم ہو چکا ہے،

۳۰۔ مقامِ محمود۔ اس میں حضورؐ کی شفاعت کو بیان کیا گیا ہے۔

۳۱۔ رحمت کا غضب۔ (۳۲) پیام اسلام (۳۳) خطرناک انقلاب (۳۴) آذان حجاز (۳۵) بھوک اور اسلام (۳۶) زادِ آخرت (۳۷) سدا بہار، (۳۸) رہنمائے ترجمۃ القرآن مطبوعہ تعلیم القرآن ٹرسٹ راہوالی گوجرانوالہ (۳۹) المنول موتی (۴۰) رسولوں کا کام (۴۱) پاک بندے (۴۲) مرزائیت۔ علم وعقل کی روشنی میں۔ (۴۳) براۃ امام از افتراء پیغام درد مرزائیت)۔ (۴۴) محبوب زبان عربی کی ضرورت (۴۵) درس قرآن مجید ۴ جلدوں میں مرتبہ الحاج عثمان غنی صاحب بی۔ اے واہ کینٹ، (۴۶) واہ کا درس حدیث بنام "انوار الحدیث" (۴۷) درس حدیث جامع مدنیہ کیمبل پور، ان کے علاوہ بیسیوں قلمی

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسودات، شرح مسلم نسبان علامہ محمد رسول خاں صاحب کی۔ اور قلم آپ کا۔

صحافتی زندگی

تقسیم ملک سے پہلے "پیام اسلام" کے چیف ایڈیٹر رہے، تقسیم کے بعد ۱۹۵۰ء میں ایک ہفتہ وار آذان جاری کیا، اس کی ادارت کے فرائض انجام دیئے، ملازمت میں آجانے کی وجہ سے یہ رسالہ بند ہوگیا، ۱۹۷۱ء سے ایک ماہنامہ "الارشاد" کیمل پور سے جاری کیا جو اب تک ماشاءاللہ کامیابی سے دین کی خدمت کر رہا ہے۔

صوفیانہ مسلک

جس گھرانہ میں آپ نے آنکھیں کھولیں وہ اللہ اللہ کرنے کی لذت سے آشنا تھا، آپ کو بھی اللہ کے پیارے نام سے لذت آنے لگی، پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے (اشارہ پاکر) بیعت ہوئے، حضرت کی آپ پر شفقت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے آپ کو جبّہ عطا فرمایا جو آج تک آپ کے پاس بقول آپ کے "سب سے بڑی دولت، سب سے بڑی راحت اور سب سے بڑی برکت کے طور پر موجود ہے" یہ جبّہ خلافت کا جبّہ نہیں، خود تحریر فرماتے ہیں "یہ جبّہ مبارک صرف برکت اور رحمت کا عطیہ ہے۔ یہ خلعتِ خلافت نہیں، احقر کہاں اور خلافتِ مدنی کہاں، اسلئے احباب کو مغالطہ نہ لگنا چاہیئے۔"

حضرت مدنیؒ نے آپ کو سلسلہ صابریہ چشتیہ میں بیعت فرما کر دوازدہ تسبیح ذکر کرنے اور ایک ہزار مرتبہ پاس انفاس کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ نے اس ذکر کو جاری رکھا، حضرت مدنیؒ نے نینی، جیل الہ آباد سے مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ کے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ "ذکر سے اب مذکور کی طرف بڑھنا چاہیئے اور اسم سے مسمّیٰ کی طرف قدم بڑھانا چاہیئے۔"

مراقبہ معیت جاری تھا کہ برصغیر تقسیم ہوگیا اور پھر ۱۹۵۷ء میں حضرت مدنیؒ کا وصال ہوگیا۔ اس عرصہ میں آپ اپنے حالات حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کرتے تھے جن میں بعض مکتوبات کا ذکر "مکتوبات شیخ الاسلام" میں آچکا ہے۔ یہاں صرف ایک کیفیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ ابتدائے ذکر میں رویائے صالحہ زیادہ آتی تھیں مگر بعد میں جب وہ سلسلہ بند ہوا

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو آپ نے اس انقطاع کا ذکر حضرت مدنیؒ سے کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "رویائے صالحہ ابتدائے ذکر کے آثار تھے، اب ان کا ڈھونڈنا غلطی ہے۔"

۲۔ ابتدائے ذکر میں آپ کی طبیعت الگ تھلگ رہنے کو چاہتی تھی، نماز عصر کے بعد آبائی قبرستان میں چلے جاتے، اس کیفیت کا ذکر کیا تو ارشاد فرمایا کہ "سب سے علیحدہ رہنے کو جی چاہنا یہ حُبّبَ الیہ الخلاء[1] کا منظر ہے۔"

۳۔ پاس انفاس کے دوران سخت رونا آتا تھا، اس کیفیت کے جواب میں فرمایا کہ "یہ ... سلطان الاذکار کا اثر ہے، ذکر جب بدن میں سرایت کرتا ہے تو رونا آتا ہے۔"

آپ خود لکھتے ہیں کہ "بہرحال مدنی بحرِ ذخار سے بہت کچھ ملا، افسوس سنبھال نہ سکا، صرف نام کا حسینی رہ کر اس سلسلہ کو بدنام کرنے والا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔"

حضرت لاہوریؒ کے ساتھ تعلق

۳۵/۱۹۳۶ء میں جب آپ دارالعلوم دیوبند سے واپس آنے لگے تو حضرت مدنیؒ نے ایک خط حضرت لاہوریؒ کے لئے دیا، اس میں ایک فقرہ آپ کے بارے میں یہ بھی تھا کہ "علمی اور عملی حالت ماشاء اللہ قابل اطمینان ہے۔"

جب آپ یہ نور نامہ پیش کرنے کے لئے صبح سویرے جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں پہنچے تو حضرت اکیلے ہی مسجد کے محراب میں رو بشرق تشریف فرما تھے، یہ آپ کی حضرت لاہوریؒ کے ہاں پہلی حاضری تھی، پھر کبھی تحریری طور پر حاضری ہو جاتی، حضرت شفقت فرماتے، ۱۹۳۹ء میں جب پہلی بار حج کے لئے جانے لگے تو لاہور میں ملاقات کی، حضرت نے کمال ذرہ نوازی سے انجمن خدام الدین کی طرف سے پہلی دفعہ مطبوعہ قرآن مجید کا ایک نسخہ عطا فرمایا، اس کے آخر میں بطور امیر انجمن اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ وہ مصحف شریف آج تک آپ کے پاس ہے اور حتی المقدور اسی میں تلاوت کرتے ہیں اور سرور پاتے ہیں۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔

---

[1] صحیح بخاری شریف میں ابتدائے وحی کا حصہ ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غار حراء میں خلوت قبل از عطائے نبوت کا ذکر ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنہ ۱۹۶۰ء میں حضرت لاہوریؒ مولانا شفیق الرحمٰن صاحب خطیب جامع کھیال ایبٹ آباد اور ان کے احباب میجر حمید اللہ (مرحوم) وغیرہ حضرات کی دعوت پر ایبٹ آباد تشریف لائے۔ ایبٹ آباد کی تاریخ میں یہ پہلا جمعہ تھا کہ شہر اور قرب و جوار کے سب مسلمانوں نے متفقہ طور پر عید گاہ ایبٹ آباد میں نماز جمعہ ادا کی، خطابت اور امامت کے فرائض "خطیب ہزارہ" حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب (مرحوم) نے انجام دیئے۔ مرحوم نے ان فرائض سے جان چھڑانے کی بڑی کوشش کی کہ کسی طرح حضرت لاہوری خود یہ سعادت حاضرین کو بخشیں مگر حضرت نے فرمایا کہ "آپ خود ہی پڑھائیں، میں توجہ کروں گا"۔ چنانچہ یہ نماز جمعہ روحانی اثرات کے طور پر مقتدیوں کے لئے یادگار رہی نماز تھی۔

نماز جمعہ سے پہلے حضرت لاہوریؒ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ طریقہ قادریہ میں تیری تکمیل کرا دوں"، آپ نے اسے غنیمت سمجھا۔ حضرت لاہوریؒ نے تین اذکار۔ ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سری تلقین فرمائے۔ ۲۷ر جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو حاضری دی تو حضرتؒ نے پہلے سننے کے بعد درج ذیل اذکار کی تلقین فرمائی:-

ذکر قلبی	ذکر روحی	ذکر سری	ذکر نفسی	ذکر خفی	ذکر اخفیٰ
۳۰۰ مرتبہ	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰	۳۰۰

اسی دفعہ کی حاضری کے موقعہ پر ۹ شعبان مطابق ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء بعد از نماز جمعہ اپنے حجرہ مبارکہ میں مجلسِ ذکر کرانے کی اجازت مرحمت فرمائی، چنانچہ ۴ مئی سنہ ۱۹۶۱ء بروز جمعرات بعد از نمازِ مغرب مسجد محلہ کنج جدید ایبٹ آباد میں پہلی مجلس ذکر ہوئی۔ آپ کا یہ سفر حضرت لاہوریؒ کو ایبٹ آباد لانے کے لئے تھا جسے حضرت نے منظور فرما لیا اور ۱۵ مئی سنہ ۱۹۶۱ء کو جب حضرت آخری مرتبہ ایبٹ آباد تشریف لائے، تو سالار منزل میں نماز فجر سے پہلے آپ کو درج ذیل عبارت لکھنے کا حکم دیا۔

الفاظ بیعت لینے کے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ توبہ کی میں نے شرک سے، کفر سے، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے، میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد آپ فرمائیں گے

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسے مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ اور اس بیعت پر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد بیعت کنندہ کا اپنے دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لیا جائے، یہی بیعت ہے اس کے بعد سب سے پہلے طالب کو ذکر قلبی کی تلقین کی جائے اور اس کے پکنے کی یہ علامت ہے کہ جب اس کے قلب کی طرف متوجہ ہُوا جائے تو اس کا قلب ذکر الٰہی سے بیدار نظر آئے۔ جب لطیفۂ قلبی پک جائے تو لطیفۂ روحی کی اسے تلقین کی جائے، جب یہ بھی توجہ کرنے سے بیدار نظر آئے تو اس کو سری کی تلقین کی جائے۔ جو کہ چھاتی کے درمیان ہے۔ جب یہ تینوں لطیفے توجہ کرنے سے متحرک نظر آئیں۔ پھر چوتھے نفسی کی تلقین کی جائے، جب کچھ مدت بعد چار لطیفوں کو توجہ کرنے سے متحرک سمجھا جائے تو پانچویں لطیفے خفی کی تلقین کی جائے۔ جب یہ توجہ کرنے سے متحرک نظر آئے تو چھٹے لطیفہ اخفیٰ کی تلقین کی جائے، اس کے بعد جب چھ متحرک ہو جائیں اور چلتے نظر آئیں تو پاس انفاس کی تلقین کی جائے، ان اشتغال کے پکنے کے معنی یہ ہیں کہ جب ان لطائف پر توجہ کی جائے تو اس کا اثر اپنے لطیفہ پر پڑے جتنا طالب کا لطیفہ پختہ ہوگا اتنا ہی سالک کی طبیعت پر اثر پڑے گا، اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لطیفہ کس درجہ تک پہنچا ہوا ہے۔ یہی معیار پختگی کا ہے حتیٰ کہ طالب کو لطیفہ نورانی سے تکمیل پر پہنچا دیا جائے۔ اس کے بعد ہر کہ ومہ کو مجاز نہ کیا جائے بلکہ جس کو عالم باعمل تصور کیا جا سکے فقط ایسے حضرات کو اجازت دی جا سکتی ہے، جہال کی تکمیل ہو جائے لیکن انہیں اجازت ہرگز نہ دی جائے کیونکہ تکمیل کا مطلب یہ ہے کہ طبیعت شریعت کے مطابق چلنے کے لئے بخوشی تیار ہو جائے اور جو شخص شریعت سے ناواقف ہے جاہل ہے، اس کو جب خود علم نہیں وہ دوسروں کی کیسے رہنمائی کر سکے گا، ان شرائط کی اجازت دینے کے لئے پابندی لازمی ہے"۔ یہ عبارت لکھوا کر آخر میں حضرت نے اپنا دستخط ثبت فرمایا۔

"المجیز احقر الانام احمد علی عفی عنہ ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ"

حضرتؒ نے آپ کو جن اشتغال کی تکمیل کرائی وہ مندرجہ ذیل ہیں:۔

ذکر قلبی، ذکر روحی، ذکر سری، ذکر نفسی، ذکر خفی، ذکر اخفیٰ، پاس انفاس، ذکر ارہ، ذکر سبع صفات، سلطان الاذکار، نفی اثبات، اور مراقبۂ نورانی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرتؒ آپ پر بہت شفیق تھے، ۱۷ر فروری ۱۹۶۱ء کو جب آپ حضرت کی ملاقات کے لیے مسجد شیرانوالہ پہنچے تو بوندا باندی ہو رہی تھی اور سخت سردی بھی تھی، آپ مسجد کے تالاب پر بیٹھے وضو کر رہے تھے کہ اچانک حجرہ مبارکہ کا دروازہ کھلا، حضرت باہر تشریف لائے، آپ کھڑے ہو گئے تو ارشاد فرمایا "میں تجھے ڈھونڈ رہا تھا، مجھے تجھ سے محبت ہے"

آپ فرماتے ہیں کہ "الحمد للہ! میری نجات کیلئے یہ ایک جملہ بھی کافی ہے"

حضرتؒ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بعض خدام سے جو ایبٹ آباد اور مضافات کے رہنے والے تھے حکم فرمایا تھا کہ اب اصلاح کے لئے لاہور آنے کی ضرورت نہیں وہاں ہی رجوع کر لیا کریں۔ بعض زیر تربیت حضرات کو بھی اسی طرح فرمایا، پشاور یونیورسٹی شعبۂ اسلامیات کے استاذ الحاج سعید اللہ جان صاحب کو بقایا اذکار کی تکمیل کے لئے آپ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا،

آپ خود لکھتے ہیں کہ "ہر چند یہ خطاکار اپنا مقام جانتا ہے مگر حضرتؒ کی شفقت کو اسی کرم نوازی کا ایک پرتو سمجھتا ہے جو اس سلسلہ قادریہ کے بانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے چوروں پر فرما کر ان کو ولایت کے مقام پر پہنچا دیا تھا بفضلہ تعالیٰ و بکرمہ حضرتؒ کی رحلت کے بعد جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کا مشفقانہ برتاؤ بھی اس گنہگار پر اسی طرح ہے۔ حضرت کی روحانی برکات کا یہ اثر ہے کہ تاج العارفین حضرت میاں عبد الہادی صاحب دین پوری بھی اس علاقہ کے مسترشدین کو اس سیہ کار کی طرف رجوع کرنے کو فرماتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معمولاتِ خصوصی سے بھی نوازا، جن کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہے"

اولاد آپ کی اولاد میں بڑے حافظ قاری محمد ارشد الحسینی صاحب ہیں، جو آپ سے علومِ دینیہ کی تکمیل کر رہے ہیں باقی چھوٹے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا عرض محمد صاحبؒ

۱۹۰۳ء ——— ۱۹۷۱ء

ولادت: ۱۹۰۳ء میں پڑنگ آباد مستونگ (بلوچستان) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم بچپن مستونگ میں گزارا، والدین کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔ یتیمی کی حالت میں ابتدائی تعلیم کا آغاز مولانا فضل اللہ صاحب آف پڑنگ آباد سے کیا۔ پھر ضلع کوئٹہ کے مقام "پشین" میں کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کی۔

اعلیٰ تعلیم اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے پہلے آپ نے فتحپوری، دہلی میں داخلہ لیا اور پھر دار العلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سندِ فراغت حاصل کی۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مولانا محمد رسول خان صاحب اور مولانا اعزاز علی صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تدریسی خدمات فراغت کے بعد فوراً آپ نے اپنے آبائی گاؤں "پڑنگ آباد" میں متوکلاً علی اللہ ایک دینی مدرسہ "مدرسۃ العلوم" کی بنیاد رکھی، اور تدریس شروع کر دی کچھ عرصہ کے بعد آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ بجائے پڑنگ آباد کے مستونگ میں (جو ایک بڑا قصبہ ہے) دار العلوم قائم کر دیا جائے تو طلبہ اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں گے۔ آپ نے "مدرسۃ العلوم" پڑنگ آباد کا اہتمام و انصرام اپنے ایک ہم درس مولانا محمد عمر صاحب کے سپرد کیا اور مستونگ میں دار العلوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے نام سے ایک نئے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ مستونگ ریاست قلات کا اہم شہر تھا، قلات کے والی وحکمران خان احمد یار خان تھے۔ وہ آپ کی حق گوئی وبے باکی سے بہت متاثر تھے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اسی بناپر انہوں نے آپ کو "ذکری" فرقہ کی تبلیغ کے لئے "جھلوان" بھیج دیا، آپ نے حکمت سے تبلیغ فرمائی، بہت سے "ذکری" تائب ہوگئے اور آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

شرعی قوانین کا نفاذ

ریاست قلات میں کئی قوانین قرآن وسنت کے خلاف تھے جن میں مالیہ عورتوں کی حق وراثت سے محرومی اور خون بہا کی رقم کا اختلاف شامل ہیں۔ بلوچ قوم فرد کا خون بہا/۲۵۰۰ روپے یا اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا جبکہ جاموٹ، سندھی وغیرہ کا خون بہا صرف تین سو روپے تھا۔ غیر شرعی رسوم کا کافی رواج تھا، سرداروں کے ظلم وستم کا سلسلہ بھی کافی وسیع تھا۔ آپ چونکہ قلات اسمبلی جسے "دار العوام" کہا جاتا تھا کے ممبر تھے اس لئے آپ نے اسمبلی کے اندر اور باہر خوب کام کیا، آپ کی محنت رنگ لائی، غیر شرعی قوانین کی جگہ شرعی قوانین کا نفاذ ہوگیا۔ خان احمد یار خان صاحب نے آپ کو قلات کے "وزیر معارف" کی پیشکش کی لیکن آپ نے وزارت معارف" کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کردیا۔ بعد میں علامہ شمس الحق صاحب افغانی کو یہ منصب سپرد کردیا گیا، تمام دیوانی مقدمات براہ راست وزارت معارف سے متعلق تھے، یہیں سے "شرع محمدی" کے مطابق ان کا فیصلہ ہوتا تھا۔ علامہ شمس الحق صاحب افغانی کو ریٹائر کرنے کے بعد آپ کو خدشہ ہوا کہ کہیں اس سلسلہ کو ختم نہ کردیا جائے۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے ایک "مجلس شوریٰ" کا قیام عمل میں لایا گیا، اس مجلس کے صدر ایک ممتاز عالم دین مولانا قاضی عبداللہ صاحب سربازی کو منتخب کرلیا گیا۔

حق گوئی وبیباکی

آپ حق گو اور بے باک عالم دین تھے، آپ خود اسلام کے پابند اوروں کو اس کا پابند دیکھنے کے متمنی تھے۔ غیر شرعی رسوم کو دیکھ کر آپ کا دل بہت کڑھتا تھا، سرداروں کے مظالم اس کے سوا تھے۔ آپ باہمت ہو کر میدان میں نکلے، چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں غیر شرعی رسوم کا استیصال

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو گیا۔ سرداروں کے مظالم کے خلاف جب آواز اٹھائی تو وہ سب آپ کے خلاف ہو گئے، آپ کو کھانے میں زہر بھی دیا گیا لیکن وقت چونکہ مقرر تھا اس لئے بچ گئے، بعد میں انہی سرداروں نے سازش کر کے خان احمد یار خان کے ذریعہ آپ کو تین سال کے لئے قلات سے ریاست بدر کرا دیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ستونگ کے علاوہ "دار العلوم" کو بھی چھوڑنا پڑا۔ لیکن آپ کے اخلاص کی برکت تھی کہ یہ دونوں مدرسے بند ہونے کے بجائے ترقی کرتے چلے گئے۔

جلا وطنی کی اس مدت میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے،

حج

اور دو سال وہاں رہے، مزید قیام کا ارادہ تھا کہ اپنے استاذ اور مرشد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے وہیں ملاقات ہو گئی تو انہوں نے فرمایا کہ "یہاں کیا کر رہے ہو۔ جاؤ بلوچستان میں جا کر اسلام کو پھیلاؤ۔"

چند دن کے بعد وہیں ایک خواب میں دیکھتے ہیں کہ "حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور حضرت ابو بکر صدیقؓ تشریف رکھتے ہیں، سرور کائنات نے نام لیکر بلایا کہ جھولی تھام لو، پھر حضرت صدیقؓ کی جھولی سے جو خشخاش سے بھری ہوئی تھی، دونوں مبارک ہاتھوں سے خشخاش اٹھا کر آپ کی جھولی میں ڈالتے رہے یہاں تک کہ آپ کی جھولی بھر گئی۔ پھر فرمایا، جاؤ، اسے بلوچستان میں تقسیم کرو۔" اس خواب کے بعد آپ واپس بلوچستان آ گئے۔ اور ۱۹۴۲ء میں بروری روڈ "Brewery Road" کوئٹہ میں دو چٹایاں بچھوا کر مدرسہ "مطلع العلوم" کی بنیاد رکھی جب کہ یہاں لوگ مدرسہ اور تعلیم کے نام سے ناآشنا تھے۔ یہاں بھی اللہ کے سہارے تدریس کا کام شروع کر دیا، رفتہ رفتہ اس مدرسہ نے اتنی ترقی کی کہ آج بلوچستان کا اعلیٰ تعلیمی ادارہ ہے۔ جس میں بیرونی طلبہ کی تعداد ۲۰۰ ہے اور ۱۸ استاذ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدرسہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ روپے کے قریب ہے۔ اس کے ۲۵ کمرے ہیں۔ دورۂ حدیث بھی باقاعدہ پڑھایا جاتا ہے اور مدرسہ کا الحاق وفاق المدارس العربیہ سے ہے۔ جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان از حافظ نذر احمد صاحب میں ص ۶۶-۵۶۵ پر اس مدرسہ کا ذکر اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

مختصر تاریخ موجود ہے۔

صوفیانہ مسلک آپ کی بیعت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ سے تھی، تکمیل کے لئے شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب کی طرف رجوع کیا۔ حضرتؒ نے چند ہفتوں میں روحانی اسباق کی تکمیل کے بعد خلافت عطا فرمائی۔ آپ نے عرض کیا کہ "حضرت! واللہ میں اس غرض سے نہیں آیا تھا اور نہ اس کا اہل ہوں" حضرت لاہوریؒ نے فرمایا کہ "یہ فیصلے اوپر سے ہوا کرتے ہیں"

سیاسی مسلک آپ بلوچستان جمعیت علمائے اسلام کے بانیوں میں سے تھے۔ بلوچستان جمعیۃ کے نائب امیر تھے ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیۃ کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں بھی حصہ لیا تھا گو کامیاب نہ ہو سکے

انتقال ۳۰ اکتوبر ۱۹۷۱ء مطابق ۹ رمضان المبارک کو نماز فجر کے بعد مسجد سے گھر آتے ہوئے سبی ریلوے سٹیشن کے قریب شنٹنگ کے دوران پٹڑی سے گزرتے ہوئے ڈبوں کی زد میں آکر بحالت روزہ شہادت پائی۔ اور ناکہ چونگی دہپال بستی کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

مولانا عبدالمالک صاحب جو اس علاقہ کے ایک بزرگ عالم دین ہیں کی روایت ہے کہ جب آپ زیارت حرمین شریفین سے واپس آئے تو بستی میں قیام فرمایا اور جب اس قبرستان (جس میں کہ اب دفن ہیں) سے گزر ہوا تو مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ "اس مٹی میں اولیاء اور شہداء مدفون ہیں۔ کاش مجھے بھی ایسی مٹی نصیب ہوتی"

اولاد اولاد میں ایک فرزند مولوی حافظ حسین احمد صاحب استاذ مدرسہ مطلع العلوم اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

اخلاق آپ حق گو اور بے باک عالم باعمل تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے، بزرگوں کا احترام کرتے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے۔ آپ تصویر اتارنے کے سخت خلاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصویر بنانے میں فوٹوگرافر کامیاب نہ ہو سکے۔ مدرسہ اور اہل مدرسہ سے بے حد محبت تھی۔ قیام پاکستان سے قبل اور بعد آپ نے بیش بہا

toobaa-elibrary.blogspot.com

خدمات انجام دیں اور کئی مرتبہ حق گوئی کے "جرم" میں قید کیے گئے۔ آپ نے بلوچستان کے تمام فرق باطلہ کے ساتھ مقابلہ کر کے انہیں دبا دیا۔ قیام پاکستان سے قبل ایک انگریز عورت نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی تو "عشقِ رسولؐ" سے اس عورت کو اٹھا کر پٹخ دیا۔

تعزیتی نوٹ

آپ کے انتقال پر اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ لکھے۔ ہفت روزہ "ترجمانِ اسلام" لاہور کا تعزیتی نوٹ ملاحظہ ہو۔

مَوتُ العالِم موت العالَم: حضرت مولانا عرض محمد صاحب (کوئٹہ) شہادت پا گئے۔

ابھی استاذ المحدثین حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا زخم تازہ تھا کہ کوئٹہ کے جید عالم دین، قطب زمانہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز اور مدرسہ مطلع العلوم کوئٹہ کے مہتمم مولانا عرض محمد صاحب ۶۸ سال کی عمر پا کر شہادت پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ ۞

حضرت مرحوم کی شہادت سے جمعیت علمائے اسلام کے حلقوں خصوصاً جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے کارکنوں اور علماء کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ مرحوم ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ دین کی اشاعت و ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ آپ نے جہاد آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور اس سلسلہ میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرے۔

آپ جمعیۃ علمائے اسلام بلوچستان کے صف اول کے رہنماؤں میں سے تھے۔ جمعیۃ کے لئے انتھک جدوجہد کی اور گذشتہ انتخابات میں جمعیت کے ٹکٹ پر صوبائی انتخابات میں حصہ بھی لیا۔

آپ کچھ عرصہ سے علیل تھے۔ چند دنوں سے آپ کی صحت بحال ہو چکی تھی لیکن تبدیلی آب و ہوا کے لئے سبّی تشریف لے گئے تھے، آپ معمول کے مطابق نماز فجر کے بعد تفریح کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب حسب معمول چہل قدمی کرتے ہوئے ریلوے سٹیشن کے قریب ریلوے لائن سے گزرے تو کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے آپ ریلوے لائن پر گر گئے۔ اسی اثناء میں شنٹنگ کرنے والی ویگن آپ کے سر مبارک سے گزر گئی جس

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے آپ موقع پر ہی جام شہادت نوش فرما گئے۔

آپ کو سبتی پولیس لائن کے قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں علماء اور عوام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی، آپ نے پس ماندگان میں ایک لڑکا حسین احمد اور دو بچیاں چھوڑی ہیں۔ ادارہ ترجمان اسلام حضرت مرحوم کے پس ماندگان اور جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے کارکنوں اور علماء کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (ترجمانِ اسلام لاہور ۱۲ نومبر ۱۹۷۱ء ص ۱۱)

اور اگلے شمارہ ۱۹ نومبر ۱۹۷۱ء کو اسی صفحہ پر جناب فیاض حسن سجاد کے قلم سے آپ کے مختصر حالات زندگی بھی شائع ہوئے۔ اور انہی کے توسط سے ایک تعزیتی قرارداد بھی شامل اشاعت ہے۔ جس میں علامہ محمد رسول خان صاحبؒ اور آپ کی وفات پر اظہار افسوس کیا گیا اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا سیّد احمد شاہ بخاریؒ

۱۳۲۵ ——— ۱۳۸۹ھ

ولادت اور خاندان آپ ۱۳۲۵ھ کو "اجنالہ" میں سید غلام علی شاہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان ساداتِ اجنالہ کے نام سے مشہور ہے، بخاری سید ہیں، آپ کے والد صاحب کی اجنالہ میں کوئی زمین نہ تھی، صرف مزارعت پر گزر بسر تھی، نہایت نیک سیرت تھے، تمام عمر صبر و قناعت کے ساتھ بسر کی۔

ابتدائی تعلیم آپ کے والد صاحب نے آپ کو مسجد جلال پور ننگیاناں میں حافظ سلطان احمد صاحب قریشی کے پاس حفظ قرآن مجید کے لئے داخل کرادیا، قریشی صاحب خود تو حافظ نہ تھے لیکن انہیں حفظ کرانے کا خوب ملکہ تھا۔ ان سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔

فارسی کی کتابیں مولانا نور حسین صاحب (مسجد محلہ پراچگاں خوشاب ضلع سرگودھا) اور مولانا فضل کریم صاحب بندیالی سے پڑھیں۔

بندیال ہی کے ایک دوسرے مشہور عالم مولوی عبید اللہ صاحب سے آپ نے علم صرف و نحو کی تحصیل کی، کافیہ اور چند دیگر کتابیں مولانا حکیم عطا محمد سے پڑھیں۔

آپ نے مشہور دینی درسگاہ موضع انہی، تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں داخلہ لیا اور وہاں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب، مولانا ولی اللہ صاحب اور مولانا محمد اشرف صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل کیا،

تقریباً موقوف علیہ کی تکمیل انہی حضرات سے کی۔ آپ کے شریک درس احباب میں سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا قطب الدین اچھالوی اور مولانا قاضی خلیل احمد صاحب انگوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
آپ حضرت مولانا غلام رسول صاحب کے درس کے آخری شاگردوں میں سے تھے، ۱۳۵۱ھ
میں مولانا مرحوم کا انتقال ہوا، آپ کو اپنے استاذ کے جنازہ میں شمولیت کا شرف نصیب ہوا۔

اعلیٰ تعلیم
۱۳۵۱ھ میں آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، وہاں
بقیہ موقوف علیہ کی تکمیل کر کے ۱۳۵۳ھ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد
صاحب مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔

اسی دوران ۲ر صفر ۱۳۵۲ھ کو علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا انتقال ہوا، ان کے جنازہ
میں بھی شریک تھے۔ امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی اور وطن واپس آگئے اور
حسب معمول نگھیانہ جھنگ صدر میں رمضان کی تراویح میں قرآن مجید سنایا۔

تدریسی خدمات
شوال ۱۳۵۳ھ میں حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب ناظم جامعہ محمدی
جھنگ کی دعوت پر آپ نے جامعہ محمدی میں صدر مدرس کی حیثیت سے
تدریس کا آغاز فرمایا، آپ کی علمی قابلیت کا شہرہ طالب علمی کے زمانہ سے ہی عام تھا۔
تھوڑے ہی عرصہ میں منتہی طلبہ جمع ہو گئے، ان ایام کے منتہی طلبہ میں مولوی عبد الواحد
صاحب، حافظ محمد عیسیٰ صاحب، حافظ عبید اللہ صاحب اور مولانا محمد نافع صاحب خاص
طور پر قابل ذکر ہیں، جامعہ محمدی میں چار سال تک اعلیٰ تدریسی فرائض انجام دے کر
اپنے آبائی وطن "اجنالہ" تشریف لے گئے۔

دارالہدیٰ چوکیرہ کا قیام
جامعہ محمدی ضلع جھنگ سے فراغت کے بعد کچھ
عرصہ "آفتاب العلوم" چنیوٹ اور کچھ مدت "ریاض الاسلام"
نگھیانہ میں مدرس اعلیٰ کی حیثیت سے تدریس کی، پھر میاں خان محمد صاحب رئیس چوکیرہ،
کی دعوت پر چوکیرہ ضلع سرگودھا تشریف لے گئے، پہلے مسجد میں امامت و خطابت کے
فرائض انجام دیتے رہے، بعد میں عربی علوم کا مدرسہ کھولنے کا ارادہ کیا، میاں خان محمد صاحب
نے تائید فرمائی، چنانچہ ۱۳۶۸ھ کو چوکیرہ میں "دارالہدیٰ" کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی
گئی، آپ کے ہمراہ آپ کے دیرینہ رفیق مولانا قطب الدین صاحب نے بھی پڑھانا شروع

toobaa-elibrary.blogspot.com

کردیا، تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

حج

بوکیرہ میں آنے کے بعد جلد ہی آپ میاں خان محمد صاحب کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے، اس سفر میں زیارت حرمین شریفین کے علاوہ عراق، بغداد، اور دیگر اہم مقامات کی سیاحت کی اور مذہب شیعہ کی نادر کتابیں ہمراہ لائے۔

اس سفر کے بعد آپ نے خصوصی طور پر مطاعن صحابہ کرام کے جوابی سلسلہ کا آغاز کیا، اس مطالعہ کے بعد آپ کے علمی مذاق میں ایک خاص ذوق کا اضافہ ہوا اور زندگی کے آخری لمحات تک ترقی کرتا رہا، آپ نے حاصل مطالعہ کو علمی جواہر ریزوں کی صورت میں چن چن کر جمع کرنا شروع کردیا۔

ماہنامہ الفاروق کا اجراء

نومبر ۱۹۵۶ء کو ماہنامہ "الفاروق" جاری کیا، اس میں شیعہ مسلک کیطرف سے کئے جانیوالے اعتراضات کا کافی شافی جواب دیا گیا، علم و تحقیق کی کسوٹی پر رکھ کر کھرا کھوٹا الگ کر دکھایا۔

یہ ماہنامہ تین سال ۸ ماہ تک جاری رہا، اس میں مدح صحابہؓ، دفع مطاعن صحابہؓ اور مسلک اہل سنت پر وقیع اور علمی مقالات شائع ہوتے رہے۔ افسوس کہ بعض اقتصادی مشکلات کی وجہ سے جولائی ۱۹۵۹ء کے بعد شائع نہ ہو سکا۔ لیکن اس کی فائیلیں آج بھی اہل علم حضرات کے ہاں قیمتی سرمایہ کی صورت میں محفوظ ہیں۔

سرگودھا میں

۱۳۶۸ھ سے لے کر ۱۳۸۶ھ شوال تک "دارالہدیٰ" بوکیرہ میں رہے، پھر آپ مسجد فاروق اعظم بی سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں تشریف لے آئے اور یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی، مسجد فاروق اعظم کی تعمیر ابھی ابتدائی مراحل میں تھی، اس کی تکمیل کے بعد مدرسہ "فاروق اعظم" کے لئے بھی چند کمرے بنوائے اور سلسلہ تدریس شروع کردیا، خود بھی پڑھاتے تھے اور مولانا حافظ صالح محمد صاحب کو بھی مدرس رکھا ہوا تھا۔

دار المبلغین کا قیام

اس قلیل عرصہ میں ایک تبلیغی کورس کا آغاز بھی متوکلاً علی اللہ کردیا، جسے مستقل شعبہ قرار دیکر ہمیشہ کے لئے جاری رکھنا چاہتے تھے، ایک ماہنامہ "فاروق اعظم" کے اجراء کے لئے بھی درخواست دے رکھی تھی کہ اللہ کا امر غالب آیا اور دل کی بے شمار حسرتیں دل ہی میں لے کر دار آخرت کو سدھارے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصنیفی خدمات آپ کی تصانیف اگرچہ مختصر ہیں مگر تحقیق سے لکھی گئی ہیں جنہیں علماء نے قدر سے دیکھا ہے۔

۱۔ تحقیق فدک آپ کی یہ تصنیف موضوع کے جملہ متعلقات پر حاوی ہے۔ اس کے دوسرے ایڈیشن میں ان تمام اعتراضات کے جواب بھی شامل کر دیئے گئے جو مخالفین نے "تصدیق فدک" اور "توثیق فدک" کے نام سے شائع کئے تھے۔

۲۔ دفع الوسواس بشرح حدیث قرطاس! یہ کتاب مشہور واقعہ قرطاس کے متعلق محققانہ انداز میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہے۔

صوفیانہ مسلک جامعہ محمدی کے عرصۂ تدریس میں مشہور نقشبندی بزرگ حضرت مولانا غلام حسن صاحب سجادہ نشین کہروڑ ضلع مظفر گڑھ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور معرفت کی منزلیں نہایت سرعت سے طے کر کے مجاز ہوئے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور اسباق کی تکمیل کر کے حضرت لاہوریؒ سے بھی مجاز ہوئے۔

(مرد مومن ص ۸۷)

انتقال ۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۶۹ء کو مختصر سی علالت (۴۸ گھنٹے بیمار رہنے) کے بعد انتقال فرما گئے۔ نمازِ جنازہ مسجد فاروقِ اعظم سٹیلائٹ بی بلاک میں آپ کے پرانے دوست مولانا قطب الدین صاحب اوچھالوی (صدر مدرس دارالہدیٰ چوکیرہ) نے پڑھائی۔ پھر آپ کو اپنے آبائی گاؤں "اجنالہ" لیجایا گیا جہاں آپ کے عزیز محمد علی شاہ صاحب نے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھائی، اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر دیئے گئے۔

اولاد آپ کے تین لڑکے اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں، بڑے فرزند مولوی سید محمد قاسم شاہ سراج العلوم سرگودھا کے فارغ اور "دارالعلوم فاروقِ اعظم" کے ناظم ہیں۔ دوسرے غلام علی شاہ صاحب اور تیسرے شبیر احمد شاہ ہیں جو تحصیلِ علم میں مشغول ہیں۔ آپ کی صاحبزادی کا نام صغریٰ ہے جو حافظ قرآن ہیں اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

شادی شدہ ہیں“

تعزیتی نوٹ آپ کے انتقال پر مختلف جرائد و مجلات میں جو تعزیتی نوٹ شائع ہوئے ان میں سے دو تین کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ماہنامہ الجامعہ، جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کے مدیر موت العالِم موت العالَم کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ:۔

”حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحبؒ بخاری کی وفات حسرتِ آیات سے ملتِ اسلامیہ کے دلوں میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی، اور اللہ تعالیٰ مرحوم کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔

آپ جامع محمدی کے مخلص رفیق تھے، جامعہ کے شعبہ دارالعلوم میں بحیثیت صدر مدرس کے ۴ سال تک کام کیا، پھر جوکیرہ ضلع سرگودھا میں ”دارالھدیٰ“ کے صدر مدرس رہے، اور ماہنامہ ”الفاروق“ جاری کر کے علمی سرمایہ مہیا کرتے رہے، اب تین سال سے سرگودھا میں مقیم تھے جہاں مسجد فاروق اعظمؓ اور دارالعلوم فاروق اعظمؓ کی بنیاد رکھی، افسوس کہ ہر دو کو ابتدائی مرحلہ میں چھوڑ کر راہی ملک عدم ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۰

مرحوم کے علمی تبحر کا واضح ثبوت یہ تھا کہ علماء انہیں استاذ الاساتذہ کے لقب سے یاد کرتے رہے۔ آپ کا مقام علمائے اہل سنت میں عظیم تھا، اور فرق باطلہ پر آپ کی گرفت نہایت شدید تھی، آپ کے مزار کے کتبہ کے لئے ”فدائے شیخین“ کا اعزاز تجویز کیا گیا کیونکہ مرحوم کو ہر دو شخصیتوں (سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ) سے بے پناہ عشق تھا۔

چونکہ آپ کے بنا کردہ ”دارالعلوم فاروقِ اعظمؓ“ کا ابتدائی دور تھا اور مرحوم کی اس مساعی جمیلہ کو جاری رکھنا ملت اسلامیہ کے لئے نہایت مناسب سمجھا گیا۔ اسلئے

لہ اس مضمون کی ترتیب میں، میں نے سب سے زیادہ مولانا محمد نافع صاحب، اور نذیر احمد صاحب سے استفادہ کیا ہے“ ملاحظہ ہو الجامعہ ماہ مئی ۱۹۶۹ء صفحہ ۴۸، ۴۹، ۵۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

جامعہ محمدی کی نظامت کی طرف سے ایک سال کے لئے ایک مدرس کی ماہوار تنخواہ کی پیشکش کی گئی ہے، خدا کرے آپ کا یہ صدقہ جاریہ ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے۔"

(الجامعہ بابت ماہ اپریل ۱۹۶۹ء صفحہ ۴۶)

تعزیتی قرارداد

"تنظیم اہل سنت والجماعت، نواں کوٹ لاہور کے اجلاس میں حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاریؒ خلیفہ حضرت لاہوریؒ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور ایک تعزیتی قرارداد بھی منظور کی گئی جس میں مولانا کی دینی خدمات کو سراہا گیا اور کہا گیا کہ قوم ایک عظیم دینی رہنما اور عالم باعمل سے محروم ہو گئی۔ آخر میں مولانا کے لئے دعائے مغفرت اور ان کے لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔"

(ہفت روزہ خدام الدین صفحہ ۱۸، ۳۰ مئی ۱۹۶۹ء ناظم نشر و اشاعت محمد نور احمد)

ہفت روزہ "خدام الدین" کا تعزیتی نوٹ بھی ملاحظہ ہو:۔

اک دیا اور بجھا: حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب سابق مدیر "الفاروق" بھی اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ کے محبوب خلفاء میں سے تھے۔ آپ ایک عرصہ تک مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ میں صدر مدرس رہے، اور آج کل مسجد فاروقِ اعظم سرگودھا کے خطیب اور اسی مسجد میں قائم مدرسہ کے مہتمم تھے۔ یہ مسجد حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کوششوں سے تعمیر ہوئی، انہی کی مساعی جمیلہ سے روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن تھی اور انہی کا صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب علم و فضل کا محبوب پیکر اور سادگی و تواضع کا نہایت ہی دلکش مجسمہ تھے۔ طبیعت اس قدر باغ و بہار تھی کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی باغ و بہار ہو جاتا تھا۔ سچ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر قلب کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی تھی، اور ان کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔ ~~

toobaa-elibrary.blogspot.com

ے بہت لگتا تھا جی صحبت میں ان کی وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔
افسوس یہ انجمن رخصت ہوگئی، اور اس چلتی پھرتی بزمِ علم و عمل سے اکتساب فیض کرنے والے حسرت و غم کا مجسمہ بنے اپنی حرماں نصیبی کا ماتم کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب کو اپنے نانا کی آغوش رحمت میں ضرور جگہ دی ہوگی اور وہ اپنے محبوب بزرگوں سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے دامن میں جنت کی ہوائیں کھا رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ شاہ صاحب کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب فرمائیں۔" (خدام الدین ص۱۶۹۳ ۴ اپریل ۱۹۶۹ء)

ماہنامہ بینات کراچی کے سرپرست علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ "بینات" بابت ماہ صفر ۱۳۸۹ھ کے اداریہ میں "موتُ العالِمِ موتُ العالَم" کے عنوان سے یوں لکھتے ہیں:۔

"۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ ۲۴ مارچ ۱۹۶۹ء کو یوم دوشنبہ مولانا سید احمد شاہ بخاری اجنالوی کا حادثۂ وفات پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ

مولانا مرحوم قرآن کریم کے حافظ تھے، معقولات میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب اور ان کے خلف الرشید مولانا ولی اللہ صاحب "انہی" والوں سے مہارت حاصل کی تھی، حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے عہد مشیخت میں دارالعلوم دیوبند سے فیض علوم نبوت حاصل کیا اور کلام و فلسفہ کی چند کتابیں حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی مرحوم اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع کاکاخیل سے بھی پڑھی تھیں، ۱۳۵۲ھ صفر میں دیوبند پہنچ چکے تھے، اور حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ کے جنازہ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی تھی نہایت ذکی تھے طبیعت میں تحقیق کا مادہ تھا، مزاج میں بہت سادہ تھے، تکلف سے بالاتر تھے، زندگی تدریس و تالیف میں خاموشی کے ساتھ گزاری، چار سال جامعہ محمدی (جھنگ) میں مدرس رہے۔ اور سترہ سال

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدرسہ "دار الہدیٰ" چوکیرہ (سرگودھا) میں تدریسی تبلیغی تالیفی زندگی گزاری،
"دار الہدیٰ" سے ردِ شیعیت میں ماہنامہ "الفاروق" جاری کیا، جو عرصہ ۷،۶ سال[1]
دشمنان اسلام کے حملوں کا تابڑتوڑ دفاع کرتا رہا، اور دلائل حقہ سے اہل تشیع کو مبہوت کردیا،
۱۳۸۶ھ سے سرگودھا شہر میں مسجد "فاروق اعظم" اور "دار العلوم فاروق اعظم" کی بنیاد
ڈالی ۔ مرحوم روافض و شیعیت کے ممتاز عالم تھے، مدح صحابہ میں نکتہ آفرین طبیعت
پائی تھی، "تحقیق فدک" ان کی محققانہ تالیف یادگار رہے گی۔
"بسط الیدین"، محمد سبطین شیعی عالم کی کتاب کی تردید میں مشغول تھے، افسوس کہ یہ کتاب
ناتمام رہ گئی، اور داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر داصل بحق ہو گئے ع
"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"
تریسٹھ سال عمر پائی اور آبائی مسکن "اجنالہ" میں مدفون ہوئے۔ افسوس کہ اس طرح
کے علماء جو سراپا اخلاص بن کر خاموشی کے ساتھ اونچی دینی و علمی خدمات انجام دیتے ہوں،
رخصت ہو رہے ہیں اور کوئی جانشین نہیں چھوڑتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،
اللھم اغفر لہ وارحمہ واکرم نزلہ بفضلك وکرمك یاارحم الراحمین، (ص ۱۲۹)

اخلاق وعادات

آپ نہایت متین، محقق اور سلیم الطبع انسان تھے، ماہر مدرس، عظیم خطیب، کامیاب مناظر اور بہترین خطیب تھے، علمی کمالات کے ساتھ
منکسر المزاج اور باغ وبہار شخصیت تھے۔ انداز بیان ہمیشہ سادہ اور عام فہم ہوتا تھا، باتوں باتوں
میں مسائل ذہن نشین کرادیتے آپ کی تقریر سن کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ سبق پڑھا رہے ہیں۔
مدیر "الجامعہ" نے ایک ہی پیراگراف میں آپ کے اخلاق بیان کردیئے ہیں "ایک ہمہ گیر شخصیت
جو فرد نہیں ایک انجمن تھے، بیک وقت محقق بھی تھے، مدرس بھی، واعظ بھی تھے، مناظر بھی،
مصنف بھی تھے ایڈیٹر بھی، قوم کے مصلح بھی تھے، عابد وزاہد بھی، صاحب اجازت مرشد
بھی تھے اور سالک طریق معرفت بھی، ان جملہ کمالات کے باوجود نہایت سادہ ہنس مکھ اور
انتہائی منکسر المزاج تھے"

---

[1] یہ ماہنامہ تین سال آٹھ ماہ دسمبر ۱۹۵۶ء سے جولائی ۱۹۵۹ء تک جاری رہا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا محمد ہارون صاحب مدظلہ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے خلفاء میں بارہویں نمبر پر آپ آتے ہیں۔

(مرد مومن ص۸۵)

تھریچانی سانگی ضلع سکھر سندھ میں رہتے ہیں، اپنے حالات بتانا گناہ سمجھتے ہیں میرے پہلے خط کا جواب درج ذیل ہے، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ محترم المکرم جناب حافظ فیوض الرحمٰن صاحب دامت برکاتکم! بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ جناب کا نوازش نامہ وصول ہوا اور آپ افکار بلند پرواز سے معلومات حاصل ہوئیں، اللہ جل شانہٗ تو فرماتے ہیں کہ اپنے نیکی کے کاموں کو مخفی رکھو، ان کی شہرت و اشاعت مت کرو۔ کسی کو کیا پتہ ہے کہ کونسی نیکی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے، اور کونسا بندہ بارگاہ ایزدی میں محبوب ہے، اب لوگوں نے نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے اپنی خلافت و دکانداری کا اب کیا دنیا کے اندر کسی خلیفۂ مجاز اور پیر مرشد کو واحد القہار کی طرف سے قیامت کی نجات اور چھٹکارے کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے؟ جو نہیں ملا ہے تو اپنی ثنا خوانی اور خود ثنائی کے میدان میں کیوں اتر جاتے ہیں، اور اپنے اعمال و اخلاق کو ننگا کر کے لوگوں کو دکھاتے ہیں۔

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے، واذکر ربك فی نفسك تضرعًا وخیفة ودون الجهر من القول، (اپنے رب کو اپنے جی ہی میں یاد کر تضرع کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے قول کو بلند کئے بغیر)

خاندانی حالات، محترمی! بہت اچھے ہیں مگر ہم خراب ہو گئے ہیں، تو اسی اصل پاکیزہ کی طرف نسبت کر کے ان کو کیوں بدنام کیا جائے، اللہ جل شانہٗ تو فرماتا ہے" ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ کہ تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بندہ نااہل کس طرح دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں فلاں بزرگ کا خلیفۂ مجاز ہوں اور دکانداری کے یہ نمونے ڈھنگ رکھتا ہوں، کل بروز قیامت سب پول ہمارے کھل جائینگے۔

بزرگان دین کی جو صحبت ومحبت میسر ہوئی ہے اس کا تو انکار نہیں ہے۔ مگر ہم بدنصیب ہیں۔ میرے محبوب مربی (حضرت لاہوریؒ) نور اللہ مرقدہٗ کی ذاتِ گرامی میں جو خوبیاں وخصائل وشمائل تھے بندہ نااہل میں تو ایک بھی نہیں ہے۔ بندہ نااہل کے اوپر جو مہربان تھے وہ حلقہ احباب سے مخفی نہیں ہے مگر کالے توے کے اوپر کتنی بھی روشنی ڈالی جائے وہ صاف بروشن نہیں ہو سکتا۔

جب تک بندہ دنیا میں ہے تب تک نفسانی شیطانی خطرات کی زد میں ہے، جب دنیا سے بندہ کا خاتمہ بالخیر ایمان سے ہو جائے تو پھر ہنسے اور خوش ہو کر نام نمائش کا پروپیگنڈا اشتہارات کے ذریعہ سے کرتا رہے۔ بندہ نااہل تو شب وروز روتا رہتا ہے، اپنے سیاہ اعمال کو دیکھ کر، کل بروز محشر وہ ستار العیوب ستر پوشی نہ فرمائے اور سید المرسلین رحمۃ للعالمین کی شفاعت نہ ہوئی تو میرا حشر اخسر الخاسرین میں ہوگا، ہر حال، ہر خیال میں نادم شرمسار رہتا ہوں رب العزت معاف فرمائے، کل بروز قیامت اپنے اکابر پیشواؤں کی شفقت ومحبت نصیب فرمائے آمین۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

حضرت مولانا گُل محمدؒ صاحب ایرانی

آپ ایران کے رہنے والے ہیں، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ کے خلیفۂ مجاز ہیں۔

"مردِ مومن" ص ۸۷ "حضرتؒ کے خلفاء" میں ۱۳ ویں نمبر پر آپ کا اسمِ گرامی موجود ہے۔

ایرانی ماحول میں مسلک اہل سنت والجماعت کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ شدید مخالفتوں کے باوجود آپ اپنے مسلک پر ڈٹے ہوئے ہیں۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا محمد حسنؒ صاحب مدظلہٗ

خانیوال، ضلع ملتان،

خاندان اور ولادت آپ کے والد جناب مولانا فقیر محمد صاحب بستی سیوہ متصل خانقاہ حضرت سلطان باہوؒ ضلع جھنگ میں سکونت پذیر تھے، وہاں سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند پہنچے اور انہی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد آپ کے والد صاحب بستی فاضل شاہ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے، پھر ممدال چلے گئے جہاں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے مریدین کا ایک وسیع حلقہ تھا، مولانا موصوف کے ہاں، پہلے یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں، ان کی خواہش تھی کہ اگر اولادِ نرینہ پیدا ہو جائے تو اُسے بخاری شریف یاد کراؤں گا۔ آپ کی دادی صاحبہ نے آپ کی ولادت سے قبل خواب دیکھا کہ ان کے گھر میں دو لعل پیدا ہوئے ہیں، اس خواب کے بعد ۱۹۲۲ء میں مولانا فقیر محمد صاحب کے گھر دو لڑکے پیدا ہوئے۔ محمد حسن اور نور الحسن۔ موخرالذکر آج کل کبیر والا میں خطابت کر رہے ہیں۔

ابتدائی تعلیم ۵ سال کی عمر میں آپ نے مولانا احمد بخش صاحب ہیڈ ماسٹر بستی "ہسو بلیل" ضلع جھنگ سے ابتدائی تعلیم شروع کی قرآن مجید کی چند سورتیں اور پند نامہ فارسی کی ابتداء اپنے دادا صاحب سے کی۔ اسی اثناء میں آپ کے والد صاحب انتقال فرما گئے، آٹھ سال کی عمر میں دادا صاحب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا،

toobaa-elibrary.blogspot.com

پرائمری کی تعلیم حاصل کر چکے تھے کہ باپ اور دادا کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، دو تین سال تک تعلیم کا سلسلہ منقطع رہا، لوگوں کے طعنوں نے آپ کو دوبارہ تعلیم کی لائن پہ ڈال دیا، پہلے بستی فاضل شاہ میں پھر مولانا غلام رسول صاحب مقیم غوث پور کے ہاں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ اسی دوران ایک مرتبہ حضرت لاہوریؒ ممدال تشریف لائے تو آپ کے استاذ نے آپ کو حضرت لاہوریؒ سے بیعت کرا دیا۔

اعلیٰ تعلیم

۱۹۴۱ء میں آپ نے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مدرسہ امینیہ دہلی کا رخ کیا اور ۱۹۴۲ء میں دورہ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ اس کے فوراً بعد حضرت لاہوریؒ سے تفسیر قرآن کا درس لیا۔ حضرت لاہوریؒ آپ پر بہت شفقت فرماتے، حضرت کے حجرے کی چابیاں اکثر آپ کے پاس ہوتی تھیں۔ حضرتؒ نے آپ کو ادب، اطاعت اور عقیدت سے رہنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ نے اس نصیحت کو ہمیشہ ملحوظِ نظر رکھا۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت لاہوریؒ کے حجرے کو صاف کرنے کے لئے آپ کو کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے سر سے پگڑی اتار کر اس سے جھاڑو کا کام لیا، پھر اس میں کوڑا ڈال کر باہر پھینک دیا۔ حضرتؒ کو اس بات کا علم ہوا تو بہت خوش ہوئے اور ایک واقعہ سنایا کہ "کسی بزرگ کے ایک شاگرد نے ایسی ہی ضرورت کے موقعہ پر اپنی پگڑی جلا کر چائے پکائی تھی جس سے وہ بزرگ ان سے بہت خوش ہوئے۔ اور اس شاگرد کو روحانی نعمتوں سے وافر حصہ ملا۔"

حضرت لاہوریؒ سے تفسیر پڑھ کر جب فارغ ہوئے تو حضرت نے آپ سمیت اپنے چند شاگردوں کو نصیحت فرمائی کہ "لوگ مسخرات کی طرف دوڑتے ہیں یا فنون کی طرف رجوع کرتے ہیں، تمہارے لئے قرآن کریم کا پڑھنا پڑھانا مسخرات ہیں۔"

کسی نے آپ کو علمِ طب کی طرف متوجہ کیا، جب آپ نے حضرت لاہوریؒ سے مشورہ لیا تو انہوں نے جواب میں حضرت سعدیؒ کے یہ اشعار سنائے۔ ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب　　گبر و ترسا وظیفہ خور داری

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوستاں را کجا کُنی محروم　　　　تو کہ با دشمناں نظر داری

اور فرمایا کہ "بہتر یہی ہے کہ قرآن و حدیث پڑھاؤ بہ نسبت اس کے کہ لوگوں کا بول و براز ٹیسٹ کرو۔"

فراغت کے بعد حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا اور فرمایا کہ "ابھی آپ حضرات نے عربی، فارسی میں مہارت حاصل کی ہے، صحیح معنوں میں عالم اس وقت بنو گے جب اس پر عمل ہو گا۔"

اس دوران آپ حضرت لاہوری کے سب سے بڑے فرزند حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحبؒ کے ساتھ کتابوں کا تکرار کیا کرتے تھے مگر آپ کی صحت خراب ہونے لگی، حضرت لاہوریؒ کے مشورہ سے آپ اپنے آبائی وطن واپس چلے گئے۔

تدریسی خدمات

آپ نے جھنڈیل نیازی والا میں تدریسی کام کا آغاز کیا۔ اس عرصہ میں ہر جمعرات کو احمد پور سیال میں جا کر درسِ قرآن دیتے رہے۔ وہاں آپ کی تحریک پر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی جس میں حضرت لاہوریؒ کے ایک شاگرد مولوی احمد حسن شاہ صاحب کو مدرس مقرر کیا گیا جو آجتک وہاں پڑھا رہے ہیں۔

کچھ عرصہ گڑھ مہاراجہ ضلع جھنگ میں کام کیا، وہاں شیعوں کا بہت زور تھا۔ وہاں بھی آپ کی کوشش سے ایک مدرسہ بن گیا تبلیغی سرگرمیاں شروع کی گئیں جو بہت کامیاب ہوئیں۔

حضرت لاہوریؒ کی چند کرامات

حضرت لاہوریؒ کے ہاں قیام کے دوران آپکو اپنی کسی غلطی پر سخت ندامت ہوئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ "گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اگر جذبات صحیح ہوں اور کوئی لغزش ہو جائے تو اللہ والوں کی صحبت میں آنے کی وجہ سے دُھل جاتی ہے۔"

ایک دفعہ حضرتؒ تیمم کر رہے تھے کہ آپ کے دل میں خیال آیا کہ حضرت تساہل فرما رہے ہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ "محمد حسن! مریض کے لئے تیمم جائز ہے۔"

ایک مرتبہ حضرت درس دے رہے تھے کہ آپ کو خیال آیا کہ میں خرچہ کے معاملے میں حضرت پر بار بنا ہوا ہوں تو حضرتؒ نے درس کے دوران میں فرمایا کہ "طالبِ صادق ہو اور مُرشد

toobaa-elibrary.blogspot.com

کامل ہو تو مرشد نہیں گھبراتا، کچھ ملا تو مل کر کھائیں گے ورنہ فاقہ کریں گے۔"

خانیوال میں ۱۹۴۶ء میں آپ خانیوال کی کہنہ مسجد میں تشریف لائے، اب تک خطابت اور تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

خلافت ۱۹۴۸ء میں حضرت لاہوریؒ نے آپ کو اور آپ کے پھوپھی زاد بھائی مولانا دوست محمد صاحب کو خلافت دی خلافت دیتے وقت نصیحت فرمائی کہ "اللہ کے ذکر کی تلقین کرو، اور دین کی خدمت کرتے رہو۔"

خانیوال میں فرقہ واریت کو ہوا دی گئی، آپ کے راستے میں روڑے اٹکائے گئے، شہر بدر کئے گئے۔ کفر کا فتویٰ بھی صادر کیا گیا مگر آپ نے نہایت استقامت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، بالآخر آپ کی کوششیں بار آور ہوئیں، خانیوال کے ایک سو سے زائد حضرات نے قرآن کا ترجمہ و تفسیر آپ سے پڑھ کر مکمل کی، ناظرہ قرآن پڑھنے والوں کا تو کوئی شمار نہیں۔

آپ حضرت لاہوریؒ کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "علماء کو مشاہرہ متعین نہیں کرنا چاہیئے بلکہ از خود جو خدمت کریں وہ قبول کر لینی چاہیئے۔"

شروع میں آپ کو بیس روپے ملتے تھے جس میں سے دس روپے جمعیتہ علمائے اسلام کو چندہ میں دے دیتے تھے۔ پھر تیس روپے ملنے لگے، اور اب ساٹھ مل رہے ہیں اور آپ اسی پر صابر و شاکر ہیں، تنخواہ میں اضافے کا کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا۔

آپ کی سرپرستی میں کئی دینی مدارس نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں، خانیوال میں جدید و قدیم دونوں کا جامع "مدرسۃ احسن المدارس" آپ ہی کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔

حج: ۱۹۶۰ء میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کی سعادت بخشی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا عبدُ اللطیف صاحب مدظلہٗ

خطیب جامع مسجد گنبد والی، جہلم

ولادت اور خاندان آپ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۲۰ء مطابق ۲۲ بھادوں ۱۹۷۷ء بکرمی موضع کھینگرہ ممدال کلاں، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی میں مولانا حافظ محمد شادمان خان کے گھر پیدا ہوئے آپ کے بزرگ زمینداری کرتے تھے، آپ کے دادا۔ امیر باز خان اور نانا میاں یٰسین اپنے ہاتھوں سے زمینداری کرتے تھے۔ آپ کے تایا محمد کاظم خان اور والد محمد شادمان خاں ابھی چھوٹے ہی تھے کہ دادا صاحب انتقال کر گئے۔ آپ کے تایا محمد کاظم صاحب ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد زمینداری کی طرف متوجہ ہوئے، اور آپ کے والد صاحب نے حفظِ قرآن کے بعد دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ اور پھر انہوں نے اپنی تمام اولاد کی دینی تربیت کی اور دینی علوم پڑھائے۔ آپ کے پانچ بھائی اور دو بہنیں ہیں، بھائیوں میں مولانا عبدالحلیم صاحب دینی مدرسہ کے فارغ ہیں اور اس وقت مدینہ یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم ہیں، حافظ خالد محمود صاحب نے حفظ قرآن کے ساتھ کتب درسیہ پڑھیں اور بعد میں اپنے طور پر ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا، حکیم مختار احمد الحسینی نے فاضل فارسی کے بعد طبیہ کالج لاہور سے سند فراغت حاصل کی، انہوں نے بھی والد صاحب سے دینی تعلیم حاصل کی، مولوی عبدالغفور صاحب اور مولوی عبدالحمید صاحب نے بھی دینی کتب پڑھی ہیں۔ دونوں بہنوں نے بھی ضروری علمِ دین حاصل کیا۔ آپ راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو عہد مغلیہ میں مشرف بہ اسلام ہوا۔

ابتدائی تعلیم: آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور سکول کی تعلیم ٹدل

toobaa-elibrary.blogspot.com

سکول میں، حفظِ قرآن، کنز الدقائق، نور الانوار، شرح جامی، شرح تہذیب تک کی کتب اپنے والد صاحب سے پڑھیں، عمر کے سولہویں سال ۱۳۵۴ھ میں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں داخلہ لیا اور تین سال یہاں رہ کر مختلف علوم و فنون کی کتابیں مولانا حافظ مہر محمد صاحب سے پڑھیں۔

شوال ۱۳۵۷ھ میں آپ نے مدرسہ عربیہ مسجد آرائیاں گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور یہاں توضیح تلویح، متنبی، ہدایہ اولین، آخرین وغیرہ کتب پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم

۱۴ شوال ۱۳۵۸ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ آپ کا داخلہ ۳۱۳ تھا جو اصحاب بدر ؓ کا عدد ہے۔ امتحان داخلہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ نے لیا تھا، آپ کو دورہ حدیث میں شرکت کی اجازت مل گئی۔ اس سال حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بھائی مولانا سید محمد صدیق صاحب کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا تھا، حضرت مدنیؒ کو وہاں جانا پڑ گیا، ان کی عدم موجودگی میں ان کے اسباق مولانا اعزاز علی صاحبؒ پڑھاتے رہے۔ حج سے واپسی کے بعد حضرت مدنیؒ نے بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف شمائل ترمذی کی تکمیل خود فرمائی، آپ کے حدیث کے دوسرے اساتذہ میں مولانا ریاض الدین صاحب حضرت مولانا اصغر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ (حال دارالعلوم کراچی) اور حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ (حال جامعہ اشرفیہ، لاہور) خاص طور پر قابل ذکر ہیں شعبان ۱۳۵۹ھ میں آپ نے دورۂ حدیث کا امتحان دیا، اور امتحان میں کامیابی پر ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ کو دارالعلوم دیوبند سے بذریعہ ڈاک سند الفراغ موصول ہوئی۔ سند کا نمبر ۲۸۱۱ ہے۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد آپ نے ایک سال گھر پہ قیام کیا، اس اثناء میں خوب مطالعہ کرتے رہے۔

۱۹۴۲ء میں قصبہ لکرالی ضلع گجرات میں بسلسلہ درس، امامت و خطابت ۱½ سال تک قیام رہا۔ اسی دوران حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ایک جلسہ میں شرکت کے لئے گجرات تشریف لائے تو مولانا شیخ محمد عبداللہ صاحب ملکوی تلمیذ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی وساطت سے آپ حضرت مدنیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اہل سوہاوہ ضلع جہلم،

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو جب آپ کا پتہ چلا تو آپ کو گکرالی ضلع گجرات سے اپنے ہاں بطور امام و خطیب لے آئے۔ ڈیڑھ سال تک یہاں بھی درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا کام کیا، پھر ۸، ۹ ماہ تک مدرسہ اشاعت العلوم ڈنگہ ضلع گجرات کے تبلیغی شعبہ میں کام کیا۔ پھر جامع مسجد گنبد والی جہلم میں امام و خطیب مقرر ہوئے، یہاں امامت و خطابت کے ساتھ درس نظامی کی تدریس بھی کرتے رہے پھر باقاعدہ مدرسہ حنفیہ تعلیم الاسلام کی بنیاد رکھی گئی جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے خوب چل رہا ہے۔ بعد ازاں مسجد سے باہر ایک قطعہ زمین خرید کر وہیں مدرسہ اور مسجد کا سنگِ بنیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عبد اللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم کے دستِ مبارک سے رکھوایا۔ مسجد کا نام مکی اور محلہ کا نام مدنی رکھا گیا ہے۔

روحانی مسلک حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ مدرسہ کے جلسہ میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور عصر کی نماز محلہ خواجگان کی چھوٹی سی مسجد میں ادا کی، وہیں کچھ حضرات ان سے بیعت ہوئے تو آپ نے بھی بیعت ہونے کی درخواست کی، اس پر حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ "میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کو بیعت نہیں کرتا، البتہ سبق سیکھ لیا کرو۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ تم حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں سے ہی قیامت کو اٹھو" چنانچہ آپ نے روحانی اسباق لینے شروع کر دیئے اور حضرت لاہوریؒ ہی نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

تحریک ختم نبوت تحریک ختم نبوت میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ جمعیت علمائے اسلام ضلع جہلم کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

اخلاق و کردار سادگی آپ کی خاندانی روایت ہے۔ آپ نڈر اور بے باک عالم باعمل ہیں، دل سے وعظ کہتے ہیں، اور وہ دل پہ لگتا ہے، بیرون ملک بھی دین کی تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ بزرگوں کی یادگار ہیں، اخلاق و کردار میں سنت الرسول کے تبع ہیں۔ طبیعت میں انکساری ہے، راقم کی طرف لکھتے ہیں کہ "اس ناا ہل کو زیادہ بڑھائیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

چڑھا ئیں نہیں باعث رسوائی ہوگا۔ بس تائید ایزدی اور بزرگوں کی نظر شفقت سے ہوا جو ہوا اور آئندہ بھی رحمتِ خداوندی کا ہمہ وقت محتاج ہوں۔"

وعظ و تبلیغ کے ساتھ آپ کی چند تصانیف بھی نظر سے گزری ہیں۔

تصنیفی خدمات (۱) مسئلۃ المزامیر، (۲) انگریزی نبی (۳) پاکستان کا غدار، (۴) اعجاز الحق (۵) مسئلہ میراث (۶) شادی کی رسوم (۷) مرنے کی رسمیں اور عقائد علمائے دیوبند (المہند علی المفند) آپ کی نگرانی میں دوسری بار شائع ہوئی۔

اولاد آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، سب کو آپ نے دین پر لگایا، دونوں لڑکے حافظ ہیں، بڑے حافظ خبیب احمد صاحب نے مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں حضرت مولانا سرفراز صفدر سے دورہ حدیث پڑھا ہے اور ان کے داماد بھی ہیں۔ میاں بیوی دونوں حافظ اور عالم ہیں، دوسرے صہیب احمد ہیں، حفظ قرآن کے بعد درسِ نظامی کی کتابیں پڑھ رہے ہیں۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا حافظ غلام رسول صاحب

ولادت آپ ۱۳۳۶ھ کے لگ بھگ ڈرہ (بیٹ) ڈیرہ اسماعیل خاں میں ۲۷ رمضان المبارک کو صوفی ملک اللہ داد صاحب ابن عمر ابن محمود ابن حسن ابن حسین کے گھر پیدا ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہیں، لیکن اپنے علاقہ میں "بھیے" قوم سے مشہور ہیں۔ اصلاً آپ "ناہرہ" کے رہنے والے ہیں، آپ کے والدین بوجہ قحط سالی دریائے سندھ کے درمیان میں ایک جزیرہ "ڈرہ" نامی میں آباد ہو گئے جسے ڈیرہ کی بولی میں "بیٹ" کہتے ہیں، وہیں آپ کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم ناظرہ قرآن اور آٹھ پارے (حفظ) اپنے حقیقی بھائی حافظ قاری غلام محمد صاحب سے پڑھے، تکمیل اپنے بھائی صاحب کے استاد جناب حافظ "گاموں" آف کھروائی (ڈیرہ) سے کی جو نسبتِ نقشبندیہ میں اپنے زمانے کے قطب تھے۔ علمِ قراءت کی تحصیل سید غلام ہادی شاہ صاحب آف توران (ڈیرہ) سے کی۔

امرتسر میں پھر آپ غلام ہادی شاہ کے چھوٹے بھائی غلام محمد شاہ (مرحوم) کے ساتھ امرتسر چلے گئے، وہاں جمعیۃ علماء ہند کے ساتھ مل کر کام کیا غلام محمد شاہ صاحب حضرت مدنی کے تلامذہ میں سے تھے تقسیم ملک میں شہید ہوئے۔ آپ واپس پاکستان آگئے۔ یہاں آکر آپ نے پہلے جامعہ محمدیہ ضلع جھنگ میں اور پھر جامعہ عربیہ چنیوٹ میں کچھ عرصہ داخل ہو کر پڑھا یہیں استسقاء کی بیماری لاحق ہوئی اور ایک حکیم صاحب کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔ پھر آپ ڈیرہ اسماعیل خاں شہر میں مسجد حجاماں والی میں خدمات انجام دینے لگے۔ پہلے سلسلہ نقشبندیہ میں منسلک تھے پھر حضرت لاہوریؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور انہی سے اسباق کی تکمیل کے بعد سلسلہ قادریہ میں مجاز ہوئے۔ اب اس سلسلہ کو چلا رہے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جناب قاری عبدالکریم صاحب ترکستانی مدظلہ

آپ کے بارے میں حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ نے درج ذیل معلومات فراہم کیں۔

"آپ روسی ترکستان "سنکیانگ" کے علاقہ کے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، ایمان بچانے کے لئے حجاز چلے گئے، اکثر کتابیں مکہ مکرمہ میں پڑھیں[1]۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ کیا، اسی تعلق پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر پڑھی۔ علم قراءت کی تحصیل حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب سے کی۔ مزنگ لاہور میں خطیب رہ چکے ہیں۔ کراچی میں خدام الدین کی برانچ میں کافی عرصہ کام کرتے رہے، پانچ سات سال ہوئے کہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، اب بھی وہاں پڑھا رہے ہیں۔ تبلیغی جماعت والوں سے بھی رابطہ ہے۔ اس وقت عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔"

"مردِ مومن" میں ص۸۷ "حضرت کے خلفاء" میں ۷۱ ویں نمبر پر آپ کا نام نامی موجود ہے۔

---

[1] مکہ مکرمہ میں روٹیاں بیچ بیچ کر علم کی تحصیل کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا عبد المجید صاحب مدظلہ

خاندان اور ولادت آپ علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد صاحب کا نام عبدالواحد اور دادا صاحب کا نام عبدالمقتدر تھا جو پانی پت کرنال کے مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے، انہی سے آپ کے والد صاحب نے بھی علم حاصل کیا، اور پھر چک ۱۴۹ صادق آباد میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے، ۱۳۹۸ھ ماہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ۲۶ رمضان کو بوقت آٹھ بجے صبح بعمر ستر سال انتقال کیا اور ۲۷ ویں شب کو صادق آباد کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

آپ فروری ۱۹۲۸ء میں چک ۲ تحصیل پتوکی ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کا وطن موضع آگی ضلع جالندھر ہے، بعد میں آپ کے بزرگ موضع وڑائچ ضلع امرتسر میں مقیم ہو گئے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ فقیر والی ضلع بہاولنگر سے حاصل کی، اور کچھ مولانا عطاء اللہ صاحب جو دہلی کے فارغ اور چک ۶/ا ر میں مقیم تھے۔

اعلیٰ تعلیم اعلیٰ تعلیم بھی انہی حضرات سے حاصل کی، آپ کے اساتذہ میں سے ایک آپ کے والد صاحب بھی ہیں۔ آپ نے کسی مدرسہ سے سند حاصل نہیں کی اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۹۵۲ء میں آپ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ سے بیعت

بیعت

ہوئے، بیعت ہونے کی وجہ خود بیان کرتے ہیں کہ "احقر نے اہلحدیث اور حنفی مسلک کی کتابوں کا مکمل مطالعہ کیا لیکن کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ مسلک کون سا اختیار کروں، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے استخارہ کیا، اسی دوران میں نے خواب دیکھا کہ ایک سفید ریش، کھدر کے سفید کپڑوں میں ملبوس، سر پر سفید عمامہ، سفید رنگ، درمیانہ قد کے ایک اللہ والے سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور فرمایا کہ "مسلک اہلسنت والجماعت حنفی اختیار کرو۔" اس وقت میں بورے والا گگو اسٹیشن کے قریب چک ۶۵ میں امامت کے سلسلہ میں مقیم تھا، وہاں کے ایک قاری صاحب سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا بزرگ اس وقت حیات ہے۔ تو انہوں نے مجھے حضرت لاہوریؒ کے متعلق کہا اور میں نے لاہور جاکر ...... جب دیکھا تو پہچان لیا اور دل کو مکمل اعتماد ہوگیا اور دیکھتے ہی یقین آگیا کہ خواب میں ملنے والے بزرگ یہی تھے، میں نے بیعت ہونے کی درخواست کی حضرت نے فرمایا "پہلے استخارہ کرو پھر بیعت ہونا" میں نے اپنے خواب والا مکمل حال عرض کردیا، یہ سُنکر حضرت نے بیعت فرمالیا اور ذکر و اذکار تعلیم فرمائے، اس کے بعد میں ضلع رحیم یار خان تحصیل صادق آباد میں اپنے والدین کے پاس آگیا"

۱۹۵۸ء میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت سے نوازا،

خلافت

اس وقت آپ چک ۱۹۵، صادق آباد میں تھے۔

۳۰ نومبر ۱۹۵۸ء کو حضرت لاہوریؒ نے آپ کو درج ذیل خط لکھا،

حضرت کا خط

"عزیز محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

تمام اذکار روزانہ باقاعدہ کریں تاکید شدید ہے، اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا نام پوچھے تو بتادیا کریں۔ سردست رحیم یار خان آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے، غالباً مارچ کے مہینہ میں آؤں گا۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہ"

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت کی کرامت

آپ حضرت لاہوریؒ کی سال ۱۹۵۹ء کی ایک کرامت بیان فرماتے ہیں کہ "اس سال ہمارے چک سے چند حضرات حج کے لئے تشریف لے گئے، میں نے ان سے کہا کہ میرے لئے ایک گھڑی لے آئیں، واپسی پر آہستہ آہستہ آپ کو رقم ادا کر دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ اگر رقم فی الحال دیدیں تو ممکن ورنہ مشکل ہے۔ حج کے بعد مجھے کسی نے بتایا کہ اس سال حضرت لاہوریؒ بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے، میں نے حضرت کی خدمت میں لاہور حاضری دی تو حضرتؒ نے علیحدہ کر کے فرمایا "بیٹا آپ کو گھڑی کی ضرورت تھی، ہم آپ کے لئے گھڑی لے آئے ہیں، میں حضرتؒ کے اتنے بلند کشف پر حیران ہوا اور اس کرم فرمائی پر شکر گذار ہوا، وہ جیبی گھڑی اب بھی میرے پاس ہے۔"

دعوت و ارشاد

۱۹۶۲ء سے آپ شہر رحیم یار خاں میں مقیم ہیں اور رحمت کالونی میں ہر روز بعد از نماز فجر درس قرآن اور بعد از نماز عشاء درس حدیث دیتے ہیں، جمعہ کا خطبہ بھی یہیں دیتے ہیں۔ نیز گرد و نواح کی بستیوں میں تبلیغی خدمات بھی انجام دیتے ہیں۔ یہ خدمات فی سبیل اللہ انجام دے رہے ہیں اور کوئی مقررہ تنخواہ نہیں ہے۔ آپ کے مریدوں کا حلقہ کافی وسیع ہے، تین حضرات کو بیعت کی اجازت بھی دے چکے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

۱۔ مولوی نذیر احمد صاحب جو سٹرل پاور ہاؤس سکھر کی مسجد میں خطیب اور مدرسہ اشرفیہ میں مدرس ہیں۔ (۲) صوفی محمد اقبال صاحب سٹینو محکمہ انہار سکھر، (۳) اور حافظ عبدالوحید صاحب ایف۔ اے سی ٹی مقیم لاہور۔

اولاد

۱۹۶۰ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ اولاد کے نام یہ ہیں:۔ عبدالقادر، ...... اُمتہ الرقیب، محمد راشد، عبدالماجد اور عبدالواحد یہ بچے مدرسہ ۶ بمبہ میں زیر تعلیم ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا سید امین الحق صاحب مدظلہ

صوبائی خطیب، محکمہ اوقاف پنجاب

خاندان آپ صوبہ سرحد کے معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد صاحب مرحوم اگرچہ کسی درسگاہ کے فارغ نہ تھے تاہم فقہ اور علم میراث سے واقف تھے۔ کثرت سے تلاوت قرآن کیا کرتے تھے، انہی کی توجہ اور محنت سے ان کے چار چھوٹے بھائی اور آپ کے اعمام[1] بڑے بڑے عالم و فاضل ہوئے۔

---

[1] آپ کے چار چچا تھے، مولانا محمد اسماعیل صاحب (متوفی ۱۹۴۹ء) مولانا محمد اسرائیل صاحب، مولانا عبدالجمیل صاحب اور مولانا عبدالجلیل صاحب، مولانا محمد اسماعیل صاحب حاجی بھی تھے۔ بڑے ذہین اور محنتی تھے، عمر تدریس میں گزاری، آخری عمر تک صبح سے لیکر شام تک تمام فنون کی کتابیں پڑھاتے رہے، دیانت، تقویٰ اور توکل علی اللہ میں معروف و مسلم تھے۔
مولانا محمد اسرائیل صاحب علم معانی و تفسیر میں مجتہدانہ ذوق کے مالک تھے، جذبہ جہاد سے سرشار تھے، اسی جذبہ کے تحت افغانستان ہجرت کی اور علاقہ وزیری میں اقامت پذیر ہوئے۔ طلبہ کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع رہتا، ہر سال دو تین ماہ اوراد و وظائف کیلئے کسی پہاڑی کے دامن میں مخصوص کر لیتے تھے، حضرت مولانا نجم الدین صاحب المعروف بہ "اڈہ صاحب" سے نسبت رکھتے تھے۔ افغانستان کے جید علماء بھی آپ کی علمی ثقاہت اور تقویٰ کے معترف تھے۔ حکومت افغانستان کی اہم علمی مجالس میں آپ کو ثالث مقرر کیا جاتا، حق گو، نڈر اور بیباک عالم تھے، اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اسماعیل صاحب کے ہمراہ خیبر کے جہاد میں انگریزوں کے مقابلہ پر آئے، بالآخر افغانستان میں شہید ہوئے وہیں وزیری قوم میں ایک باغیچہ میں مدفون ہیں،

toobaa-elibrary.blogspot.com

ولادت آپ ۱۹۰۴ء میں ضلع مردان کے مشہور قصبہ "طورو" میں پیدا ہوئے سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، شجرۂ نسب کی چند کڑیاں ملاحظہ ہوں

"امین الحق ابن محمد اسحاق ابن حافظ محمد حفیظ اللہ ابن معظم شاہ ابن سید محمد ابن ولی محمد غزنوی ابن محمد یوسف ابن محمد یونس برادر سید محمود ابن محمد درویش ابن نور الدین ابن حسام الدین ابن نور الدین ابن ولی الدین فاضل ابن امیر شیخ ولی الدین، ابن شیخ زین الدین حمزوی ابن شیخ شرف الدین ابن شیخ شمس الدین سید السادات ابن شیخ نور الدین شہر شیق ابن شیخ محمد ضحاک ابن شیخ عبد العزیز خیالی سجادی ابن شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ؒ۔"

ابتدائی تعلیم پہلے آپ نے اپنے چھوٹے چچا مولوی حافظ عبد الجلیل صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا، پھر انہی سے شرح جامی، سراجی اور میبذی وغیرہ کتب پڑھیں، باقی کتابیں دوسرے دو چچاؤں مولانا عبد الجمیل صاحب و مولانا محمد اسماعیل صاحبان سے پڑھیں، بچپن میں اپنے والدین اور اعمام کے زیر تربیت رہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) آپ کے میرے چچا مولانا حافظ عبد الجمیل صاحب تھے، جید اور متبحر عالم تھے۔ ہندوستان کے مشاہیر علماء سے استفادہ کیا، مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کے پاس زیادہ ایام گزارے۔ ریاست جوناگڑھ، ویلور علاقہ مدراس، فتحپوری دہلی میں صدر مدرس رہے، آپ (مولانا امین الحق صاحب) کے قول کے مطابق علامہ انور شاہ صاحب کشمیری ؒ نے فتحپوری میں ان سے امور عامہ اور علم کلام کے اسباق پڑھے۔ آخری عمر میں والی سوات کی خواہش پر سیدو شریف میں بطور مشیر اور استاذ رہے، اور اس علاقہ کے علماء کے درمیان نزاعی مسائل کا فیصلہ کرتے تھے۔ ان کا اکثر حصہ تلاوت کلام پاک کرتے تھے، اپنے گاؤں میں قیام کے دوران صبح کی نماز سے دوپہر تک تدریس کیا کرتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں انتقال ہوا۔ اپنے بڑے بھائی مولانا محمد اسماعیل صاحب کے پاس اپنے آبائی قبرستان موضع "خادُ" میں مدفون ہیں۔

اور آپ کے سب سے چھوٹے چچا مولانا حافظ عبد الجلیل صاحب تھے، یہ بھی مدرس عالم تھے۔ عمر بھر تدریس کرتے رہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعلیٰ تعلیم

سنہ ۱۳۳۶ھ میں آپ نے اعلیٰ تعلیم کے لئے دار العلوم دیوبند میں داخلہ موقوف علیہ کی تکمیل کے بعد سنہ ۱۳۴۷ھ میں علامہ محمد انور شاہ صاحب سے دورہ حدیث پڑھا۔ آپ کے دوسرے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد رسول خان صاحب ہزارویؒ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ، مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن اور علامہ شبیر احمد عثمانی شامل ہیں۔

تدریسی و تبلیغی خدمات

اپنے استاذ حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ارشاد پر دار العلوم جامع میرٹھ مدرسہ مولانا مبارک حسین صاحب میں تقریباً ۹ ماہ تک تدریس کی، پھر گھر واپس آ گئے، یہیں آپ کو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کی طرف سے فتنۂ ارتداد۔ شرزند کے مقابلہ کے لئے دار العلوم دیوبند میں طلب فرمایا، آپ تشریف لے گئے۔ آپ کا صدر دفتر آگرہ مقرر ہوا اور امیر مولانا میرک شاہ صاحب۔ ان کی سرپرستی میں آپ نے اچھیزہ نواحی آگرہ، کونڈرہ نواحی ریاست اور اگرھ ضلع بھن پوری اور متھرا تحصیل پلول اور ضلع اٹیا وغیرہ مقامات پر آپ نے شاندار تبلیغی خدمات انجام دیں۔

پھر مولانا بدر عالم صاحب کے بڑے بھائی مولانا حامد صاحب کے اصرار پر سعد آباد ضلع متھرا میں ۴ سال تک آپ نے پہلے مدرس دوم اور پھر صدر مدرس کے عہدہ پر اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں، وہاں سے سنہ ۱۳۵۶ھ میں مستعفی ہو کر آپ گھر تشریف لے آئے اور چند ماہ کے بعد موضع حکیم آباد ضلع کجہ علاقہ جلال آباد (افغانستان) شادی کے لئے چلے گئے، آپ کی منگنی اپنے عم محترم مولانا محمد اسرائیل صاحب شہید کی بڑی دختر سے طے ہو چکی تھی اور وہ اسی مقام پر مقیم تھے، انقلاب افغانستان سے ذرا پہلے واپس وطن آ گئے۔

خطابت

سنہ ۱۹۲۹ء میں نوابزادہ سعید اللہ خاں صاحب مرحوم ڈپٹی شیخوپورہ کی خواہش پر شیخوپورہ میں تقریباً دو سال تک خطابت کے فرائض انجام دیئے۔

پھر اپنے عم زادوں کے ہاں جلال آباد کے علاقہ موضع حکیم آباد میں تین چار سال تک

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیام کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ چلتا رہا، صافی قوم نے علاقہ کنٹر میں بغاوت کی حکومت نے آپ کو تصفیہ کے لئے بھیجا، چار ماہ کے عرصۂ قیام میں آپ نے بیجا خونریزی اور سفاکی کے مناظر دیکھے اور ۱۹۴۵ء میں اپنے قصبہ طور و میں واپس آ گئے۔

شیخوپورہ کے احباب نے دوبارہ بلوا لیا، اس عرصہ میں خطابت کے ساتھ کچھ کچھ تدریس بھی کی۔

محکمہ اوقاف میں ۱۹۵۹ء میں جامع مسجد شیخوپورہ کو محکمہ اوقاف نے اپنی تحویل میں لے لیا اور آپ کو ضلع شیخوپورہ کا "ضلعی خطیب" مقرر کر دیا گیا، چند سال کے بعد "زونل خطیب" مقرر ہوئے اور پھر یکم دسمبر ۱۹۷۱ء سے آپ کو "صوبائی خطیب" کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا، اب بھی اسی عہدہ پر فائز ہیں۔

صوفیانہ مسلک ۱۹۵۸ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، روحانی اسباق کی تکمیل کے بعد ۱۹۶۱ء میں حضرت لاہوریؒ نے آپ کو "خلافت" عطا فرمائی۔

سیاسی مسلک خود لکھتے ہیں کہ "جمعیت علماء اسلام کے بزرگوں سے ہمیشہ تعلق رہا، اور ان کی رہنمائی میں حسب استطاعت قومی وملی خدمات انجام دیتا رہا ہوں۔

تصنیفی خدمات ماہنامہ "الحق"، بینات میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب اور استشراق کے خلاف آپ کے وقیع مقالات شائع ہوئے ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں اب بھی مضامین شائع ہوتے ہیں، اسی ہفت روزہ میں امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جو کچھ خطیب بغدادی نے لکھا ہے اس پر آپ نے عالمانہ تنقید کی جو بالاقساط شائع ہوتی رہی۔

فتنہ پرویزیت کے خلاف — حجیت حدیث کے موضوع پر بصائر السنۃ نامی کتاب دو جلدوں میں لکھی جو ۷۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔

نتائج التقلید کے رد اور امام ابو حنیفہؒ کی حمایت میں السہم الحدید

toobaa-elibrary.blogspot.com

فی نحر العنید شائع کی۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کی کتاب کے رد میں تنبیہ الاغبیاء علی حیاۃ الانبیاء لکھی۔

اسلام کا معاشی نظام محکمہ اوقاف کی طرف سے شائع ہوئی۔

"زمینداری کا شرعی نظام" بھی شائع ہو چکی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ کئی ایک علمی مقالات پاکستان کے مختلف دینی مجلات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کی تصانیف کا رنگ تحقیقی ہوتا ہے اور دلائل بہت وزنی ہوتے ہیں۔

اولاد

آپ کے تین فرزند ہیں، سب سے بڑے سراج الحق صاحب ہیں جو کمپٹرولر آفس پشاور شہر میں سپرنٹنڈنٹ ہیں، دوسرے انعام الحق صاحب گھر پہ رہتے ہیں اور تیسرے سمیع الحق صاحب موضع بتی ضلع پشاور میں ضلعدار ہیں۔ آپ کے یہ فرزند حضرت مولانا محمد اسرائیل صاحب شہیدؒ کے نواسے اور مولوی محمد امین خوگیانی رئیس تمیز کابل کے بھانجے ہیں۔



toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ

ولادت اور خاندان آپ سنہ ۱۹۲۶ء کو چاہ حمزے والا، موضع کھوکھر علاقہ اسٹیشن محمود کوٹ، تحصیل کوٹ ادو، ضلع مظفر گڑھ میں ملک فضل احمد بن ملک نور محمد بن ملک محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کھوکھر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم مڈل کا امتحان محمود کوٹ (ضلع مظفر گڑھ) کے سکول سے پاس کیا۔ پھر ناظرہ قرآن کریم پڑھا اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ قرآن کریم اور فارسی کتب تحفہ نصائح تک میاں جی عبد العزیز صاحب ساکن بستی آدم سے، گلستان اور صرف مولانا عبد العزیز صاحب آف ماچھن سلطان ضلع مظفر گڑھ سے، فقہ، نحو اور منطق کی ابتدائی کتابیں مولانا حاجی اللہ دتہ صاحب کینجھر ضلع مظفر گڑھ سے شرح وقایہ، ترجمہ، اصول الشاشی، نور الانوار مولانا عبد القادر صاحبؒ مونڈکا ضلع مظفر گڑھ سے پڑھیں بقیہ موقوف علیہ کی تکمیل علامہ دوست محمد صاحب قریشی آف خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ سے کی۔

اعلیٰ تعلیم دورۂ حدیث کے لئے آپ نے خیر المدارس ملتان میں داخلہ لیا۔ بخاری شریف حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے، ترمذی اور مسلم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کیمل پوری سے، نسائی، ابن ماجہ و مؤطا حضرت مولانا عبد الشکور صاحبؒ کیمل پوری سے، اور طحاوی، ابو داؤد حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب ملتانی مدظلہ سے پڑھیں اور سنہ ۱۹۴۹ء میں سند فراغ حاصل کی۔ جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر حضرت مولانا سید سلیمان ندوی بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تشریف لائے تھے اور وہی مہمان خصوصی تھے انہی کے ہاتھوں آپ نے سند حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مسجد پونگراں کچہری روڈ ملتان میں حضرت مولانا خدابخش صاحب (خلیفہ مجاز حضرت مدنی) کے مشورہ سے امام و خطیب مقرر ہوئے۔ بچوں کو قرآن مجید کے ساتھ پرائیویٹ طور پر ابتدائی و درمیانی عربی کی کتابیں بھی زیر درس رہیں۔ صبح کی نماز کے بعد ہر روز درسِ قرآن بھی ہوتا تھا۔

تحریک ختم نبوت میں آپ نے خوب کام کیا، ایک سال قید بامشقت کی سزا دی گئی جو بعد میں اپیل کی وجہ سے چار ماہ میں تبدیل ہو گئی۔

شادی

۱۹۵۲ء میں آپ کی شادی حضرت مولانا خدابخش صاحب ملتانی کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔

مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ

۱۹۵۵ء میں مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ کی بنیاد اسی مسجد پونگراں میں رکھی گئی، کام چلتا دیکھ کر ضلع ملتان کے دو مخیر زمینداروں نے اڑھائی کنال کا ایک قیمتی قطعہ زمین عقب کچہری ملتان مدرسہ کے نام تملیک کر دیا۔ جس میں اب ایک خوبصورت مسجد، ۹ کمرے، ایک درسگاہ اور چار مکان ہیں۔ اس وقت ایک مدرس مسجد پونگراں میں اور پانچ عقب کچہری میں مصروف تدریس ہیں، اس میں آپ صرف، نحو، فقہ اور تجوید کی کتابیں پڑھاتے ہیں (آپ نے جمال القرآن حضرت قاری محمد شریف صاحب دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور سے اور فوائد مکیہ حضرت مولانا قاری حسن شاہ صاحب سے اس وقت پڑھی جب وہ حضرت لاہوریؒ سے ترجمہ و تفسیر پڑھ رہے تھے)۔

تبلیغی خدمات

تقریباً بیس سال سے آپ مرکزی تنظیم اہلسنت پاکستان کے تحت بغیر کسی اجرت کے تبلیغ کر رہے ہیں۔ تدریس، تبلیغ اور تذکیر بس یہی آپ کے مشاغل ہیں۔

روحانی مسلک

پہلے نقشبندیہ سلسلے کے ایک بزرگ حضرت حافظ کریم بخش صاحب ساکن بہاولپور گہلوان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد ۱۹۵۶ء میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے بیعت ہوئے، اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

روحانی اسباق کی تکمیل کی۔ ۱۹۵۸ء میں حضرت لاہوریؒ نے آپ کو خلافت دی۔
آپ اس سلسلہ کو خوب چلا رہے ہیں۔ آپ کا تحریر کردہ ایک چھوٹا سا رسالہ
"تجربات قادریہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

اخلاق و عادات

آپ خوش اخلاق اور حلیم الطبع بزرگ ہیں۔

اولاد

آپ کی اولاد میں پانچ لڑکے ہیں، بڑے محمد طارق حافظِ قرآن ہیں۔
ان کی عمر ۱۳ سال ہے۔ باقی تین حفظ کر رہے ہیں اور ایک چھوٹا ہے
ان کے بتدریج نام یہ ہیں۔ محمد شاہد، محمد زاہد، محمد طاہر اور محمد صادق۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ

مہتمم مدرسہ شاہ پور چاکر، ضلع سانگھڑ، سندھ

ولادت آپ ماہ رجب ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۲ء کو حاجی محمد ہاشم عباسی کے گھر قصبہ راضی کلہوڑو تحصیل کنڈیاری ضلع نواب شاہ میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم آپ کے والد صاحب نے آپ کو ۱۳۴۷ھ میں اپنے استاذ خلیفہ غلام حسین صاحب آف گوٹھ کنڈا شریف کے سپرد کر دیا، آپ نے قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ۱۳۵۴ھ میں پرائمری تعلیم مکمل کی۔

۱۳۵۴ھ میں آپ کے والد صاحب نے آپ کو مزید دینی تعلیم دلانے کے لئے مدرسہ مفتاح العلوم گوٹھ جام دونگر تعلقہ مورو ضلع نواب شاہ کے بزرگ عالم مولانا محمد کامل صاحب کے سپرد کر دیا۔ آپ نے اس مدرسہ میں ۱۳۶۴ھ تک برابر دس سال تعلیم حاصل کی، بعد میں مولانا محمد کامل صاحب نے مدینہ منورہ ہجرت کر لی، اب بھی وہیں ہیں۔

اعلیٰ تعلیم دورۂ حدیث آپ نے مدرسہ انوار العلوم کنڈیاری ضلع نواب شاہ میں حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب فاضلِ دیوبند و خلیفہ مجاز حضرت ہالیجویؒ سے پڑھا۔

دستار بندی ۱۱ رجب ۱۳۷۰ھ میں ہوئی، دستار بندی کے موقع پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری بھی شریک ہوئے۔ حضرتؒ نے اپنے دست مبارک سے دستار بندی کی رسم ادا کی، اور مدرسہ کی جانب سے عطا کردہ سند پر دستخط ثبت فرمائے۔ حضرت لاہوریؒ کے علاوہ مولانا نیک محمد صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

آف پیر گوٹھ سندھ، مولانا محکم الدین صاحب آف موروسندھ اور مولانا ابوبکرہ صاحب مرحوم ٹھریچانی شریف بھی اس تقریب میں شریک تھے۔

شاہ پور چاکر میں شیخ محمد واصل صاحب (مرحوم)، جو کہ حضرت لاہوریؒ کے خاص مریدین میں سے تھے اور انجمن خدام الدین کی طرف سے دینی مدارس قائم کرنے پر متعین تھے، اسی سلسلہ میں شاہ پور چاکر تشریف لائے اور جامع مسجد میں اسی انجمن کے زیر اہتمام مدرسہ قاسم العلوم قائم کیا اور آپ کو ساتھ لاکر اس مدرسہ کا منتظم مقرر کر دیا۔

۱۳۷۱ھ میں شیخ محمد واصل صاحب نے مدرسہ کی طرف سے حضرت لاہوریؒ کو تشریف آوری کی دعوت دی جس کو انہوں نے قبول فرمالیا اور سندھ کے دورہ پر تشریف لے آئے، اور مدرسہ قاسم العلوم کا افتتاح شاہ پور میں کیا۔ جناب حاجی مختار صاحب شاہپوری نے مدرسہ کے لئے زمین خریدی اور اخراجاتِ مدرسہ کے کفیل بنے، حضرت لاہوریؒ نے دو دن شاہ پور چاکر میں قیام فرمایا، اور پھر یہاں سے کنڈیارو تشریف لے گئے۔

پہلی بیعت ۱۳۶۱ھ میں آپ حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجوی شریف کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

دوسری بیعت ۱۳۷۱ھ میں حضرت لاہوریؒ کی شاہ پور چاکر کی تشریف آوری پر آپ نے بیعت ہونے کی درخواست کی، حضرت لاہوری نے دریافت کیا کہ آیا پہلے بھی کسی سے بیعت ہیں؟ آپ نے حضرت ہالیجوی شریف والوں کا نام لیا تو حضرتؒ نے فرمایا "ایک ہی بات ہے وہ ہمارے بڑے بھائی ہیں، ہم لاہور سے بھی دوستوں کو واپس کر دیتے ہیں، ہمیں ان کا احترام ہے"۔ اس پر آپ نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرما کر دیکھ لیں کہ میرے دل میں پورا احترام ہے اور قطعاً کوئی کمی نہیں ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ "بیٹے دوبارہ بیعت کیوں چاہتے ہو؟ آپ نے عرض کیا کہ "میں نے "خدام الدین" میں آپ کا مضمون پڑھا تھا کہ "میں کاسۂ گدائی کبھی تو امروٹ شریف اور کبھی دین پور شریف لے جاتا تھا" تاکہ دونوں بزرگوں سے کچھ نہ کچھ حاصل ہو جائے" اس لئے

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں بھی آپ کی سنت ادا کرنا چاہتا ہوں، اس پر حضرت مسکرا دیئے اور فرمایا کہ "بیٹے آج
تھر یچانی شریف جاتا ہے آپ بھی ساتھ چلیئے۔ وہاں جاکر بیعت کر دوں گا۔" آپ نے
ہمراہی قبول کر لی اور وہاں آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی، بعد میں حضرت رحمۃ اللہ
علیہ لاہور تشریف لے گئے اور آپ کبھی لاہور اور کبھی ہالیجی کاسۂ گدائی لے کر جاتے رہے
چونکہ آپ کے دونوں مربی شفیق تھے اس لیئے کاسۂ گدائی میں کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرتے تھے۔

حج ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حج کرنے کی سعادت عطا
فرمائی۔ مکہ مکرمہ میں دو ماہ ۴ دن کا قیام کرنے کا موقع ملا، وہاں آپ کو حضرت لاہوریؒ
کے سب سے بڑے فرزند اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ کی صحبت
نصیب ہوئی، ان کی رفاقت میں تمام شب بعد از نمازِ عشاء تا تہجد طواف کا شرف حاصل
ہوتا رہا، روزانہ ۲۸ طواف کرنے کا معمول رہا۔

۴ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ کو خبر ملی کہ حضرت لاہوریؒ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں،
آپ ان کی تلاش میں نکلے تو انہوں نے آواز دی، حضرت کے ساتھ مولانا حفظ الرحمان
بھی تھے۔ آپ نے مکہ میں مستقل رہائش اختیار کرنے کا عزم کر لیا تھا، مکہ مکرمہ سے
آپ مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں دس راتیں روضۂ پاک کے مشرقی کنارے میں
بیٹھ کر گزاریں، ایک رات خواب میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آپ
نے یہ خواب حضرت لاہوریؒ کو سنایا تو حضرتؒ نے استفسار کیا کہ "کیا تمہارا یہاں قیام
کرنے کا خیال ہے؟" آپ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ "تم کو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم یہاں قیام کی اجازت مرحمت نہیں فرماتے بلکہ تم وطن جا کر دین کا کام
سنبھالو۔" ۱۳۷۶ھ میں آپ نے حجاز سے مراجعت فرمائی اور شاہ پور میں قیام
کیا، شیعہ حضرات کے ساتھ مقابلے ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے ہمکنار
کیا۔ مدرسہ کے متولی صاحب کی کسی بات پر آپ نے شاہ پور چاکر سے سکونت ترک
کر کے نواب شاہ میں قیام کا ارادہ کیا، جب ان حالات کی اطلاع حضرت لاہوریؒ
کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا، "بیٹا نواب شاہ میں رہنے کی اجازت نہیں ہے، شاہ پور جاکر

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنی زمین خرید لینا اور مدرسہ قائم کرکے دین کی خدمت کرنا"

حضرتؒ کے ارشاد پر آپ نے دوبارہ شاہپور کا قصد کیا، تقریباً سوا ایکڑ زمین خرید کر حضرتؒ کو اطلاع دی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "اس زمین کی دستاویز اپنے نام کرالو"

۱۳۷۷ھ میں حضرتؒ عمرہ ادا کرنے کے لئے راستہ میں کراچی پہنچے تو آپ نے ان کے سامنے وہ دستاویز پیش کی، حضرتؒ نے دعا فرمائی۔ آپ نے درخواست کی کہ مسجد شریف کا سنگِ بنیاد آپ تشریف لاکر اپنے دستِ مبارک سے رکھیں، تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ "بیٹے مدرسہ کا کام شروع کرو۔ مسجد شریف کیلئے انشاءاللہ حاضر ہی دونگا"

مسجد کا سنگ بنیاد

ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء جون میں حضرتؒ آخری بار شاہ پور تشریف لے گئے اور بروز پیر ۲۰ جون ۱۹۶۱ء کو مسجد کا سنگ بنیاد اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور شام کو واپسی کے وقت فرمانے لگے بیٹے "مسجد شریف کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے یہاں پر حاضری ہوئی اور مسجد شریف کے سنگ بنیاد کی الحمد للہ تکمیل ہوئی، تم اسی پر بھروسہ کرو، وہی کارساز ہے" اور فرمایا بیٹے! یہ سندھ کا ہمارا آخری سفر ہے" دعا فرما کر حضرتؒ عازم لاہور ہو گئے۔

خلافت

۱۳۷۹ھ میں آپ لاہور تشریف لے گئے، حضرتؒ اپنے ایک خادم حاجی محمد دین صاحب کے کارخانہ میں بیٹھ کر تصنیف کا کام کرتے تھے، دفتر خدام الدین کو ٹیلیفون کیا کہ "مولوی محمد حسن سندھ سے آیا ہے اس کو میرے پاس لے آؤ" حضرتؒ کے ایک خادمِ آپ کو لے کر چلے گئے، حضرتؒ نے محبت وشفقت کے ساتھ منازلِ سلوک طے کرادیئے اور فرمایا "بیٹے! ہم کسی کو بھی اپنی طرف سے اس وقت تک خلافت نہیں دیتے جب تک اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اجازت نہ ملے۔ بیٹا ہم آپ کو خلافت کا اعزاز دیتے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سلسلہ کے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ اب آپ کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

اجازت ہے واپسی کی، جاؤ اور جا کر دین کی خدمت جاری رکھو۔"

آپ وہاں سے واپس مسجد شیرانوالہ گیٹ میں آگئے، تھوڑی دیر کے بعد حضرتؒ بھی تشریف لے آئے اور مغرب کی نماز پڑھائی، پھر مولوی محمد صابر صاحب کو حکم دیا کہ "مولوی محمد حسن کو جا کر تانگہ میں بٹھا کر سٹیشن پر رخصت کرآؤ"۔ مولوی صاحب نے حکم کی تعمیل کی اور آپ کو گاڑی پر بٹھا دیا۔

سنہ ۱۳۷۱ھ سے لے کر اب تک تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ نیز ہر جمعرات کو مجلس ذکر ہوتی ہے، احباب شامل ہوتے ہیں اور سلوک کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

اولاد

اولاد میں چھ فرزند اور دو بچیاں ہیں۔ (۱) حافظ قاری نثار احمد صاحب (۲) احمد حسن، (۳) محمود الحسن، (۴) حبیب احمد (۵) عبد الجبار (۶) احمد علی۔ ۲، ۳، ۴ کے نام حضرت لاہوریؒ کے تجویز کردہ ہیں یہ بچے تحصیل علم دین میں مصروف ہیں۔

جن بزرگوں سے آپ کو شرفِ صحبت حاصل ہوا وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؒ ذات کورائی ساکن لاڑکانہ، خلیفہ مجاز حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ امروٹیؒ۔

۲۔ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب۔ خلیفہ مجاز حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ امروٹیؒ۔

۳۔ حضرت مولانا عبد العزیز صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا حماد اللہ صاحب ہالیجویؒ۔

مؤخر الذکر بزرگ نے سنہ ۱۳۴۹ھ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری سے دورۂ تفسیر پڑھا۔

سنہ ۵۲-۱۳۵۱ھ میں دار العلوم دیوبند میں قیام رہا، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ معمر ہونے کے باوجود اب بھی اپنے وطن رتو ڈیرو ضلع لاڑکانہ میں دورۂ حدیث پاک میں مشغول ہیں، اور سلسلۂ بیعت بھی جاری ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com